

باب

انہیں کی جنگ کے بعد جاپان نے دریائے فرات سے چند میل نیچے ہٹ کر ایک ٹہرے کے کنارے پراؤ ڈال دیا اور تخت عورتہ سیاسی وہاں جمع ہو کر بہن جاندوہ کی تازہ بدایات کا انعقاد کرنے لگے۔ یہ قریبی جنگ تھی جس میں زرتخت نے حصہ لیا تھا۔ جاپان اس کی جرات اور ذہانت کا اعتراف ہو چکا تھا اور اسے یہ ترشہ سنا چکا تھا کہ میں نے جن عہدہ دانوں کو ترقی دینے کی سفارش کی ہے ان میں تمہارا نام سرفہرست ہے۔

ایک مجمع زرتخت کے غیے میں ایک سپاہی داخل ہوا اور اس نے اطلاع دی کہ جاپان نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔ وہ جلدی سے اٹھا اور جاپان کی قیام گاہ کی طرف چل دیا۔ قیام مقام پر سالار اپنے کتا بچے میں بیٹھا ہوا تھا اور ایک جوان اس کے سامنے کھڑا تھا۔ زرتخت نے غیے کے اندر پاؤں رکھتے ہی اس جوان کو پہچان لیا۔ اس کا نام آومان تھا اور وہ کسریٰ کی محافظ فوج میں زرتخت کے تحت رچکا تھا۔ پڑنے ساتھیوں نے ہاتھوں اور نگاہوں کے اشاروں سے ایک دوسرے کا خیر مقدم کیا۔

جاپان نے پوچھا: تم ایک دوسرے کو جانتے ہو؟

آومان نے جواب دیا: جی ہاں، یہ شاہی رسالے میں میرے افسر تھے۔

جاپان زرتخت کی طرف متوجہ ہوا۔ زرتخت نے بڑی خواہش ہے کہ تمہیں شہنشاہ کے محافظ شکر میں دیکھ لیا جائے۔ اب تم دلائل میں ان کے نائب کی حیثیت سے کام کرو گے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ نئے سپاہیوں کی تربیت کے لئے انہیں ایک گروہ کا اور متعدد افسر کی ضرورت ہے اور وہ خوش قسمت

ہو جنہیں وہ اس ذمہ داری کا اہل سمجھتے ہیں۔

زرتخت نے جواب دیا: لیکن کیا خیال تھا کہ وہ کچھ دلائل ختم ہونے سے پہلے واپس نہیں ہوں گے۔ جاپان نے کہا: مجھے معلوم ہے کہ سپہ سالار نے جنہیں ان کی سفارش پر اپنے لشکر میں شامل کیا تھا۔ لیکن اب وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ تمہاری دلائل میں زیادہ ضرورت ہے۔ مجھے سپہ سالار نے یہ حکم بھی بھیجا ہے کہ تمہیں فوراً سبکدوش کر دیا جائے۔ مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ تم جلد سے ہو لیکن اس میں جلدی بڑی ہے۔ جس مقصد کے لئے فریر نے تمہیں محاذ جنگ پر بھیجا تھا وہ لوڈ ہو چکا ہے۔ تم ثابت کر چکے ہو کہ ایک اچھے سپاہی ہو اور تمہیں کوئی بڑی ذمہ داری سونپی جاسکتی ہے۔ اب دلائل میں کوئی یہ نہیں کہہ سکتے کہ فریر نے کسی ذاتی تعلق کی بنا پر تمہیں ترقی دی ہے۔ مجھے اب محسوس ہوتا ہے کہ دلائل کے حالات قسطنطین نہیں اور نہ سپہ سالار اتنے دن وہاں ٹھہرا سہند نہ کر سکتے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ فریر نے تمہیں اپنے پاس بلایا ہے۔ اب تم فوراً روانہ ہو جاؤ۔ زرتخت نے اسے سلام کیا اور دلائل کے ساتھ باہر نکل آیا۔

تھوڑی دیر بعد اپنے غیے میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنے نوکر کو گھوڑا تیار کرنے اور نیا سالانہ ٹھکانہ دیا اور پھر آومان کو اپنے قریب بٹھاتے ہوئے سوال کیا: دلائل میں کیا ہو رہا ہے۔ سپہ سالار وہاں کیا کر رہے ہیں۔ مسلمانوں نے مفتیاً رقبہ کر لیا ہے اور اس وقت کی طرف بڑھ رہے ہیں اور جاپان کو بھی صور نہیں کہ انہیں ششہدی کا حکم کب ملے گا کیا یہ آواز درست ہے کہ شہنشاہ بیمار ہیں؟

آومان نے جواب دیا: ہاں وہ بہت بیمار ہیں اور یہی وجہ ہے کہ سپہ سالار وہاں ٹنگ گئے ہیں۔ لیکن وہ حیرت کے لوگوں کو ان کے حال پر نہیں چھوڑ سکتے۔

آومان نے جواب دیا: ممکن ہے کہ انہیں حیرت سے زیادہ دلائل کی فکر ہو۔

لیکن وہ وہاں رہ کر بھی جاپان کو ششہدی کا حکم دے سکتے تھے۔

لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ موجودہ حالات میں وہ لشکر دلائل سے قریب پہنچا دیں اور پھر کے ہلند۔

زرتخت نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا: آومان! تم میرے دوست ہو اگر تمہیں دلائل میں کسی سلیش کا حکم ہے تو تم مجھ سے کھل کر بات کر سکتے ہو۔

آدمان نے جواب دیا: مجھے کسی سازش کا علم نہیں لیکن شہنشاہ بیمار اور فوج شکست پر شکست کھا رہی ہو تو شاہی محل کی چار دیواری کے اندر ہر بات ممکن ہو سکتی ہے۔
 "لیکن بہن کے تعلق میں یہ سوچ بھی نہیں سلا کہ وہ کسی سازش میں حصہ لے سکتا ہے وہ ایک سپاہی ہے۔"

آدمان نے جواب دیا: "ممکن ہے کہ شہنشاہ کے کسی وجہ سے اُسے مدائن میں روک لیا ہو کہ وہ خطرے کے وقت اُن پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ ایسے حالات میں سلطنت کی تقدیر کبھی کبھی خواجہ سراؤں کے ہاتھ میں آجاتی ہے۔"

زرنجبت نے کہا: "لیکن مجھے یقین ہے کہ جب تک شہنشاہ کے محافظ شکر کی کمان فریروز کے ہاتھ میں ہے۔ مدائن میں کوئی محلاتی سازش کامیاب نہیں ہو سکتی۔"

آدمان نے جواب دیا: "اس بات کا مجھے بھی یقین ہے لیکن....."

"آپ جانتے ہیں کہ فریروز اپنی حدود سے آگے قدم رکھنا پسند نہیں کرتے۔ وہ تخت اور تخت پر بیٹھنے والے کی حفاظت تو کرتے ہیں لیکن اگر ایک بیمار حکمران مل جائے تو تخت کے نئے عہدیدار کے جھگڑے میں دخل نہیں دیتے۔ اُن کی وفاداری صرف اُس دھمیدار کے ساتھ ہوتی ہے جو اپنے سونے کو بچھا کر تخت پر بیٹھ جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حکمرانوں کی تبدیلی اُن کے عہدے پر اثر انداز نہیں ہوتی اور مدائن کے عوام اور اُمراء یکساں اُن کی عزت کرتے ہیں۔"

زرنجبت کو اپنے باپ کے دوست اور اپنے عہد کی ذات پر کوئی تضرع پسند نہ تھا۔ چنانچہ اُس نے فوراً انگٹو کا موضوع ہٹنے کی ضرورت محسوس کی۔

شور مڑی دیر بعد وہ ناشتے سے فدا ہو کر سفر کی تیاری کر رہا تھا کہ خیمے نے باہر سے کوئیوں کا شور مٹائی دیا۔ پھر چانک ایک سپاہی باغیہ زرا خیمے میں داخل ہوا اور اُس نے کہا: "جناب پر ہرارڈ نے ایک مشتبہ آدمی کو گرفتار کیا ہے لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ آپ اُسے جانتے ہیں۔"

زرنجبت مضطرب سا ہو کر باہر نکلا۔ خیمے سے چند قدم دور اُسے سپاہیوں کا جھوم دکھائی دیا ایک سپاہی نے ایک عمر رسیدہ آدمی کے گلے میں رستا ڈال رکھا تھا اور بے بسی کے احساس سے اُس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ یہ کاؤس تھا۔ اپنے بڑے نوکر کی یہ حالت دیکھ کر زرنجبت کے دل پر چرکا لگا۔ اُس نے بھاگ کر سپاہی کے منہ پر ایک ٹکڑا سید کیا اور کاؤس کے گلے سے رستا اتار دیا۔ کاؤس نے گردن اٹھا کر زرنجبت کی طرف دیکھا اور اُس کی آنکھوں سے آنسو اُبل پڑے۔ دوسرے سپاہی خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے۔

زرنجبت نے بھارتی ہوئی آواز میں کہا: "کاؤس مجھے افسوس ہے۔"

وہ بولا: "میں بابرادیہ کہتا تھا کہ میں آپ کا نوکر ہوں لیکن یہ میری بات سُننے کے لئے تیار نہ تھے۔ انہوں نے مجھے مسلمانوں کا جاسوس سمجھ کر گرفتار کر لیا اور میرا گھوڑا چھین لیا۔ ایک سپاہی جس نے گھوڑے کی آگ پر گر کر کھینچتی آگے بڑھ کر کہا: "جناب ہمیں افسوس ہے لیکن ہمیں یہی حکم تھا کہ اگر کوئی مشتبہ آدمی پڑاؤ کے آس پاس دیکھا جائے تو اُسے گرفتار کر لیا جائے۔"

زرنجبت نے گرج کر کہا: "تم خاموش رہو۔ پھر وہ کاؤس کی طرف متوجہ ہوا۔ کاؤس میں ایک ضروری کام سے مدائن جا رہا ہوں، تم میرے ساتھ جانا چاہتے ہو؟"

"جناب میں آپ کے پاس آیا ہوں۔ پہلے میری باتیں سُن لیجئے، پھر جہاں مرضی ہوئے جائیے۔"

کاؤس نے وہاں جمع ہونے والے سپاہیوں کی طرف دیکھا اور گردن جھکائی۔ زرنجبت نے اُس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا: "میرے ساتھ آؤ۔"

وہ خیمے کی طرف بڑھے اور آدمان جو باہر نکل کر یہ تماشا دیکھ رہا تھا، ایک طرف ہٹ گیا۔ زرنجبت نے کہا: "آدمان، تم یہیں ٹھہرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ اندر داخل ہوئے اور چند تانے خاشاکی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے پھر زرنجبت نے کہا: "کاؤس، اگر تم خبر لے کر آئے ہو کہ دشمن نے ہمارا گھر....." بے یا بارے باغات بھاڑ دیئے

میں تو اس کے لئے تلخی کی ہر درد زخمی۔ اب اپنے گاؤں کے متعلق کوئی خبر میرے لئے ناقابل برداشت نہیں ہو سکتی۔

کاؤس نے جواب دیا: میں آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ آپ کا گھر سلامت ہے آپ کا گاؤں آپ کے کھیت اور باغات سب محفوظ ہیں۔

”اور تم وہاں سے بھاگ آئے ہو؟“

”نہیں مجھے حسان نے بھیجا ہے۔ میں سیدھا ملائین جانا چاہتا تھا، پھر خیال آیا کہ شاید آپ فرج کے ساتھ ہوں۔“

”تم حسان کے ایلچی بن کر آئے ہو؟“

”اں میں حسان کی طرف سے یہ پیغام لے کر آیا ہوں کہ اگر آپ واپس آجائیں تو آپ کی جان عزت اور جائیداد کی حفاظت اُس کے ذمے ہوگی۔ اُس نے اپنے سپہ سالار سے آپ کے لئے یفرمان حاصل کر لیا ہے کہ اگر آپ اُن بھل کرنے کے لئے مسلمانوں کے ساتھ تعاون کریں تو آپ کے گاؤں سے لے کر دلجو اور خازمک منقولہ علاقے کا انتظام آپ کے سپرد کر دیا جائے۔ اُس سے قبل حسان نے اسی قسم کا فرمان آپ کے والد کے لئے حاصل کیا تھا۔ وہ آپ کے احسانات کا بدلہ چکانے آیا تھا لیکن آپ نے اُسے دشمن سمجھ کر بات کرنے کا موقع نہ دیا۔ مسلمانوں کی فتح کے ایک اور برسے سالار نے پچھلے دفعہ علاقے کا دورہ کیا تھا اور مقامی عرب سرداروں نے بھی اُس سے یہی درخواست کی تھی کہ آپ کو واپس بلا لیا جائے۔ وہ یمن کرہت خوش ہوا تھا کہ جب ہرمز اور اُس کے اہلکار عرب کا لشکاروں پر ظلم توڑ رہے تھے تو آپ اُن کے حامی تھے۔“

زرنجبت نے اپنے ہرٹ کانٹے ہوئے جواب دیا: حسان نے انہیں ایران کے ساتھ فداکاری پر آمادہ کرنے کے لئے بہت جلال بچھائے ہیں لیکن وہ مجھے قریب نہیں لے سکتا۔

کاؤس نے کہا: اگر مجھے یہ شہ جو ناگہ حسان آپ کو قریب لے سکتا ہے تو میں آپ کے پاس اُس کا ایلچی بن کر نہ آتا۔

”تم مجھے اصل بات چھپا رہے ہو، تم صاف کیوں نہیں کہتے کہ اگر میں واپس چلا جاؤں تو حسان کا پہلا مطالبہ یہ ہوگا کہ میں مسلمانوں کا دین قبول کروں اور پھر اُن کے شکوکے ساتھ شامل ہو کر اپنے شہنشاہ اور اپنے وطن کے خلاف جنگ لڑوں۔“

کاؤس نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا: نہیں حسان آپ کے یہ مطالبہ نہیں کرے گا کہ آپ مسلمان ہو جائیں اُسے یقین ہے کہ مسلمانوں کو قریب سے دیکھنے کے بعد آپ اسلام سے ٹور نہیں رہ سکتے۔ اُس کے نزدیک اسلام کسی قبیلے یا قوم کا مذہب نہیں بلکہ وہ سیدھا راستہ ہے جس کے مسافروں کے درمیان رنگ اور نسل کا امتیاز باقی نہیں رہتا۔ مجھے غصہ کرتے ہوئے اُس نے یہ کہا تھا کہ وہ دن دور نہیں جب زر بنجبت جیسے انسان ملائین کے چوراہوں میں اسلام کی تبلیغ کریں گے۔“

زرنجبت کی قوت برداشت جواب دے چکی تھی۔ اُس نے کہا: اگر تم میرے باپ کے نوکر نہ ہوتے تو میں تمہیں زندہ زمین میں گھاڑ دیتا۔ اب تم واپس جاؤ اور اُس دن کا انتظار کرو جب ہلدی افواج فتح کے نقارے بجاتی ہوئی آگے بڑھیں گی اور ایران کے دشمنوں اور غلاموں کو سر چھپانے کے لئے جگہ نہیں ملے گی۔ آؤ! تمہارا گھوڑا تمہیں واپس بل جائے گا۔“

زرنجبت دروازے کی طرف برعائین کاؤس سے کہا: ٹھہرے میں کچھ اور کہنا چاہتا ہوں۔ وہ رک گیا اور چند ثانیے وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ بالآخر کاؤس نے کہا: میں نے حسان سے وعدہ کیا تھا کہ میں اُس کے بھائی کو لے کر واپس آؤں گا، اگر وہ ملائین میں ہے تو مجھے ساتھ لے چلئے۔“

”نہیں! زرنجبت نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا: حسان کا بھائی واپس نہیں جائے گا۔ کاؤس نے سر ہلایا تھا لیکن کہا: قیاد کے بیٹے! میں آپ کا دشمن نہیں ہوں میری بات غور سے سنئے حسان نے گاؤں کے لوگوں کے ساتھ جو نیک سلوک کیا ہے اُس کے بعد وہ یہ پسند نہیں کریں گے کہ آپ اُس کے بھائی کو قیدی بنالیں اور مجھے یقین ہے کہ وہ بالآخر بھی یہ پسند نہیں کرے گی۔“

میں مسکافوں کے جاسوس کو اپنی بہن کے سامنے جانے کی اجازت نہیں دینا کا تم واپس جا کر حسان کو یہ بتا دو کہ اُس کا بھائی مہر چکا ہے اور اُس کی تلاش کے لئے کسی جاسوس کو مدائن بھیجے کی ضرورت نہیں۔
”سہیل مہر چکا ہے؟“

”ہاں! تمہیں مجھ پر یقینی نہیں آتا؟“

”نہیں آپ کی بات پر یقین کر سکتا ہوں لیکن حسان کو یقین نہیں آئے گا کہ اُس کا بھائی مہر چکا ہے اور آپ نے اُسے خبر بھیجنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی۔“

”تم میری کوتاہی کی تلافی کر سکتے ہو اب میرا وقت ضائع نہ کرو۔“
”اُس نے بد دل سا بڑا سوال کیا۔ کیا سہیل واقعی مہر چکا ہے؟“

”زرنجبت نے اُس کا بازو پکڑ کر خیمے سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔ ”یو قوف میں ایک بار تمہارے سوال کا جواب دے چکا ہوں۔ وہ گھوڑے سے گر کر ہلاک ہو گیا تھا۔“

”اُس نے سب سے نبی کی حالت میں زرنجبت کی طرف دیکھا اور سر جھکا دیا۔“
”تھوڑی دیر بعد تین سوار پڑاؤ سے باہر نکل رہے تھے۔ زرنجبت اور آدمان کا بیخ مدائن کی طرف

تھا اور کاؤس اپنے گھاؤں کی طرف جا رہا تھا۔“
”آدمان نے اچانک اپنے ساتھی سے سوال کیا۔ ”گھوڑے سے گر کر ہلاک ہونے والا کون تھا؟“

”کوئی نہیں۔“ زرنجبت نے مرعبان ہوتی آواز میں جواب دیا۔
○

آدھی رات کے قریب مدائن میں داخل ہوتے ہی زرنجبت کو ارد شیر کی موت اور شہر بار کی تخت نشینی کی خبر ملی اور صبح ہوتے ہی اُس نے فریروز کی قیام گاہ کا رخ کیا۔ تمام حالات میں سلطنت کے اعلیٰ عہدہ داروں کے سوا بہت کم لوگ ایسے تھے جو دفتر کے متبرکہ اوقات کے علاوہ فریروز سے ملاقات کر سکتے تھے۔ وہ ان افراد و وزراء سے جہاں تک ہو سکے دور رہنے کی کوشش کرتا تھا جنہیں ذاتی اغراض کے حصول کے لئے کسی بااثر شخص یا دوست کی تلاش نہ تھی تھی۔ مدائن کی گڑبڑ اور مملاتی سازشوں میں دلچسپی لینے والے

لوگ جب اُس سے تنہائی میں گفتگو کرتے کا ارادہ لے کر جاتے تو انہیں یہ محسوس ہوتا کہ اس گھر میں آدمی کو محافظ فرج کی تربیت یا اُس کے افسروں اور سپاہیوں کی تنخواہوں کے سوا اور کوئی دلچسپی نہیں اُس کا سرکاری دفتر دیا کے دوسرے کنارے محافظ فرج کے مستقر میں تھا اور گھر کے نوکروں کو یہ ہدایت تھی کہ جو لوگ محض رسمی ملاقات کے لئے آئیں انہیں دفتر کا راستہ دکھا دیا جائے لیکن زرنجبت کے لئے اُس کے گھر کا دروازہ ہر وقت کھلا تھا اور محافظ فرج میں شامل ہونے والے ادنیٰ افسروں میں شاید وہ پہلا شخص تھا جسے مدائن میں مکان حاصل کرنے سے قبل ایک مہمان کی حیثیت میں فریروز کے گھر ٹھہرنے کا موقع ملا تھا۔ ایک بڑے نوکر اُس کی بیوی اور بیٹی کے سوا گھر کے کسی اور ملازم کو اُس کے ساتھ ہمکلام ہونے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ اُس بڑے نوکر کا نام کافر تھا اور فریروز فرصت کے اوقات میں اُس کے ساتھ شطرنج کھیلتا تھا۔ غلام کا نام فردوس اور اُس کی بیٹی کا نام نیلوفر تھا۔ نیلوفر ایک کھلتے ہوئے رنگ کی خوبصورت لڑکی تھی اور جب زرنجبت پہلے بار اپنے باپ کا تعارف خط لے کر فریروز کے پاس آیا تھا تو اُس کی عمر سولہ سال کے لگ بھگ تھی۔ یہ صحت مند و شیرازہ جس کے تھوڑے چہرے پر دائمی مسکراہٹیں رہتی تھیں۔ ابتدا میں زرنجبت کو چھپ چھپ کر دیکھا کرتی تھی۔ اس کے بعد وہ آہستہ آہستہ ایک دوسرے سے مانوس ہوتے گئے۔ تاہم حسبِ نسب کی دیواریں اُن کے درمیان جائل رہیں۔

پھر ایک شام زرنجبت گھرا آ تو فردوس اور اُس کی بیٹی یاہیں باغ میں ٹہل رہی تھیں۔ اُس نے کسی تھپکے بغیر یہ کہا۔ ”مجھے مکان مل گیا ہے اور میں کل وہاں چلا جاؤں گا۔“

نیلوفر کے چہرے پر اُسی چھا گئی۔
زرنجبت نے قدرے وقف کے بعد کہا۔ ”نیلوفر! جب میری بہن یہاں آ جائے گی تو اُسے ایک سہیل کی ضرورت ہوگی۔“

نیلوفر کا چہرہ مسرت سے چمکا اٹھا۔ اُس نے کہا۔ ”میں فریروز اُس کے پاس جایا کروں گی۔ اگر آقا نے اجازت دی تو میں ایسے سارے شہر کی سیر کر آؤں گی۔“

اس کو معلوم ہے کہ میری ایک بہن بھی ہے۔“

میں مدہجی ہے۔ جب وہ یہاں آئے گی تو آپ کی بہن اُسے دل کر بہت خوش ہوگی۔
”وہ کون ہے؟“

”اُس کا نام یاسمین ہے اور اُسے شہزادی کہا کرتے ہیں سنہری بالوں والی شہزادی۔“
”فردوس نے کہا۔ بیٹیا یاسمین ہمارے آٹا کی فراہمی ہے۔ وہ چھ ماہ کی تھی کہ اُس کی ماں مر گئی تھی۔
پھر میں نے اُسے دودھ پلایا تھا اور نیلوفر سے صرف دو ماہ بڑی ہے۔“
نیلوفر نے پوچھا: ”آپ کی بہن کب آئے گی؟“
”میں کو شش کر دے گا کہ وہ جلد آجائے۔“

چند دن بعد زرخیت اپنے گاؤں سے واپس آیا تو اُس نے یہ اطلاع دی کہ ابھی ابیا جانے
لائی آئے کا اردو نہیں کیا۔

پھر جب قبیلہ کی موت کے بعد زرخیت ماہ بانو کو وراثت پہنچا کر محاذ پر چلا گیا تو نیلوفر اور اُس کے
والدین ہر دوسرے دوسرے کے پاس جایا کرتے تھے اور کبھی کبھی فریبرز بھی اُسے اپنے گھر لایا
کرتا تھا۔ ماہ بانو فریبرز کو ”بابا“ اور وہ اُسے ”بیٹی“ کہہ کر پکارتا تھا۔
اور آج جب زرخیت چند ماہ کی غیر حاضری کے بعد فریبرز کے گھر میں داخل ہو رہا تھا تو اُسے
ایسا محسوس ہوا تھا کہ وہ بندوقوں بیابان چلا ہے۔

پائیں باغ میں گلاب کے پھولوں کی کیاری کے قریب سے گزرتے ہوئے زرخیت کو ایک دیکی
دکھائی دی۔ وہ جھک کر پھول توڑ رہی تھی اور اُس کا منہ دوسری طرف تھا۔ زرخیت رُک گیا۔ پھر دیکی پاؤں
آگے بڑھا اور اُس کے قریب پہنچ کر بولا: ”نیلوفر؟“

”دیکی نے چونک کر زرخیت کی طرف دیکھا۔ اُسے اچانک اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ یہ دیکی نیلوفر
سے زیادہ معتقد اور زیادہ خوبصورت تھی۔ اُس کا چہرہ سُرخ و سپید اور بال قدرے سنہری مائل تھے۔
اُس کا قدم بھی نڈا اُدھنچا تھا۔ زرخیت بدحواس ہو کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا اور احساسِ ندامت سے
گرم جھکاتے ہوئے بولا: ”معاف کیجئے میں نے سمجھا تھا کہ آپ نیلوفر ہیں۔“

اُس کی چشانی پر ایک ہلکا سا شکن اچانک غائب ہو گیا اور غصے سے گھونرے والی آنکھیں
مسکراہٹوں سے لبریز ہو گئیں۔

”نیلوفر! نیلوفر! اُس نے بلند آواز میں کہا۔ کوئی تمہیں جلا رہا ہے۔“
نیلوفر سامنے برآمدے میں نمودار ہوئی۔ اُس نے زرخیت کی طرف دیکھا۔ پھر جھکی اور شرماتی
ہوئی آگے بڑھی اور بولی: ”یاسمین یہ زرخیت ہیں۔ یہ ماہ بانو کے بھائی ہیں۔ یہ محاذ پر گئے ہوئے تھے۔
زرخیت نے کہا: ”میں تمہارے آقا سے ملنا چاہتا ہوں۔“
”آپ تشریف لائیں میں اُنہیں اطلاع دیتی ہوں۔“ نیلوفر یہ کہہ کر محلن کی طرف چل پڑی اور
زرخیت اُس کے پیچھے بریلا۔



تھوڑی دیر بعد وہ ملاقات کے کمرے میں فریبرز کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ فریبرز کچھ دیر غلموشی
سے اُس کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے کہا: ”زرخیت میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ تم واپس آئے ہو۔ خوش
نہیں ایک سپاہی کی بہترین صلاحیتیں جنگ کے میدان میں ابھرتی ہیں مجھے اس بات کی خوشی ہے
کہ تم نے مجھے یوں نہیں کیا۔ لیکن اب مجھے یہاں تمہاری ضرورت ہے۔ موجودہ حالات کے پیش نظر
شہنشاہ اور خیر محافظت کی تعداد میں اضافہ کرنا چاہتے تھے اور ہم نے دس ہزار نئے سپاہی بھرتی کرنے
کا فیصلہ کیا تھا۔ لیکن تربیت کے لئے مجھے تمہاری ضرورت تھی۔ اب اندیشہ یہ ہے کہ مجھے محسوس
نہیں کہ محافظت کی تعداد میں اضافہ کرنے کے متعلق نئے شہنشاہ کے خیالات کیا ہوں گے۔ بہر حال
تم میرے نائب کی حیثیت سے کام کرو گے۔“

زرخیت نے اسنادی کے جذبات سے مغلوب ہو کر کہا: ”میری خوش قسمتی اس سے زیادہ
اور کی ہو سکتی ہے کہ آپ مجھے کسی ذمہ داری کا اہل سمجھتے ہیں۔“
”تم کل صبح میرے دفتر میں پہنچ جاؤ۔ وہاں تمہیں ضروری ہدایات مل جائیں گی۔“
زرخیت اُٹھ کر کھڑا ہو گیا لیکن فریبرز نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور وہ دوبارہ بیٹھ گیا۔ فریبرز نے

کالی بکائی، کافر کرے میں داخل ہوا۔ اُس نے کہا: کافر! سرورش اور یاسمین کو یہاں بھیج دو۔
 کافر واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ خوبصورت لڑکی جسے زینبخت نے نہیں توڑتے دیکھا تھا ایک
 وجہ آدمی کے ساتھ جس کی عمر چالیس سے اوپر معلوم ہوتی تھی کمرے میں داخل ہوئی۔
 فریر نے کہا: زینبخت! یہ زیادہ دیر ہے اور یہ اس کی بیٹی ہے۔
 زینبخت نے اُٹھ کر گرم جوش سے سرورش کے ساتھ مصافحہ کیا اور وہ اُس کے قریب بیٹھ گئے۔
 فریر نے سرورش سے مخاطب ہو کر کہا: زینبخت کا باپ میرا دوست تھا۔
 سرورش نے زینبخت سے کہا: میں تمہارے متعلق کچھ سن چکا ہوں۔ فریر کہتا ہے کہ تم کسانوں
 کے خلاف کسی جنگوں میں حصہ لے چکے ہو اور میرے خاڑے واپس آ رہے ہو۔ کیا یہ درست ہے کہ تم کسانوں
 حیرہ کی طرف بڑھ رہے ہیں اور جاپان کا شکر حیرہ سے چند سالوں اور پڑاؤ ڈال کر چین کی ہدایات کا انتظار
 کر رہے ہو؟ ابھی مجھے یمن سے ملاقات کا موقع نہیں ملا لیکن حادثہ میں فوج کے جن عہدہ داروں سے میری
 ملاقات ہوئی ہے اُن کی باتوں سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ یمن کو تیرہ کے متعلق بہت اطمینان ہے۔ شاید
 اس کے اطمینان کی وجہ بتا سکو۔
 زینبخت نے جواب دیا: آپ یمن کی فرض شناسی پر عبور رکھ سکتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ دشمن
 کو حیرہ کی طرف پیش قدمی کا موقع نہیں دے گا۔
 فریر نے مداخلت کرتے ہوئے کہا: حیرہ کی طرف مسلمانوں کی پیش قدمی کی خبر کافی پرانی ہو چکی ہے۔
 اب ہمیں یہ پوچھنا چاہیے کہ حیرہ کے بعد اُن کی اگلی منزل کیا ہوگی یا وہ کونسا میدان ہوگا جسے یمن اپنے
 اپنے سپاہیانہ کمالات دکھانے کے لئے منتخب کرے گا۔ تم مسلمانوں کے لشکر اور اُس کے سپہ سالار کے
 حالات معلوم کرنے کے لئے بے قرار ہو رہے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ زینبخت تمہارے ہر سوال کا جواب دے سکے گا۔
 سرورش نے زینبخت سے مخاطب ہو کر کہا: ہم نے صدیوں روم اور یونان جیسی عظیم طاقتوں کا مقابلہ
 کیا ہے۔ ہمارے سپاہی اور سالار منظم جنگوں کے سامنے طویل عرصے جانتے ہیں لیکن عراق میں ہماری افواج اُن
 صحرا نشینوں سے عاجز آچکی ہیں جن کے ہنسی کی تاریخ صرف قبیح جنگوں تک محدود تھی۔ اگر میں

مستاک اُنہوں نے اپنا ہلکا سا حملہ کر کے ہماری کسی سرحدی چوکی کے چند محافظوں کو ہلاک کر دیا۔
 یا ہماری مصلحت سے فائدہ اٹھا کر کسی سستی پر قبضہ کر لیا ہے تو مجھے اس بات پر تعجب نہ ہوتا لیکن یہ بات
 میری سمجھ میں نہیں آسکتی کہ عرب کے منتشر قبائل، جاپان، متحدہ اور منظم ہو کر ایک زبردست فوجی قوت کے
 مالک بن گئے ہیں اور منظم جنگوں کے جو تجربات ہمیں صدیوں میں حاصل ہوئے تھے وہ اُنہوں نے
 چند برس کے اندر اندر حاصل کر لئے ہیں؟
 زینبخت نے جواب دیا: عربوں کی کایا پلٹ موجودہ دور کی تاریخ کا عظیم ترین معجزہ ہے۔
 انہیں میدان میں دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جنگ اُن کے لئے ایک کھیل ہے۔ ابتدائی میں یہ
 سمجھا تھا کہ کوئی تجربہ کار ایرانی یا رومی جنرل اُن کی رہنمائی کر رہا ہے لیکن اب ہمارے انتہائی بڑے نمونہ
 کا جنرل بھی اس حقیقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ اہل عرب کے مقابلے میں ایک نئی مصلحت اور
 ایک نئی قوم میدان میں آچکی ہے اور اُن کے فوجی رہنماؤں نے جنگ جیتنے کے وہ طریقے معلوم کر لئے
 ہیں جو ہمیں معلوم نہ تھے۔ ہم جب اُن کے ساتھ قوت آزمائی کے لئے کوئی میدان منتخب کرتے ہیں تو
 ہمیشہ یہ دیکھتے ہیں کہ پہلی فتح یا شکست کے امکانات کیا ہیں۔ پہلے سالہ اگر ہمیں ہزار سپاہیوں
 کو کافی سمجھتے ہیں تو انہیں اُس وقت تک اطمینان نہیں ہوتا جب تک کہ اُن کے جھنڈے تلے چلیں
 ہزار سپاہی جمع نہ ہو جائیں۔ لیکن مسلمان جب کسی عمارت کا رخ کرتے ہیں تو انہیں اس بات کی قطعاً پروا
 نہیں ہوتی کہ اُن کی تعداد کتنی ہے۔ اُن کا ہر سپاہی اپنے عزم و یقین کی فتح کی زخوی ضمانت سمجھتا ہے۔
 پھر جنگ کے میدان میں اُن کا جوش و خروش اُن دیوانوں کی طرح نہیں ہوتا جو ایک منظم لشکر کے سامنے
 میلے کی جھڑپ جلاتے ہیں۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی کوئی چال بھی کسی جنگامی جوش یا اضطراب کا
 نتیجہ نہیں بلکہ ایک ادنیٰ سپاہی سے لے کر سپہ سالار تک ایک ہی دماغ سے سوچتے ہیں۔ اُن کی طغیاری
 میں تندہ تیز ہوا کے اُن جھڑکوں کا تسلسل قائم رہتا ہے جو ریت کے تودوں کو اڑا کر لے جاتے ہیں اگر
 آپ مجھ سے یہ پوچھیں کہ فلاں میدان میں ہماری شکست کی وجوہ کی تھیں تو میں بلا خوف تردید اس سال
 کا جواب دے سکتا ہوں لیکن ہمارے انتہائی تجربہ کار جنرل بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ مسلمانوں کے سپہ سالار

نے غل میں میدان میں کوئی غلط قدم اٹھایا تھا۔ خالد بن ولید کی کامیابی کا سب سے بڑا راز اُس کی رفتار میں ہے۔ جب وہ اچانک کسی نئے محاذ پر نمودار ہوتا ہے تو ہمیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ اُس کے راستے میں زمین کی دستیں مسٹ گئی ہیں اُس کا سخت ترین حملہ علم طور پر ہلکی افواج کے اُس حصے پر ہوتا ہے جسے ہم انتہائی محفوظ سمجھتے ہیں جب ہمیں اپنے سینہ یا سر کو بچانے کی فکر ہوتی ہے تو وہ ہمارے قلب کی صفیں اُٹ دیتا ہے اور جب ہمارے سارے قلب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو وہ یہ دیکھتے ہیں کہ دشمن کے طوفانی دستے ہمارے عقب میں پہنچ گئے ہیں۔

سروش نے سوال کیا: خالد کے لشکر کی مجموعی تعداد کیا ہوگی؟

زنجبخت نے جواب دیا: اگر میں بالغہ آرائی کروں تو مجھے خالد کے لشکر کی مجموعی تعداد بیس ہزار سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ لیکن جب یہ لشکر گرد و غبار کے بادلوں سے نمودار ہوتا ہے تو ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ زمین کے سینے سے کوئی نئی قوت پھوٹ نکلتی ہے۔ میرے نزدیک ایران پر مسلمانوں کا حملہ ایک طاق سے زیادہ تھا۔ لیکن اب میں اُسے ایک مذاق نہیں سمجھتا۔

فریبرز نے کہا: حقیقت پسندی ایک اچھے سپاہی کی اہم ترین خوبی ہے لیکن مدائن کی کسی اور فعل میں ہمیں ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔

سروش نے کہا: تم عراق میں مسلمانوں کی ابتدائی کامیابیوں سے بہت زیادہ بددل ہو گئے ہو۔ لیکن میرا خیال ہے کہ ایران کے ساتھ مسلمانوں کی باقاعدہ جنگ ابھی شروع نہیں ہوئی۔

زنجبخت نے جواب دیا: میں مانوس نہیں ہوں لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ ابھی ایران کے نافذاتوں کے دل میں اس خطرے کا صحیح احساس پیدا نہیں ہوا۔

سروش نے کہا: اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم بدترین حالات میں بھی عربوں کو اپنا ذیہ مقابل نہیں سمجھتے لیکن ہمیں پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ سونے ہوئے شیر کو جانگے میں ڈیر نہیں لگے گی۔ یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ ہم عراق کی حفاظت کو وہاں کی عرب آبادی کا مسئلہ سمجھتے ہیں لیکن جب ایران کی آزادی کے لئے خطرہ پیدا ہوگا تو وہ البرز سے لے کر دشت کو عراق تک قلم ایرانی تھا جو جانیں لے۔ پھر ہم سحرانے عرب کے

آخری کرنے تک دشمن کا قاتل کریں گے اُس وقت میری یہ خواہش ہوگی کہ میں اسفہان سے چکر بھجوں اُس کی رہنمائی تمہارے ہاتھ میں ہو۔

آپ اسفہان کے لشکر کے سالار ہیں۔

سروش کی بھانے فریبرز نے جواب دیا: سروش اسفہان کے علاقے میں ایک بہت بڑا شہر ہے اُس کی جاگیر میں دیہات پر مشتمل ہے اور اُس کے اپنے لشکر کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے۔ یہ بادشہ کی راجت پر یہاں آیا تھا لیکن وہ اس کی آمد سے ایک ساعت قبل اپنا آخری سانس لے چکا تھا۔

تھوڑی دیر بعد زنجبخت و زنجبخت کی اجازت لے کر اٹھا تو یامین نے آہستہ سے اپنے نانا کے کان میں کچھ کہا۔ اللہ اشبات میں سر ملانے کے بعد زنجبخت سے مخاطب ہوا: یامین تمہاری بہن سے ملنا چاہتی ہے۔ آج اگر تم نہ آتے تو میں اُسے کافور اور نیلوفر کے ساتھ تمہارے گھر بھیجنے کی کوشش کرتا۔ اب تم اُسے یہاں لے آؤ۔ یامین ایک ہفتہ یہاں ہے گی اور میں چاہتا ہوں کہ اتنے دن ماہ باؤ بھی ہمارے پاس رہے۔

زنجبخت نے جواب دیا: جناب میں اُسے ابھی یہاں لے آؤں گا۔ اللہ کے تعین ہے کہ وہ اتنی دل کو بہت خوش ہوگی۔ پھر اُس نے سر جھکا کر فریبرز اور سروش کو سلام کیا۔ اس کے بعد جھجکے ہوئے یامین کی طرف دیکھا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ نیلوفر راستے میں کھڑی تھی اور اُس کے ہاتھ میں گلاب کے پھول تھے۔ وہ گلاب نیلوفر نے آگے بڑھ کر اُسے پھولوں کا گلدستہ پیش کرتے ہوئے کہا: لیجئے گلابوں کو گلاب کے پھول بہت پسند ہیں۔

زنجبخت نے گلدستہ پر ہنستے ہوئے کہا: لیکن وہ خود یہاں آ رہی ہے۔

کب؟

ابھی میں اُسے لینے جا رہا ہوں اور وہ چند دن یہیں رہے گی؟

آپ اُسے یہاں چھوڑ کر عاجز جنگ پیدا پس چلے جائیں گے؟

نہیں اب مجھے شاید کافی عرصہ مدائن میں رہنا پڑے۔

نیو فرکا اس پیرہ اچانک سرتوں سے لبریز ہو گیا۔ نہ بخت نے ایک تازی کے لئے اس کی طرف دیکھا اور کچھ کے غیر آگے چل دیا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ دیا کے کنارے کشادہ سرنگ پر اپنے گھر کا رخ کر رہا تھا تو اُسے ایسا عرس ہوا تھا کہ اس بھلی بھالی لڑکی کی دلی دلی مسکراہٹ اس عشی کے سیلاب میں گم ہو کر رہ گئی ہے جو اس نے یامین کے چہرے پر دیکھی تھی۔



اس کے بعد نہ بخت کے لئے عائن میں یامین کے قلم کا ایک ایک لمحہ سرمایہ حیات بن چکا تھا اور وہ اسی کے باریک رشتوں سے کترا کر مستقبل کی اُن منازل کی طرف دوڑنے کے لئے تیار تھا۔ یہیں آئینوں کے چرخ چمکتے تھے لیکن حسین اور شوخ لڑکی جس نے اس کے خواب و خیال کی دنیا میں مسکراہٹوں کے موتی بکیر دئے تھے۔ ایک ایسے آدمی کی فہمی تھی جسے وہ اپنا سب سے بڑا عرس خیال کرنا تھا۔ وہ گھنٹوں اور پھروں یامین کے متعلق سوچتا۔ پھر ایک ایک اُن گنت ہنسی اور مسکرائی ہوئی خیالی تصویریں کے درمیان فریروز کی سنجیدہ صورت دکھائی دیتی اور مستقبل کی عین منزل کے راستے خوف اور اندامت کے احساس میں گم ہو کر رہ جاتے۔

اوجی مستقر میں اپنے فرائض سے فادغ ہونے کے بعد وہ ہر شام سید جانپنے گھر جانے کا ارادہ کرتا لیکن راستے میں چند بار رنگ رنگ کر سوچنے کے بعد یامین کو دیکھنے کی خواہش اس کے لڑھوں پر غالب آجاتی اور وہ فریروز کے ہاں پہنچ جاتا۔ پھر وہ اُسے رات کے کھانے سے روک لیتے ایک رات کھانا کھانے کے بعد اس نے فریروز سے گھر جانے کی اجازت مانگی تو سردوش نے اچانک بول کر کہا: تم شطرنج کھیلنا جانتے ہو؟

"ہاں! اُس نے جواب دیا۔ لیکن میں اچھا کھلاڑی نہیں ہوں۔"

"بیٹے جاؤ! میں بھی کوئی اچھا کھلاڑی نہیں ہوں۔"

وہ میچے گید فریروز تھوڑی دیر اُن کا کھیل دیکھتا رہا۔ پھر وہ اچانک اُٹھا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔ نہ بخت نے پہل بازی جیتنے اور دوسری بازی ہارنے کے بعد گھر جانے کی اجازت مانگی لیکن

سردوش نے کچھ دیر اور کھیلنے پر اجازت کیا۔ یامین اور ماہ باؤ کوچہ دیر اُن کے پاس بیٹھیں۔ باؤ کوچہ نے کہا: چلو یہیں جم آؤ کم کریں۔ ان کا کھیل طویل آفتاب سے پہلے ختم ہو گا۔

وہ بالا خانے پر چلی گئیں اور اس کے بعد نہ بخت اور سردوش دیر تک فوڈے اینٹک کے ساتھ کھیتے رہے۔ اوجی رات کے قریب آخری بازی ہارنے اور کھیل ختم کرنے کے بعد سردوش نے کہا: میرا خیال ہے کہ اب تمہیں گھر جانے کی بجائے یہیں آؤ کم کرنا چاہیے۔

نہ بخت نے جواب دیا: نہیں اب مجھے اجازت دیجئے، گھر میں سہیل میرا انتظار کر رہا ہو گا۔

سردوش نے پوچھا: سہیل کون ہے؟

"وہ ہمارے علاقے کے ایک عرب کسان کا بیٹا ہے لیکن میں اُسے اپنا بھائی سمجھتا ہوں۔"

سردوش نے کہا: مجھے یقین نہیں آتا کہ موجودہ فوڈ میں کوئی عرب ایڑیوں کا دوست ہو سکتا ہے۔

نہ بخت نے جواب دیا: اُسے دیکھ کر آپ یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ وہ عرب ہے۔ میں نے اُسے

فوجی مدد سے میں داخل کر دیا تھا۔ اب بلاشبہ لڑکا تیر اندازی، نیزہ بازی یا تیغ زنی میں اُس کا استاد

نہیں ہو سکتا اور اُس کی تشکر سُن کر آپ یہ محسوس کریں گے کہ اُس نے ایک عرب کسان کی کسی ایرانی

دعائیں کے اُن پندش پائی ہے۔"

سردوش نے کہا: میں دعوئوں کے خلاف کئی جنگوں میں حصہ لے چکا ہوں۔ شام کے سرکوں میں

کئی عرب قبائل نے ہمارا ساتھ دیا تھا اور سب سے پہلی بار انہیں دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ یہ لوگ اتنا ہی نظم

جنگ کے طریقوں سے واقف نہیں تھے لیکن چند لڑائیوں میں شریک ہونے کے بعد وہ کسری کے لشکر کا

بہترین حصہ بن چکے تھے اور ہم یہ محسوس کرتے تھے کہ اگر حالات سازگار ہوں اور انہیں مقصد کے لئے

تعداد منظم رکھا جائے تو وہ کسی بات میں بھی ہارائوں یا دعوئوں سے پیچھے نہیں ہیں۔"

نہ بخت نے کہا: آپ اُس زمانے کی بات کر رہے ہیں جب ہم عرب کو ایک سیاست یا اہل عرب

کو ایک قوم نہیں کہتے تھے اور اُن کے درمیان قبائلی اور خانہ دانی منافرتوں کی دیواریں کھڑی تھیں جن

اب ایک نئے دین کے باعث وہاں ایک بڑی قوت ابھری ہے۔ عراق کے سرکوں میں مسلمانوں کا

تکم و ضبط دیکھ کر مجھے ایسا غم و غم ہوا تھا کہ انہوں نے برسوں کی خفیہ مرکز میں فوجی تربیت حاصل کرنے کے بعد ہم پر حملہ کیا ہے۔ ہماری فوج کے جن حوہ و دافوں نے دہلیوں کے خلاف شلم کے میدان میں جگمگائی تھیں وہ یہ کیا کرتے تھے کہ عرب قبائل صرف لڑائی کے شوق میں ہمارا ساتھ دیتے تھے لیکن فتوحات کے بعد جو کہ دشمنوں کی طرح شام کی بستیوں اور شہروں پر ٹوٹ پڑتے تھے لیکن اب عراق میں مسلمانوں نے ایسی دعائیات قائم کی ہیں جن کی مثال عرب ہی نہیں بلکہ ایران اور روم کے نامی کی تاریخ سے بھی نہیں ملتی۔ وہاں مغربہ علاقوں کی بستیوں اور شہروں کے باشندے انہیں اپنے بھائیات دہندہ اور مخالف خیال کرتے ہیں۔ یہ تو بعد میں معلوم ہوا کہ ان کے حقیقی عزائم کیا ہیں لیکن موجودہ صورت یہ ہے کہ عراق کے سرحدی قبائل کی ایک بڑی تعداد اپنی قسمت مسلمانوں کے ساتھ وابستہ کر چکی ہے ان کا دین بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے۔

سوشل لے کہا: اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کی غیر متوقع کامیابیوں نے ان کے حوصلے بہت کر دئے ہیں لیکن تم دیکھ کر کہ جو بھی انہیں کسی میدان میں شکست ہوگی اُسے عراق میں ان کے خلاف بغاوت کی آگ بجھ کر اُسٹھل لادہ ہی قبائل جنہوں نے مسلمانوں کو قہر بھرا کر گھٹکے ٹیک دئے ہیں ان کا پھیلنا کرنے میں ایرانی افواج کا ساتھ دیں گے۔

زنجبخت لے کہا: یہ درست ہے لیکن مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ ہم نے اپنے دشمن کو بہت زیادہ دھکیل دی ہے۔

سرور ش لے کہا: تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ ایران اور عرب کا مقابلہ ہاتھی اور چوٹی کا مقابلہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ شہنشاہ بہت جلد کوئی اہم قدم اٹھائیں گے۔



تھوڑی دیر بعد زنجبخت دیا کے کنارے کشادہ رنگ پر اپنے گھر کا رخ کر رہا تھا۔ اچانک سامنے سے ایک سولہ فوڈار ہوا اور وہ ایک طرف ہٹ گیا۔ سولہ نے اُس کے قریب پہنچ کر گھوڑا اٹکے ہوئے کہا: "اُذی۔ کنن اچھا جان؟"

"ہاں ہیل! لیکن تم اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو؟"

ہیل نے گھوڑے کی نکل پیٹ سے کودتے ہوئے کہا: آپ نے بہت دیر لگائی۔ میں فریبرز کے پاس آپ کا پتہ کرنے جا رہا تھا۔

زنجبخت نے سخت سے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: دیکھو ہیل! اگر کچھ بھی ہو رہ جائے تو تم سو جایا کرو۔

ہیل نے شکایت کے لہجے میں کہا: اگر مجھے یہ معلوم ہوا کہ آپ اتنی دیر سے اُمی کے قریب اس قدر پریشان نہ ہوتا مجھے ڈھکھا کر راستے میں کسی دشمن نے آپ پر حملہ نہ کر دیا ہو۔

زنجبخت نے ہنستے ہوئے جواب دیا: دائن میں میرا کوئی دشمن نہیں آئیندہ کبھی دیر ہو جائے تو تم یہ سمجھ لیا کرو کہ میں فریبرز یا کسی اور دوست کے ہاں ٹک گیا ہوں۔

"لیکن آپ یہ بھی تو کہہ سکتے ہیں کہ دائن میں دوستوں کو دشمنوں کو دوست بننے پر مجبور نہیں کرتے۔ زنجبخت نے جواب دیا: یہ بات میں نے کسی بادشاہ یا شہزادے کے دوستوں کے بارے میں

کبھی سنا۔ لیکن میں ایک عام آدمی ہوں۔ اب چلو۔

ہیل نے کہا: آپ گھوڑے پر سوار ہو جائیں، میں آپ کے پیچھے آتا ہوں۔

"نہیں میں پیدل چلا جا رہا ہوں۔"

"تو میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا۔"

ہیل تھوڑی دیر گھوڑے کی باگ پر کڑوا خوشی سے زنجبخت کے ساتھ چلتا رہا۔ بالآخر اُس نے کہا: "بھائی جان! ماہ بانو کب تک فریبرز کے ہاں ٹھہریں گی؟"

زنجبخت نے جواب دیا: فریبرز کے وہاں چار دن بعد یہاں سے چلے جائیں گے اور پھر وہ بھی گھر آجائے گی۔

ہیل نے چوچھا: بھائی! آپ کے میرے تسن کسی سے بات چیت کی ہے؟

"کیسی بات؟"

"آپ نے وعدہ کیا تھا کہ مجھے مکتبے فارغ ہونے کے بعد باقاعدہ فوج میں لے لیا جائے گا۔"

"مجھے اپنا وعدہ یاد ہے۔ لیکن تم ابھی بہت چھوٹے ہو تمہیں کم از کم ایک سال اور صبر کرنا پڑے گا۔"

لیکن اگر ایک سال بعد جنگ ختم ہو گئی تو؟

اگر ختم ہو گئی تو بھی فوج میں پونہار والوں کی ضرورت ختم نہیں ہوگی۔

لیکن اب عجب میں میرا کوئی کام نہیں رہا اور میرے استاد دیکھتے ہیں کہ مجھے اب صرف کسی میدان جنگ کا عملی تجربہ حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ دیکھئے مجھے چھوٹے قادیانیت کردار جسم کے لڑنے جنہیں ہر مقابلے میں اتارے چکا ہوں، فوج میں جابکے ہیں۔

لیکن وہ بڑی عمر کے ہوں گے۔ سوسہیل! جنگ کوئی اچھی چیز نہیں ہوتی، جولوگ کے سپاہی کہلاتے کے شوق میں گھر سے نکلتے ہیں، انہیں جنگ کا عملی تجربہ حاصل کرنے کے بعد ہمیشہ اس بات کا اندیشہ ہوتا ہے کہ کاش ہم اس قدر جلد بازی سے کام نہ لیتے اور کسی کے ایام سیر و تفریح میں گزارتے۔ اب ہمیں فوج میں کوئی اچھا عہدہ حاصل کرنے کے لئے زیادہ عرصہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ مگر ہمیں دانی میں رہ کر گناہاٹ محسوس ہوتی ہے تو میں تمہیں کہیں بائرنج سکتا ہوں۔ فریڈرک کا داماد تین چار دن تک واپس جا رہا ہے۔ اُس کا گھر نقصان میں ہے اور یہ بہت ناخوشگوار واقعہ ہے۔ میں دیکھ کر شش کروں گا کہ وہ تمہیں ساتھ لے جائے۔ سہیل نے مل جل کر احتجاج بن کر کہا: نہیں جان! میرے لئے دنیا کا کوئی اند شہر مدائن سے بہتر نہیں ہو سکتا۔

اوسے تم میرا مطلب نہیں سمجھ سکتے۔ سوسہیل! اس کی بیٹی بھی جا رہی ہے اور میرا خیال ہے کہ اُن کے ذاتی لوگوں کے علاوہ فریڈرک کے چند سپاہی بھی راستے میں اُن کی حفاظت کے لئے بھیجے جائیں گے اور میں اُسے کہوں گا کہ تم ایک بہترین سپاہی کی ذمہ داریاں پوری کر سکتے ہو۔

بھائی جان! سہیل نے اپنے دل میں دھڑکنیں محسوس کرتے ہوئے کہا: وہ مجھے دیکھ کر تو نہیں کہیں گے کہ میری عمر بہت چھوٹی ہے۔

نہیں جب میں انہیں یہ بتاؤں گا کہ تم ایک ہوشیار، بہادر اور قابل اعتماد جوان ہو تو وہ تمہاری عمر کے متعلق نہیں پوچھیں گے؟

بھائی جان! سہیل نے قد سے وقفہ کے بعد پوچھا: کل آپ اُن کے پاس جاؤ گے؟

اُن میں ہر روز اُن کے پاس جایا کروں گا۔

آپ انہیں میرے متعلق یہ کہنا بھول تو نہیں جائیں گے کہ وہ مجھے چند دن کے لئے ساتھ لے جائیں؟

نہیں تم اس بات کی تسلی رکھو کہ تم اُن کے ساتھ جا رہے ہو۔

سہیل کچھ دیر خاموشی سے ذرا نجات کے ساتھ چلتا رہا۔ پھر اُس نے سوال کیا: بھائی جان! مصنفان یہاں سے کتنی دور ہے؟

مصنفان بہت دور ہے، تمہیں کئی دن سفر کرنا پڑے گا۔

مصنفان کے راستے میں چوراہہ ڈاکو بھی ہوتے ہوں گے؟

چوراہہ ڈاکو ہر راستے میں ہوتے ہیں۔

پھر میں ایک فالتو ترکش بھی ساتھ لے جاؤں گا۔

وہ کس لئے؟

ڈاکوؤں کے لئے۔

ڈاکو سروس جیسے آدمیوں پر حملہ نہیں کرتے۔

لیکن یہ تو ہو سکتا ہے کہ راستے میں کسی علاقے کا سردبان یا کسی شہر کا حاکم اُن کا دشمن ہو اور وہ۔۔۔

ذرا نجات نے مذاق سے اُس کی بات کاٹتے ہوئے کہا: سروس فریڈرک کا داماد ہی نہیں بلکہ اپنے علاقے کا ایک بہت بڑا سردار ہے اور اُس کے ایک ہزار سپاہی ہر وقت اس کے اثر و رسوخ پر جان دینے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

سہیل کو باقی راستہ اس موضوع پر مزید سب کشائی کی جزا نہ ہوئی، تاہم اُسے اس بات کا طحال

تھکا کر اُسے مصنفان کے طویل سفر میں بھی اپنے سپاہیانہ جوہر دکھانے کا موقع نہیں ملے گا۔



اگلے روز ذرا نجات فریڈرک کے گھر پہنچا تو آفتاب غروب ہو رہا تھا۔ جب وہ ڈیورم سے اُٹھے

پیش باغ میں داخل ہوا تو یہاں سہیل اچانک انارک اور انجیر کے درختوں سے نکل کر اُس کے سامنے آ گئی۔

”رُک گیا اور مغذیب ساہوکر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ یاسین مسکراتی ہوئی آگے بڑھی پھر ٹکایک اُس کی نگاہیں جھک گئیں اور اُس نے سنجیدہ ہو کر کہا: ”آپ اپنی بہن کو تلاش کر رہے ہیں؟“

”ڈن ! وہ کہاں ہے؟“

۱۰۰ نیلوفر کے ساتھ سواض کے کنارے جیہ گئی تھی اور میں ذرا گھومنا چاہتی تھی ۱۱

”اچھا آپ میری کس نہ ندرت پر کہہ کر آگے بڑھا۔ لیکن یا مہین نے کہا: ”ابا جان لہذا مہین ابھی گھر پر نہیں ہیں وہ کسی دوست کے گھر گئے ہیں۔ بھوٹی دیر تک واپس آجائیں گے۔“ ندرت رگ گیا۔ ایک طرف سے نیلوفر کی آواز سُنائی: ”یا مہین، یا مہین!“

یاسمین نے شرارت اسیرِ قسم کے ساتھ زنجبت کی طرف دیکھا اور بھاگ کر ایک درخت کی اوٹ میں چلی گئی۔ نیلو فر نے دوبارہ آواز دی تو یاسمین نے جھکی ہوئی ٹہنیوں سے سر نکال کر زنجبت کی طرف دیکھا اور اپنے ہونٹوں پر اٹھکی دکھتے ہوئے پھر درخت کے پیچھے ردپوش ہو گئی۔ پھر ناہ بانو کی آواز آئی۔

”نیلو فر تم شور کیوں مچا رہی ہو؟ وہ اندر چلی گئی ہوگی۔ چلو“

زیرِ نعت چند تائیں یا میں کے دے دے قہقہے سُنا رہا۔ پھر اُس نے کہا: یا میں اب تمہیں
پچھنے کی ضرورت نہیں۔ وہ واپس جایا ہی میں۔

یامین کے قبضے غارتش ہو گئے۔ زربخت نے قبر سے وقف کے بعد آہستہ سے آواز دی۔
 ”یامین! لیکن کوئی جواب نہ آیا تو وہ آپس میں ملے ہوئے درختوں کے نیچے جھک کر آگے بڑھا۔ یامین
 چند قدم دور کھڑی سسکا رہی تھی۔ زربخت واپس مڑنا چاہتا تھا لیکن یامین کی مہیاک نگاہیں اُس کے
 پلاس کی زنجیریں بن گئیں۔ ایک لمحہ کے لئے وہ تذبذب کے عالم میں کھڑا رہا پھر اچانک اُس کا دل
 دھڑکنے لگا۔ وہ جھجکا ہوا آگے بڑھا۔ یامین کی نگاہیں جھک گئیں۔

زورِ غمت نے بڑی مشکل سے کہا: یا حسین! یہ خیال تھا کہ تم چھپ کر گھر پہنچ گئی ہو۔ اُس نے گردن اٹھائی اور پھر اُن کی دنیا، ایک دوسرے کی رفاقت کے احساس تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ ایک سیاحِ احساس جس کی ترجمانی کے لئے الفاظ کی ضرورت نہ تھی اُن کے نزدیک انجینٹ کے پڑے اٹھ چکے تھے۔

یاسمیں نے کہا: میرا خیال تھا کہ میں اصفہان جانے سے پہلے آپ کو یہ نہیں بتا سکوں گی کہ مجھے آپ کا انتقال ہے گا یا تعجب کہتے تھے کہ انہوں نے آپ کو اصفہان آنے کی دعوت دی ہے آپ آئیں گے نا؟
 فریخت مسکرایا: یہ سوال تم اُن کے جاننے بھی پہنچ سکتی تھیں۔ میں ضرور آؤں گا۔

”آپ بھول تو نہیں جائیں گے؟“
”تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہیں بھول نہیں سکوں گا۔ لیکن.....“

۸۔ ”لیکن کیا؟“ یاسمین نے مضطرب ہو کر کہا: ”کچھ نہیں اب چلو۔“
 یاسمین نے اپنے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے اُس کا بازو تھام لیا۔ ”بولے آپ فارش کیو۔“
 ”گئے۔ کیا میں اس قابل نہیں ہوں کہ آپ مجھے یاد رکھ سکیں۔“

ذرا محبت نے آخری بار سنبھالنے کی کوشش کی۔ یاسمین تم فریاد کی نواسی اور سروش کی بیٹی ہو اور
 ہمارے درمیان کئی دروازے پہاڑ ہیں۔ یہ سوچ بھی نہیں سکا کہ مستقبل کے کسی اُفق سے آگے ہمارے
 راستے ایک ہو سکتے ہیں۔

یہ سمجھنے کے ساتھ لگا دیا اور لڑتی ہوئی آواز میں کہا: میں صرف یہ جاننا چاہتی ہوں کہ آپ میرے ہیں۔"

ترنجت نے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا: یا کمین! یا کمین! تمہارے نانا، تمہارے ابا
کیا کہیں ہے؟

”آپ اُن سے ڈرتے ہیں؟“
”تمہیں اُن سے خوف محسوس نہیں ہوتا؟“

ہیں۔ میں اُن کی باتیں سُن چکی ہوں۔“

بلکہ وہ مجھے قائل عزت سمجھتے ہیں لیکن فرض کر دوہ ایمانک یہاں اجماعیں اور بھلی باتیں سنیں تو کیا خیال کریں گے

یاسمین نے جواب دیا: میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ وہ نہیں دیکھ کر بھاگے یا کنوئیں میں چھلانگ لگنے کی کوشش نہیں کروں گی۔

زندہ بخت نے شکست خوردہ لمحے میں جواب دیا: یاسمین! تم ہر لمحہ سے ایک تہہ زادی ہر اوڑھری حیثیت ایک نئے ہرنے سناڑ سے زیادہ نہیں لیکن اگر قدرت کا کوئی معجزہ مجھے اس قابل بنائے کہ میں تمہارے نانا اور تمہارے باپ کے سامنے کوئی جھجکاؤ نہ علامت عروس کے بغیر اپنی خواہشات کا اظہار کر سکوں تو میرا پہلا اور آخری سوال تمہارے متعلق ہوگا لیکن اس وقت میرے دل کی دھڑکنیں یہ کہہ رہی ہیں زندہ بخت! بغیر زندگی فراہمی ہیئت نادران بہت خوبصورت اور بہت رحمدل ہے لیکن وہ تمہارے لئے نہیں تم یوقوف نہ بنو یہاں سے بھاگ جاؤ۔ جب سروس کی میٹی مصنفان پہنچ جائے گی تو اسے یہ یاد بھی نہیں ہے گا کہ تم کون تھے۔

”نہیں! آپ کے دل کی دھڑکنیں یہ کہہ رہی ہیں کہ اب آپ بھاگ نہیں سکتے۔ یاسمین بہت بد صورت ہے لیکن آپ کی بھینچا نہیں چھوٹے گی۔ وہ یہ کہہ کر منہ پری لڑی اور اس فضا میں اُس کے نفرتی قہقہوں سے ریزہ ریزہ لگیں۔

یاسمین! یاسمین! مکان کی سمت سے نیلوفر کی آواز سنائی دی۔

نیلوفر یاسمین نے برم بر کر کہا: اس یوقوف لڑکی کو دم ہو گیا ہے کہ اس بارغ میں پھرنے لگے ہیں۔

زندہ بخت نے کہا: تم جاؤ یا یاسمین!

”اب وہ آپ سے... میں اب واپس جاؤں گا۔“

”نہیں جب تک نانا جان نہیں آتے آپ نہیں جاسکتے۔“

”اچھا چلو!“

”وہ چلائے، درختوں سے نکل کر انہیں نیلوفر اور ماہ بانو دکھائی دیں۔ یاسمین نے غصہ سے آگے بڑھ کر کہا: نیلوفر! تم شو کیوں مجا رہی ہو؟“

نیلوفر بھاگ کر آگے بڑھی لیکن یاسمین کے پیچھے زندہ بخت کو دیکھ کر ٹھٹھک گئی۔ پھر اُس نے شہادت کے جے میں کہا: آپ کہاں غائب ہو گئی تھیں!

اُس نے ہنستے ہوئے جواب دیا: میں وہاں میں چھلانگ لگنے چلی گئی تھی اور یہ مجھے دتے سے اسی لئے آئے ہیں۔

ماہ بانو نے آگے بڑھ کر کہا: تمہیں نیلوفر کو پریشان نہیں کرنا چاہیے۔ اُس نے مکان کا ایک ایک کرا چھان مانا ہے۔

یاسمین بولی: سچ کہہ نیلوفر! تم واقعی پریشان تھیں؟

نیلوفر نے جواب دینے کی بجائے منہ پھیرا، لیکن جب یاسمین آگے بڑھ کر اُس کے ساتھ پیشانی تودہ بھی اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکی۔



چند منٹ بعد زندہ بخت ملاقات کے کمرے میں یاسمین اور ماہ بانو کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔

یاسمین نے کہا: ارے میں آج ایک بات پوچھنا بھول گئی تھی۔ حسان کون ہے؟

اگر کمرے میں اپنا ایک کوئی ڈاکو تنگی تو اسے داخل ہو جاتا تو بھی ماہ بانو اور اُس کا بھائی اس قدر پریشان نہ ہوتے۔ بہن ماہ بانو کی کچھ دیر جواب طلب لگا ہوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے اور پھر ان کی نگاہیں یاسمین کے چہرے پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔

یاسمین نے ماہ بانو سے مخاطب ہو کر کہا: گزشتہ رات آپ نے عیند کی حالت میں دو تین بار کسی کو ”حسان“ کہا کہہ کر آوازیں دی تھیں اور صبح مجھے یہ پوچھنا یاد نہ رہا کہ حسان کون ہے؟

ماہ بانو اضطراب کی حالت میں اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور زندہ بخت نے کہا: حسان ہمارا ایک بدترین دشمن تھا۔

یاسمین نے کہا: لیکن آج اپنے بدترین دشمنوں کو خواب میں استودر بتوڑ ہو کر آوازیں نہیں دیتے۔

ماہ بانو اچانک کمرے سے نکل گئی اور یاسمین مضطرب بنی ہو کر کچھ دیر زندہ بخت کی طرف دیکھتی رہی۔

پھر اُس نے اٹھ کر کہا: مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ اس قدر پریشان ہوگی۔ اور نہ میں اُس کے سامنے یہ بات

دلیتی۔ میں اُسے بلا لاتی ہوں۔

نیلوفر نے نہیں آتم بیٹھ جاؤ۔ اس وقت اسے پریشان کرنا مناسب نہیں تھے جس آدی کا نام لیا تھا۔

ہم اپنے باپ کا قاتل سمجھتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ماہ بانو نے خواب میں اُس سے رحم کی درخواست کی ہو؟
 یاسمین نے کہا: مجھے افسوس ہے۔ کاش میں اُسے یہ خواب یاد نہ دلاتی۔ وہ زندہ ہے؟
 ”مجھے معلوم نہیں۔“

”آپ کی بہن کو کہیں اس بات کا رنج تو نہیں کہ اپنے اپنے باپ کے قاتل سے انتقام نہیں لیا؟“
 ”اگر وہ زندہ ہے تو میری بہن کو زیادہ عرصہ اس بات کا افسوس نہیں رہے گا۔ میں اُس کے پاس
 جاتا ہوں۔“ زنجبت نے یہ کہہ کر اٹھا اور کمرے سے نکل کر بالا خانہ کی سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر
 بعد وہ ماہ بانو کے کمرے میں کھڑا تھا۔ وہ سر جھکائے کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔

زنجبت نے آگے بڑھ کر اُس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: ”میری بہن تمہیں اس قدر پریشان نہیں
 ہونا چاہیے تھا۔ یاسمین نے شرارت سے اُس کا ذکر نہیں کیا تھا، اُسے کیا معلوم کہ جہان کون تھا؟“
 ماہ بانو نے اپنے بھائی کی طرف دیکھا۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔

زنجبت کچھ دیر خاموش کھڑا رہا پھر اُس نے کہا: ”یاسمین کو تمہارے متعلق کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی۔
 میں نے اُسے سمجھا دیا ہے کہ حسان ہمارا بدترین دشمن تھا۔ وہ آئندہ تمہارے سامنے اُس کا ذکر نہیں کر سکتی
 اب نیچے چلو!“

”بھائی جان آپ بائیں۔ میں ابھی آتی ہوں۔“



تیسرے روز صبح زنجبت ہسپتال کے ساتھ فریڈز کے گھر پہنچا تو بیس مسلح آدمی جو سردش کے
 ساتھ اصغیان جانیے تھے اور دروازے سے باہر اپنے گھوڑوں کی باگیں تھامے کھڑے تھے۔ سالان سے
 لڑے ہوئے کٹھ اؤٹ دس مسلح سواروں کی حفاظت میں ایک ساعت قبل روانہ ہو چکے تھے۔ زنجبت اپنے
 گھوڑے سے اتر کر اُس کی داگ ایک ڈاکر کے ہاتھ میں دیتے ہوئے ہسپتال کی طرف متوجہ ہوا۔ ہسپتال میں
 ٹھہرے میں ابھی آتا ہوں۔ سادہ سنو میں تمہیں پھر ایک بار ڈاکر کرتا ہوں کہ تمہیں کسی حالت میں بھی ان لوگوں سے
 سامنے اپنے بھائی کا ذکر نہیں کرنا چاہیے اور تمہیں کسی کے سامنے بالخصوص فریڈز کی بیٹی کے سامنے اپنی

مرگشت بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔“

ہسپتال نے جواب دیا: ”بھائی جان آپ مطمئن رہیں۔ مجھے آپ کی نصیحت نہیں بھولے گی۔“
 زنجبت کچھ اور کچھ بغیر دروازے کی طرف بڑھا تو چند قدم دودھ سروش اور فریڈز دکھائی دیئے اُن
 کے پیچھے یاسمین، نیلوفر اور اُس کے والدین آ رہے تھے۔ وہ دگ گیا۔ تھوڑی دیر بعد سروش یاسمین اور اُن
 کے محافظ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔

زنجبت نے سروش سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: ”میں ہسپتال کرنے آیا ہوں اور اُسے اصغیان دیکھنے
 سے زیادہ اس بات کی خوشی ہے کہ اُسے پہلی بار فوجی مکتب سے باہر کوئی خرد دہی سونپی گئی ہے۔ ہسپتال
 جنگ میں شریک ہونے کے لئے بے قرار ہے لیکن فوج میں کوئی اہم عہدہ حاصل کرنے کے لئے غیر کفیل
 نہیں۔ اگر اسے اصغیان کی آب و ہوا اس آگئی تو کچھ عرصہ آپ کے پاس رہے گا۔“

سروش نے ہسپتال کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: ”میں نے اپنا شکر تیار کرنے کے لئے دو ماہ کی ٹھہرت
 مانگی ہے اور اس عرصہ میں ہم اسے اُداس نہیں ہونے دیں گے۔ اگر مجھے شہنشاہ کا بلاوا آ گیا تو میں اسے
 اپنے ساتھ لے آؤں گا۔ لیکن اگر سلازوں کے ہماری جنگ اس سے پہلے ہی ختم ہو گئی تو اصغیان میں کسی
 کے کوئی سامان موجود ہوں گے۔ اگر یہ اچھا کام ہے تو میرے ہسپتال میں بہترین گھوڑے ہیں اور اگر ایک
 اچھا تیراٹاز یا فیزو باز ہے تو میں اپنے شکر میں بھی اسے کوئی سوزوں عہدہ دے سکوں گا۔ اس صورت میں
 اسے فواد میں رہنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔“

زنجبت نے یاسمین کی طرف دکھائی اُسے کچھ کھنکھراتے ہوئے۔ دو مسکراہٹیں تھیں اور اس
 کے ساتھ ہی اُس کی خوبصورت آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔ سروش نے گھوڑے کو ایڑ لگائی باؤ
 مختصر سا قافلہ نماں سے چل پڑا۔

پای

انفشار دینے فرات کے کنارے ایک سہم بجلی مرکز تھا اس پر قبضہ کرنے کے بعد خالد بن ولید نے مقامی مہجروں کے کشیاں حاصل کیں اور چند دستوں کے ساتھ مدینہ کے راستے حیرہ کا رخ کیا۔ حیرہ عراق کے میدان قبائل کا مرکز تھا اور اس کے ایرانی گورکانہ نام آباد تھا۔ خالد بن ولید کے لشکر نے بھی زیادہ فاصلہ طے نہیں کیا تھا کہ اہل حیرہ نے چند میل اُدھر مدینہ کے بندے پانی بوک کر نہروں میں پھونک دیا اور کشیاں کرتے ہوئے مدینہ کے دھل میں پھنس کر رہ گئیں۔ خالد چند جانبانوں کے ساتھ کشی سے اُتر کر بند کی طرف بڑھے اور وہاں آزاد بکے بیٹے کی راہنمائی میں مدینہ کا پانی دھکنے والے ایرانی دستوں پر حملہ کر دیا۔ حیرہ کے حاکم کا بیٹا مارا گیا اور ایرانی چند ویش چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ مدینہ کا پانی کھلانے کے بعد خالد بن ولید دوبارہ اپنے لشکر سے آئے اور کشیتوں پر سفر کرتے ہوئے خود قح کے قریب پہنچ گئے۔ پھر انہوں نے کشیتوں سے اُتر کر بچے کے بعد دیگرے خود قح اور نجف پر قبضہ کر لیا اور اس کے بعد حیرہ کے سارے دیوے ڈال دیے۔

آزاد بک کو کسری اللہ شیر کی موت اور اُس کے بعد اپنے بیٹے کی ہلاکت کی خبر ملی تو اُس نے حیرہ سے دو فرار اختیار کی اور اہل حیرہ شہر کے گرد چار قلعوں میں محصور ہو کر بیٹھ گئے۔ لیکن مسلمانوں کی ہیبت کا یہ عالم تھا کہ وہ نہ زیادہ دیر مزاحمت نہ کر سکے۔ میدان قبائل کے وسطوں لادکیس کے اکابر کا ایک وفد خالد بن ولید کے پاس حاضر ہوا اور انہوں نے صلح کی شرائط قبول کرنے کے بعد قلعوں کے دروازے کھول دیے۔

حیرہ میں مسلمانوں کے پُلاس درختے اور اُس کے بعد صلح کی شرائط پورا کرنے میں اُن کی مستعدی اور دیانتداری سے مقامی عربوں کا ساثر ہونا ایک قدتی امر تھا۔ ماضی کے ادوار میں صرف یہ دیکھا گیا تھا کہ دو متحد قبائل کے درمیان صلح کے معاہدوں کی شرائط ہمیشہ طاقتور یا بادست فریق کی خواہشات کی

ترجہائی کرتی تھیں۔ مگر وہی یا بے بسی کا احترام کرنے والوں کو معدوم و بین کی تمام آزادوں سے محروم کر دیا جاتا تھا۔ پھر معاہدے کی عبارت کے وہ الفاظ جو زبردستوں کے انسانی حقوق کی کوئی ضمانت دے سکتے تھے انہیں غائب آنے والا فرق ہر وقت اپنی قوم کی نوک سے کھرچ سکتا تھا۔ لیکن حیرہ کے معاہدے میں مقامی لوگوں کو محفوظیات دینے گئے تھے یا اُن کے جان و مال، مذہب اور شریعت کی حفاظت کے لئے جو ذمہ داریاں مسلمانوں نے قبول کی تھیں اُن کے باعث ہاتھ کا وہ پُر نہ جس پر خالد بن ولید نے دستخط کئے تھے۔ ایک ایسی دھال تھی جس کے سائے میں پناہ لینے والے ایک اندوہناک ماضی کی تارکیوں سے نکل کر ایک روشن مستقبل کی طرف دیکھ سکتے تھے۔ اُن سے جو جزیرہ یا ٹیکس وصول کیا جاتا تھا وہ ان حاصل سے بہت کم تھا جو وہ اپنے ایرانی آقاؤں کو ادا کرتے تھے۔ پھر جس طرح غریب اور نادار ذمیوں کو بھی جزیہ کی ادائیگی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا تھا۔ اگر بڑھے اور مندور لادولت اور تقیم مسلمان کو میت المال سے وظائف دئے جاتے تھے اُسی طرح ذمیوں کو بھی وظائف دئے جاتے تھے۔ قانون کی نگاہ میں ایک مسلمان اور ذمی کی جان اور عزت کی قیمت یکساں تھی۔ اگر ایک ذمی کسی مسلمان کے ہاتھ سے قتل ہو جاتا تو اُس کا قصاص لینے کی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی تھی۔ اگر حکومت کا کوئی عہدہ دار ذمیوں کے ساتھ سختی سے پیش آتا تو اُسے قابلِ نذر دیا جاتا تھا۔ اہل حیرہ صدیوں تک ایرانی استبداد کی چکی میں پسنے کے بعد پہلی بار یہ محسوس کر رہے تھے کہ وہ انسان ہیں اور انسانوں کی طرح زندہ رہنے کا حق رکھتے ہیں۔ مسلمانوں کے اس حسن سلوک کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب خالد بن ولید نے دوسرے علاقوں کی طرف پیش قدمی کی تو اہل حیرہ کو دیکھا دیکھی عراق کے باقی قبائل نے بھی یکے بعد دیگرے مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی۔ خالد بن ولید نے ان علاقوں کا نظم و نسق سنبھالنے کے لئے اُمراء مقرر کئے اور جگہ جگہ فوجی چوکیاں قائم کر دیں۔

فوجی اہل حیرہ کے ساتھ حضرت خالد بن ولید جو معاہدہ کیا تھا اُس کی چند سطحوں پر ہیں:۔ اور میں سنے اُن کو یہ حق دیا کہ اگر کوئی بڑھاکام کرنے سے منع ہو جائے یا اُس پر کوئی آفت آجائے کہ وہ پہلے دو تہہ تھا کہ پھر غریب ہو گیا اور اس دہرے اُس کے ہم مذہب اُسے عزت دینے لگے تو اُس کا جزو معاف کر دیا جائے گا۔ اور اُس کو اُنہ اُس کی اولاد کو مسلمانوں کے بیت المال سے نفقہ دیا جائے گا۔

اس کے بعد انہوں نے قعد بن عمرو بن حمرہ میں اپنا قائم مقام مقرر کیا اور ایران کی ان افواج کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہو گئے جو انہیں جہنم پر ہی تھیں، انبار کے مخالفوں نے شدید مزاحمت کے بعد تھیار ڈال دئے۔ خالد بن ولید نے اگلی منزل عین التمر میں یہ علاقہ ذخیرہ یزیدوں کے آگے صحرائے شام کی سرحدوں کو چھوڑا تھا اور اس کا حاکم ایران کے مشہور جنرل بہرام جوہی کا بیٹا مہران تھا۔ عین التمر کی بیشتر آبادی بنی تغلب اور ایاد کے بدوی قبائل پر مشتمل تھی جو دیارے فرات سے آئے تھے اور شام تک پھیلے ہوئے تھے۔ انہی میں ان خانہ بدوشوں کی چراگاہیں روم اور ایران کی سلطنتوں کے درمیان متبادل کا کام دیتی تھیں۔ جیروہ کے نئے در شام کے غسانی حکمرانوں کے تصادم کے ایام میں یہ لوگ کبھی ایک اور کبھی دوسرے کے حلیف بن جاتے تھے۔ اپنے بدویانہ امور و خصاآن کے باعث یہ لوگ عراق اور شام کے اُن متحدین قبائل کی نسبت زیادہ آزاد تھے جو مستقل طرہ پر کسری یا قیسر کی رعایا بن چکے تھے۔

خالد بن ولید کو عراق کی سرزمین میں داخل ہوتے ہی عین التمر میں ایرانی افواج کے اجتماع کی خبریں پہنچیں اور انہیں یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ مہران خانہ بدوش قبائل کو بھی اپنے ساتھ لہا چکا ہے اس لئے قنارہ مستقر میں ایران کی جنگی تیاریوں کا ایک ہی مقصد ہو سکتا تھا اور وہ یہ کہ جب مسلمان مدائن کا رخ کریں تو عین التمر میں جمع ہونے والی افواج جنوب شرق کی سمت پیش قدمی کر کے ان کے عقب میں پہنچ جائیں اور جب دہراور اُت کے درمیان کسی قدر پر فیصلہ جنگ شروع ہو تو عباس کی جانب سے مسلمانوں کے رستہ دھماکے کے تمام راستے کٹ چکے ہوں۔ یہی ایک دن مہران کو چانک۔ یہ اطلاع ملی کہ مسلمانوں کا لشکر عین التمر میں نہ رہا ہے۔ اس نے بدوی قبائل کے لشکر کو شہر سے چند میل دور خالد کے رستہ روکنے کی ترغیب دی اور خود یزید کے لشکر کے ساتھ عین التمر کے قریب فزوکش ہو گیا۔ بدوی افواج کا رہنا عقبہ بن ابی عتبہ تھا اور یہ وہی وہی کے ساتھ یہاں تھے۔ یہاں تھا کہ عربوں کے ساتھ پیش قدمی جانتے ہیں۔ لیکن جب جنگ شروع ہوئی تو قعد کے لشکر کی بہت بھڑوں کے اس ولید سے زیادہ تھی جو چاندوں طرف سے شیریں کے زرخیز آبیانہ ہو۔ ایک ساعت کے اندر عقبہ گرفتار ہو چکا تھا اور اس کے ساتھ مہران بھی مار چکا تھا۔ بدوی قبائل کو شکست دینے کے بعد خالد بن ولید

نے قعد کا محاصرہ کیا اور ایرانیوں نے چند دن محصور رہنے کے بعد تھیار ڈال دئے۔



عین التمر کی شکست کے بعد ایرانیوں کے لئے دوسری اہم خبر یہ تھی کہ خالد بن ولید وہاں سے پہلے کسی نامعلوم منزل کی طرف روانہ ہو گئے ہیں اور سلطنت کے امیر اور فوجی سربراہوں کی زبان پر ایک ہی سوال تھا کہ وہ کہاں گئے ہیں؟ ایران کے جاسوس صرف یہ بتا سکتے تھے کہ جو لشکر خالد بن ولید کی قیادت میں عین التمر سے نکلا تھا۔ اس کا رخ جنوب کی طرف تھا، لیکن جنوب میں کسری کی سلطنت کا کوئی اہم شہر یا قلعہ تو درکنار کوئی بستی بھی ایسی نہ تھا جس پر قبضہ کرنے کی خواہش خالد جیسے عظیم جنرل کو آلودہ سفر کر سکتی تھی۔ وہاں ایک وحشت ناک صحلو کے سوا کچھ نہ تھا۔

ایرانیوں کے نزدیک خالد صرف ایک دلاور سپاہی یا جنرل ہی نہ تھے بلکہ اس بخت کے علو بعد ولوں کے امین اور ترجمان تھے جس نے شہنشاہوں اور غلاموں کی دنیا میں صلہ و مساوات کا پرچم بڑھایا تھا۔ چنانچہ عین التمر سے پہلے کسی نامعلوم منزل کی طرف پیش قدمی کی اطلاع سننے کے بعد عربوں کے جوہر نیوں سے بے کرسی کے ایران تک ہر باشندہ ایرانی کی گفتگو کا یہی موضوع تھا کہ جنوب کی شکست خالد بن ولید کی پیش قدمی کا مقصد کیا ہے؟ کیا وہ ایران کے خلاف کوئی اور جگہ لڑنے کا ارادہ ترک کر کے واپس چلے گئے ہیں؟ یا کوئی ایسی جگہ چال ہے جو ایران کے آرزوؤں کا جزئیوں کی سمجھ میں نہیں آسکتی؟ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ مدائن کی طرح دینے میں ہی کوئی ایسا انقلاب آچکا ہو جس کی وجہ سے وہ واپس جانے پر مجبور ہو گئے ہوں؟ ایران کے جن جاسوسوں پر اسلامی لشکر کی نقل و حرکت سے باخبر رہنے کی ذمہ داری عائد ہوتی تھی ان کی آخری اطلاع یہ تھی کہ وہ صحرائے شام کی بھیانک و مستوحشیں خالد بن ولید کے لشکر کی رفتار کا ساتھ نہیں دے سکے۔

اہل مدائن جس قدر کسی نامعلوم منزل کی طرف خالد کی روانگی پر خوش تھے اسی قدر پریشان تھے۔ پھر چند دن بعد انہیں یہ اطلاع ملی کہ خالد بن ولید عین التمر سے تین سو میل دور رومہ الجندل پر حملہ کر چکے ہیں۔ شام کے راستے میں صحرائی بستی ان بدوی قبائل کا مرکز تھی۔ انہوں نے زیر اثر ہونے کے باعث

ان حالات میں دوبار خلافت سے خالد بن ولید کو دوسرے الجندل کی طرف پیشقدمی کا حکم ملا اور اس کے ساتھ ہی عیاض بن غنم کا لڑائی اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پھر محارمے شلم کی دو عسکین اُن کی رفتار کے سامنے مٹ گئیں۔ ایک بعد صبح کے آفتاب کی ابتدائی کرنیں طلوع سے باہر بدی قبائل کو اسلام کے شیروں کے سامنے تتر بتر ہوتا دیکھ رہی تھیں اور تیسرے پہر دوسرے الجندل کا وہ حصار فتح ہو چکا تھا جس کے محافظ قرینہ یا ایک سال سے عیاض بن غنم کا مقابلہ کر رہے تھے۔



خالد بن ولید نے ایک ماہ دوسرے الجندل میں قیام کیا۔ پھر انہیں یہ اطلاع ملی کہ عین احمد شمسیت کا کر بھاگنے والے قبائل حصید میں جمع ہو رہے ہیں اور ایران کی افواج بھی وہاں پہنچ چکی ہیں۔ چنانچہ وہ یغادر کرتے ہوئے عین التمرینچے اور وہاں سے قعقاع بن عمرو کی قیادت میں ایک لشکر حصید کی طرف روانہ کر دیا۔ قعقاع نے ایرانی اور عرب قبائل کے لشکر کو شکست دی اور حصید پر قبضہ کر لیا۔ شکست خوردہ دشمن نے عراق کے ایک اور شہر خنافس میں پناہ لینے کی کوشش کی لیکن قعقاع کی پیشقدمی کی خبر سن کر وہ بھاگ نکلے۔ اس کے بعد ایرانیوں اور اُن کے عرب حلیفوں نے فصیح میں پاؤں جملنے کی کوشش کی لیکن انہیں یہاں بھی کامیابی نہ ہوئی۔

اس عرصہ میں خالد بن ولید نے باقی لشکر کے ہمراہ شمال مغرب کا رخ کیا اور دلیسے فرات کے ساتھ ساتھ ملغاڑ کرتے ہوئے فرض تک جا پہنچے۔ فرض ایک ایسا مقام تھا جہاں عراق، شام اور الجزائر کی سرحدیں آپس میں ملتی تھیں اور یہاں پہنچ کر مسلمانوں کا لشکر دلیسے فرات کے دوسرے کنارے مشرق کی جانب ایران اور مغرب کی جانب سلطنت روم کی سرحدی چوکیاں دیکھ سکتا تھا اور ان چوکیوں کے درمیان شلم اور عراق کے وہ سرحدی قبائل ڈیرے ڈالے پڑے تھے جن کے سینوں میں گزشتہ شکستوں کے باعث اعتماد کی آگ بگبگ رہی تھی۔ ان حالات میں صلحیت کا تقاضا یہی تھا کہ خالد بن ولید ایک قلیل فوج کے ساتھ تھے بڑے لشکر نے جنگ کرنے کی بجائے پیچھے ہٹ جائیں اور حریف پہنچ کر مزید تیار ہونے کے بعد اس محاذ کا رخ کریں لیکن یہ غلطی خارج جسے اللہ کے رسول نے نہ صیغہ اللہ کے لقب

رومی محذوفوں کے حلیف تھے اور مسلمانوں کو اُن کی خبر افغانی اور فوجی اہمیت کا پورا احساس تھا۔ چنانچہ جی ایتام میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک کی طرف پیشقدمی کی مگر خالد بن ولید کو دوسرے الجندل پر حملہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور انہوں نے صرف پانچ سو جانبازوں کے ساتھ یغادر کر کے وہاں کے عیسائی حکمران اید بن عبد الملک کو گرفتار کر لیا۔ اید نے در پے پہنچ کر اسلام قبول کر لیا اور اپنی کھوئی ہوئی سلطنت دوبارہ حاصل کر لی لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب عرب کے طول و عرض میں فتنہ اترتا تو شروع بہ تواتر اسلام سے منحرف ہو گیا اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاریاں کرنے لگا۔ پھر جب صدیق اکبر نے خالد بن ولید کو عراق کی ہم پر روانہ کیا تو ایک سو لشکر عیاض بن غنم کی قیادت میں دوسرے الجندل کی طرف بھی روانہ کر دیا۔ دوسرے الجندل پر فوج کشی کا مقصد اُس خطرے کا سد باب کرنا تھا جو اسلافی سلطنت کے خلاف روم اور ایران اتحاد کی صورت میں ہر یکے شمال علاقوں کو پیش آسکتا تھا۔ اگر اس اتحاد کا فوری خطرہ نہ ہوتا تو بھی صورت کے نام پر جیسو سے لے کر عین التمر اور عین التمر سے لے کر دوسرے الجندل کے درمیان پھیلے ہوئے بدی قبائل کسی وقت بھی مسلمانوں کے خلاف متحد ہو سکتے تھے۔ پھر ایسی صورت میں شمال کی جانب البحر (سیریا) کے عیسائی قبائل کی طرف سے بھی ایک بہت بڑا خطرہ پیش آسکتا تھا۔ دوسرے الجندل پر عیاض بن غنم کی چڑھائی کا مقصد ان خطرات کا سد باب کرنا تھا۔ لیکن وہاں پہنچ کر جب انہوں نے قبیلے کا محاصرہ کیا تو بدی قبائل کا ایک عظیم لشکر ایدس کی اعانت کے لئے میدان میں آگیا۔ اب کئی ماہ سے عیاض بن غنم کے لشکر کی یہ حالت تھی کہ ایک طرف انہوں نے دوسرے الجندل کے قبیلے کا محاصرہ کر رکھا تھا اور دوسری طرف بدی لشکر کے اجتماع کے باعث اُن کے لئے رسوا اور ملک کے رستے کٹ چکے تھے۔ وہ قبیلے سے باہر بدی لشکر پر حملہ کرتے تو وہ پیچھے ہٹ جاتے اور قبیلے کے اندر پناہ لینے والی فوج باہر نکل کر ان پر حملہ کر دیتی اور جب وہ قبیلے کی طرف متوجہ ہوتے تو باہر کی افواج اُن کے عقب میں پہنچ جاتیں عیاض بن غنم قبیلے کا محاصرہ چھوڑ کر بدی قبائل کے جنگل سے نکل سکتے تھے لیکن ایسی صورت میں حجاز تک پھرانے عرب کا تمام شمالی علاقہ غیر محفوظ ہو جاتا تھا۔ سیاحیوں کی قوت اور مسلکی کی کے باعث مسلمانوں کی حالت اُسے دن تھی جو یہی تھی لیکن انہیں سپاہیوں کا گوارہ نہ تھا۔

سے فزانا تھا، اسلام کے شیریں کو فتح یا شہادت کے سوا کوئی اور راستہ نہ دکھا سکا۔ چنانچہ انہوں نے دنیا کے قریب ڈیسے ڈال دیے۔

دہی سپہ سالار نے ایران کی سرحد پر عیسائیوں کے محافظوں کو مسلمانوں کے خلاف متحدہ حملوں کی دعوت دی اور وہ بلا تامل اُس کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اس اتحاد کا نتیجہ یہ ہوا کہ دہدی قبائل بھی شہر ہو گئے جن پر خالد بن ولید کا نام سن کر خوف طاری ہو جاتا تھا۔ دہی سپہ سالار نے چند دن کی تیاریوں کے بعد خالد بن ولید کو پیغام بھیجا کہ تم دیا بھڑ کر کے ہماری طرف آؤ گے یا ہم تمہاری طرف آئیں۔ خالد نے جواب میں کہلا بھیجا کہ تم ہی ہماری طرف آ جاؤ۔ چنانچہ دہی ایرانی اور دہدی قبائل کے متحدہ لشکر نے کشتیوں کے ذریعے دیا بھڑ کر لیا۔ ایرانیوں کی طرح دہی سپہ سالار کی بھی خواہش یہی تھی کہ جنگ کے ابتدائی مراحل میں دہدی قبائل کو آگے رکھا جائے اور ان کی حلیم افواج صرف فتح میں حصہ دار بننے کے لئے آگے گئیں۔ چنانچہ اُس نے قبائل کے سرداروں کو ترغیب دی کہ تم اپنے اپنے لشکر کو ایک دوسرے سے الگ کر کے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے نکلو تاکہ ہم ہر قبیلے کی مدد ملے دیکھ سکیں۔ دہدی قبائل نے عظیمہ عظیمہ مصیبتیں باندھ کر تیوں طرف سے حملہ کیا لیکن مسلمانوں کے تیہ سرداروں کی تدبیریں آنے کے بعد ان کی پیش قدمی روک گئی اور ہر قبیلے کا سردار اپنے آدمیوں کو خطرے میں ڈالنے کی بجائے دوسرے کو آگے بڑھنے کی ترغیب دینے لگا۔ یہ صورت حال دیکھتے ہی خالد بن ولید نے اپنے سرداروں کو دشمن کے دائیں اور بائیں بازو پر حملہ کرنے کا حکم دیا اور انہوں نے اُن کی آن میں دشمن کی مصیبتیں درہم برہم کر ڈالیں کئی دستے افراتفری کے عالم میں اپنے عقب میں دہیوں اور ایرانیوں کے ساتھ جاملے اور بالی قلب کی طرف سمٹ گئے۔ پھر خالد بن ولید نے اچانک اُن کے قلب پر ضرب لگائی تو بھگدڑ مچ گئی۔ تھوڑی دیر بعد قبائل کا سپاہیوں پر اپنے دہی اور ایرانی ساتھیوں سے جا ملے۔ اب اُن کے عقب میں دریا تھا اور اُن کے دائیں بائیں اور سامنے مسلمان گھیرا ڈال رہے تھے۔ دہی اور ایرانی حرب قبائل کو آگے بڑھنے سے تھکے اور قبائل کو اُن کے پیچھے پناہ لینے یا میدان سے بھاگنے کی فکر تھی۔ پھر دہدی قبائل کا ایک لشکر اپنے ساتھیوں کے طعنوں اور گالیوں سے سنبھلے پرواہ کر دہی سرداروں کی مصیبتوں کے عین درمیان سے گزرتا

ہذا مغرب کی طرف نکل گیا تو دوسرے لشکر نے اپنے ایرانی طبیبوں کی مصیبتیں تو دیکھ کر شرم کا رخ کیا۔ کچھ لوگ قلب کی صفوں میں راستہ تلاش کرتے ہوئے دریا تک پہنچ گئے اور پانی میں کود پڑے۔ تھوڑی دیر قبائل کی ساری فوج میدان سے بھاگ رہی تھی اور دہی سپہ سالار یہ دیکھ رہا تھا کہ مسلمان اُن کا پیچھا کرنے کی بجائے اُس کے منظم لشکر کو زخمی میں لینے کے لئے کوشاں ہیں۔ اُس نے جوابی حملے کا حکم دیا لیکن اُس کی آواز اشد اکبر کے نعروں میں دب کر رہ گئی۔ خالد بن ولید کی طرح اسلامی لشکر کا ہر سپاہی اس یقین کے ساتھ بڑھا تھا کہ فتح کی منزل قریب اسکی ہے۔ دشمن کی تعداد اب بھی اُن سے کئی گنا زیادہ تھی لیکن انہیں فتح سے زیادہ سپاہ ہرنے کے لئے اپنے سپہ سالار کے حکم کا انتظار تھا۔ ایرانی دستے زیادہ دیر دہی سپہ سالار کے حکم کا انتظار نہ کر سکے۔ وہ بھاگ نکلے اور جب وہ بھاگ نکلے تو اُن کے دہی دستوں نے اپنی بائیں جانب کی دوڑ میں اُن سے پیچھے رہنا گوارہ نہ کیا۔

جن دستوں نے دریا کا رخ کیا، اُن میں سے بعض کشتیوں میں سوار ہو کر دوسرے کنارے پہنچ گئے اور بعض اپنے گھوڑوں سمیت دریا میں کود پڑے۔ بالی لشکر نے بھاگ کر زمین کی دستوں میں پناہ لینے کی کوشش کی اور مسلمانوں نے اُس وقت تک اُن کا پیچھا نہ چھوڑا جب تک کہ تھکے ہوئے گھوڑے اپنے سرداروں کا ہتھ بٹھا سکتے تھے۔ فرض کے مطابق ان میں کوسوں تک لاشیں ہی لاشیں نظر رہی تھیں اور ان کی تدفین میں یہ پہل جنگ تھی جس میں ایرانی اور دہی اور اُن کے عرب حلیف ایک دوسرے کے دشمن کی تدفین میں بدوش مسلمانوں کے خلاف صف آرا ہوئے تھے۔ اس جنگ کے نتائج اس لحاظ سے یقیناً بہت اہم تھے کہ مسلمانوں کی فتح کے باعث اُس اتحاد کی بنیادیں جو دہی، اکھر و حاکم تھیں جو آگے چل کر اسلام کے ایک خطرہ عظیم بن سکتا تھا۔ خالد بن ولید نے غیر ناک شکست کھانے کے بعد یہ تمیز حاصل کی کہ دہی کو بزدلی اور بد عہدی کا الزام دے رہی تھیں۔ بزدلی اس بات پر نکلاں تھے کہ دہیوں اور ایرانیوں نے خود پیچھے رہ کر انہیں مسلمانوں کی تلواروں کے سلسلے کھڑا کر دیا تھا۔ دہی اور ایرانی سپاہیوں کو یہ شک تھا کہ بزدلوں کی افراتفری کے باعث انہیں ہزائی کے جوہر دکھانے کا موقع نہیں ملے گا۔ دہی یہ سمجھتے تھے کہ جب وہ فیصلہ کن حملہ کرنے والے تھے تو ایرانیوں نے میدان چھوڑ دیا تھا اور ایرانی یہ کہتے تھے کہ

ان شہسواروں کے ہر کاب تھے جنہوں نے قیصر و کسریٰ کے ایوانوں پر اسلام کے پرچم بلند کئے تھے۔ میرے لئے اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ جب میں شہاب کے محاذ سے واپس آؤں تو یہ خبریں سن کر وہ قافلہ جسے میں عراق میں چھوڑ آیا تھا۔ اب کئی منازل آگئے جا چکا ہے۔ خلیفۃ المسلمین ایران کے حالات سے بے خبر نہیں ہیں اور مجھے یقین ہے کہ وہ تمہیں ملک بھیجنے میں تاخیر نہیں کریں گے۔ میرا یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ راہی و ناصر ہو۔

تیسرے روز رات کے پچھلے پہر خالد بن ولید عراق کی آدمی فوج کے ساتھ جو نو ہزار آدمی کا سپاہیوں پر مشتمل تھی، اپنے بانی ساتھیوں کو خدا حافظ کہہ رہے تھے۔ ثنی بن حارث نے چند کوس اپنے نامور قافلہ کا ساتھ دیا۔ پھر تب یہ لشکر حیرہ کے سرسبز خندے نکل کر صحرا کی بھیانک و مستوں میں داخل ہوا تھا تو اسلام کے یہ دونوں عظیم سپاہی اپنے گھوڑوں سے اتر کر بغل گیر ہو گئے۔

خالد بن ولید نے کہا: "ثنی اگر اللہ نے چاہا تو میں بہت جلد واپس آ جاؤں گا۔"

ثنی نے اپنے چہرے پر ایک غم مسکراہٹ لاتے ہوئے خدا حافظ کہا اور وہ دوبارہ اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔

تھوڑی دیر بعد ثنی ایک ٹیلے پر گھوڑا اڑا کر خالد بن ولید کے لشکر کی آخری جھلک دیکھ رہا تھا۔ پھر جب یہ قافلہ ایک ٹیلے کی اوٹ میں چھپ گیا تو وہ آنکھیں جو موت کے چہرے پر بھی مسکراہٹوں کے قلاب ڈالنے کا عادی تھیں، اچانک آنسوؤں سے تر ہو گئیں اور یہ آنسوؤں انسانی غمگینوں کو آخری خراج تہنیت جو عزم و محبت اور ایثار و شہادت کے اس پیکر مجسم نے انسانی تاریخ کے ایک بے مثال سپاہی اور ایک عظیم فراع کی شخصیت میں دیکھی تھیں۔ یہ اس عقیدت و محبت کا آخری مظاہرہ تھا جسے صرف دو باکمال انسانوں کی دوستی جنم دے سکتی تھی۔ یہ ان کی آخری ملاقات تھی اور اس کے بعد ان کے راستے ہمیشہ کے لئے الگ ہو گئے۔

انہوں نے ایک رومی سپہ سالار کے جھنڈے سے لٹنے میں غلطی کی۔ بہر حال فرائض کی شکست اس یقین اور اعتدال کی شہادت تھی جو دوسری صورت میں شام اور عراق کی سرحد پر تین اسلام دشمن قوتوں کے اتحاد کے لئے بنیادیں فراہم کر سکتا تھا۔



ایک دن اسلامی لشکر حیرہ سے باہر اپنے پڑاؤ میں مسیح کی ناز سے فاسخ ہو کر خالد بن ولید کی تقریر سن رہا تھا۔ وہ بہرہ رہے تھے۔

"خاندان اسلام! تم یہ سن چکے ہو کہ دوبارہ خلافت سے مجھے شام کے محاذ پر پہنچنے کا حکم ملا ہے۔ یہی ذاتی خواہش ہی تھی کہ میں دمشق میں اپنے ہاتھوں سے اسلام کا پرچم نصب کروں مگر خلیفۃ المسلمین نے ایک زیادہ اہم محاذ پر میری خدمات کی ضرورت محسوس کی ہے اور مجھے ان کے حکم سے سربانی کی بجائے تین آپ رب العزت کی بارگاہ میں دعا کریں کہ میں جنگ کے نئے میدانوں میں ان کی توہمات پکڑی کر سکوں اور شام کی جہم سے جلاز مجد فاسخ ہو کر آپ سے آہوں۔ خلیفہ کے حکم کے مطابق یہاں سے نصف فوج میرے ساتھ جائے گی۔ تاہم مجھے امید ہے کہ ثنی جیسے اولوالعزم راہنما کی موجودگی میں تمہارے حوصلے پست نہیں ہوں گے اور جب تم اللہ کی راہ میں قدم اٹھاؤ گے تو اپنی تعداد اور اپنے جلی دستان سے زیادہ شہادت کی تزیین کو اللہ کی نصرت کا حق دار سمجھو گے۔"

میرے عزیزو! میرے دوستو! اور بھائیو! دمشق اور دمشق اس راستے کی منازل ہیں جو تم نے نیز اسلام کی مدد تھی میں دیکھا ہے اور تم ہی وہ خوش نصیب ہو جنہیں اللہ نے مشرق و مغرب میں ظلم و استبداد کے عظیم ترین حصار مٹانے کے لئے منتخب کیا ہے۔ تم راہ حق کہے وہ مسافر جو حق کے قدوس سے فرزندان آدم کے لئے روشنی کے میدان بن جائیں گے اور تم وہ قافلہ ہو جس کی راہ کے عمار سے انسانیت کی عظمتیں تلاش کی جائیں گی۔ تمہارے لئے میری دعا یہ ہے کہ اللہ تمہارے حوصلوں کو بلند کرے اور تمہارے عزم کو پختہ رکھے اور تمہارے آئندہ تسلیں جب اپنے ماضی کی طرف دیکھیں تو وہ خدا اور اس کے بندوں کے بندوں کے سامنے سر اٹھانے کے لئے کہہ سکیں کہ ہمارے خاندان اور ہمارے قبیلہ کے فلاں بزرگ

ایک نامور و کار جرنیل ہرز کو مسلمانوں کے خلاف پیش قدمی کا حکم دیا۔ قسطنطنیہ کی پیش قدمی کی اطلاع
لی تو انہوں نے حیرت سے نکل کر بابل کے قریب ڈیرے ڈال دیے۔ یہ مقام حیرہ کی نسبت اس لحاظ سے زیادہ
مزدہن تھا کہ خطرناک حالات میں صحرائی جانب ان کا عقب زیادہ محفوظ تھا۔

ایرانی شکر نے اس یقین کے ساتھ بابل کی طرف پیش قدمی کی کہ قسطنطنیہ اس نئے میدان میں بھی قدم جانے
کی کوشش نہیں کرے گا۔ لیکن چند دن بعد جب دائیں میں فتح کا جشن منانے کی تیاریاں ہو رہی تھیں، ایک
ایچی کسری کے دربار میں حاضر ہوا اور اُس نے یہ خبر سنائی کہ موہ عظیم شکر جس کے سپہ سالار نے مسلمانوں کو
عراق کی سرحدوں سے باہر ہانک دینے کا ذریعہ کیا تھا، شکست کھا چکا ہے اور بابل کا میدان ایرانی سپاہیوں
کی لاشوں سے پُر ہے۔

شہنشاہ اور اہل دربار کچھ دیر تھپڑائی ہوئی آنکھوں سے قاصد کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر شہر بار پانی
مند سے اٹھ کر محل کے ایک اور کمرے میں چلو گیا اور حاضرین دربار نے پریشان قاصد پر سرالائے کی بوجھاؤ
کردی لیکن اُس کا کوئی جواب انہیں ملنے نہ سکا۔ قسطنطنیہ دیر بعد یہ ٹوٹ قہر شاہی سے اپنے گھروں کا رخ
کر رہے تھے۔ شام تک بابل کے میدان میں ایرانی فوج کی شکست سارے شہر میں مشہور ہو چکی تھی۔ فوج
سپاہیوں کے نزدیک شکست ہرز کی چلہ بازی کا نتیجہ تھی۔ انوار اپنے شہنشاہ کی بے تدبیری کو اس کا ذوق
گردانتے تھے اور محسوس کا بن پریشان حال عوام کو یہ سمجھا رہے تھے کہ ایران کی قسمت کے سارے غم
میں آپکے ہیں اور وہ عارضی اتحاد فوج کی اُمید کے ساتھ پیدا ہوا تھا، ایک بار پھر پارہ پارہ ہو جائے گا۔
شکست حکمران نے چند دن کی عیالات کے بعد دم توڑ دیا اور دائیں کے ارباب اختیار نے ملک کی زلمہ کار
ایک تہزادی تخت زمان کو سونپتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ ایران کے آسمان سے نوحہ کے بادل چھٹ چکے
ہیں۔ لیکن چند دن بعد انہیں نے یہ محسوس کیا کہ ہرز تہزادی کسری کے تاج کا بوجھ نہیں اٹھا سکتی۔ چنانچہ
تخت زمان کو معزول کر دیا گیا، تاج و تخت کے نئے اُمیدوار میدان میں آگئے اور سلطنت کے ارباب ایک بار
پھر معلق سازشوں کا شکار ہو کر رہ گئے۔

نوٹ: یہ تاریخ میں ہرز نام کے دو آدمیوں کا ذکر آتا ہے ایک ہرز عراق کے سرحدی علاقے کا حاکم تھا جو خلافت کے لیے
محمد میں ی قتل ہو گیا تھا۔

باب ۱۴

شام میں رومیوں کے خلاف مسلمانوں کی باقاعدہ جنگ پھر چرمانے کی اطلاع کے بعد اہل ایران
کے نئے دوسری اہم خبر یہ تھی کہ خالد بن ولید عراق سے شام کے محاذ پر منتقل ہو چکے ہیں عراق کے نصف
ملک کے علاوہ انتہائی آزدنودہ کار سالاروں کی ایک بڑی تعداد ان کے ساتھ روانہ ہو چکی ہے اور ان کے
جانشین کے ساتھ صرف ہزار سپاہی رہ گئے ہیں۔ چنانچہ ارباب ایرانیوں کے دل میں یہ اُمید پیدا ہو گئی تھی
کہ مسلمان چند دنوں یا چند ہفتوں سے زیادہ بیک وقت مشرق و مغرب کی دو عظیم ترین سلطنتوں کا تھکا
نہیں کر سکیں گے۔ کسری کی سلطنت کے انوار اور فوجی سردار جس پر انبار ایس اور فرائض کی قہرنگ شکست
کے بعد بدلتی اور بالائی طاری ہو گئی تھی، اب فتح کو یقینی سمجھ کر اپنے حکمران کو یہ مشورہ دے رہے تھے کہ ہمیں
کسی بھیز کے بغیر دشمن پر حملہ کر دینا چاہیے۔ اور عراق کے وہ قبائل جنہوں نے اپنا مستقبل مسلمانوں کے
ساتھ وابستہ کر لیا تھا، اب یہ محسوس کر رہے ہیں کہ ہوا کا رخ بدل چکا ہے اور اگر ایران کی حکومت نے ذرا
ستعدی کا مظاہرہ کیا تو مسلمانوں کے مٹھی بھر لشکر کے نئے ہتھیار ڈالنے یا سپاہیوں کو محاصرے میں پناہ لینے
کے سوا کوئی اور راستہ نہیں ہوگا۔ چنانچہ ان میں سے اکثر مسلمانوں کی بجائے ایران کے دربار کی طرف
رجوع کر رہے تھے۔ خبر یہ کہ اپنی رعایا کا دل مٹھی میں لینے یا سلطنت کے انوار اور مذہب کے چیرلوں
کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا اس سے بہتر موقع ہاتھ نہیں آ سکتا تھا۔ اُس کے جاسوس اُسے یہ بتا چکے تھے
کہ متوقع خطرات کے پیش نظر مسلمان اپنے بال بچوں کو عراق سے نکال کر واپس بھیج رہے ہیں اور رومیوں
کے ساتھ جنگ پھر چرمانے کے باعث دینے کی حکومت قسطنطنیہ کی کوئی مدد نہیں کر سکے گی۔ چنانچہ اُس نے اپنے

دخت زمان کی معزولی کے بعد تخت و تاج کے جوہر عیدار پیدا ہوئے تھے، اُن میں سے ایک شہزادی آذمیدخت بھی تھی جس کے حسن و جمال اور خود پسندی کی داستانیں پورے ایران میں مشہور تھیں۔ اُسے قریب سے جاننے والوں کو یہ معلوم تھا کہ شاہی محل کے اندر جیشتر ساز شیں اس کی مسکراہٹوں میں ختم ہوتی ہیں۔ دخت زمان کی معزولی کا فیصلہ کرنے والے مقامی اُمراء میں سے کوئی اتنا مضبوط یا بلا اثر نہ تھا جو اہل دربار کو کسی متفقہ فیصلے پر مجبور کر سکتا۔ اُن کا پہلا اجلاس کسی فیصلے کے بغیر ملتوی ہو گیا۔ اگلے روز یہ لوگ دوبارہ ایران کسریٰ میں جمع ہوئے تو دلائل کے ایک طرز رسیدہ وزیر نے یہ تجویز پیش کر دی کہ اگر ہم ان دو امیدواروں میں سے کسی ایک پر متفق نہ ہو سکیں تو ایران کو موجودہ حالات میں ایک اندوہنی خلفشار سے بچانے کی بہترین صورت یہ ہے کہ سلطنت کی تقدیر کسی تیسرے امیدوار کو سونپ دی جائے۔ پھر حاضرین میں سے ایک اہل آدمی اُٹھا اور اُس نے اس تجویز کی حمایت کرتے ہوئے شاہی خاندان کی ایک اور شہزادی پوران دخت کا نام پیش کر دیا۔ شہزادی پوران عمر میں شاہ پور اور آذمیدخت سے چند سال بڑی تھی اور محل کے اندر اور باہر اُسے یکساں احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا لیکن اُسے تخت پر بٹھانے کی تجویز اُس وقت پیش کی گئی تھی جبکہ اہل دربار کا ایک گروہ کھلے بندوں شاہ پور اور آذمیدخت کی حمایت کے لئے میدان میں اسپکا تھا۔ اُس لئے پوران کے حامی زیادہ گرجو گئے۔ کانٹا ہرہ نہ کر سکے۔ پھر جب ایک طویل بحث کے بعد فساد کا خطرہ پیدا ہونے لگا تو شہزادی پوران کے سوا اس میں سے کسی نے یہ تجویز پیش کی کہ اُسے باقی دو امیدواروں کے درمیان ثالث بنا دیا جائے۔ اس نئی تجویز پر بحث ہوئی تھی کہ ایرانی لشکر کا سپہ سالار بہمن دربار میں حاضر ہوا اور اُس نے کسی تہید کے بغیر بلا تاخیر میں کہا: معزز حضرات! میں اس بحث میں حصہ مینا پسند نہیں کرتا۔ میں آپ کو صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ موجودہ حالات میں ایران کو صرف ایک حکمران ہی کی ضرورت نہیں بلکہ ایسے حکمران کی ضرورت ہے جسے آپ سب کی حمایت حاصل ہو۔ مجھے ابھی یہ اطلاع ملی ہے کہ فرخ زاد و فرخ زاد تشریف لائے ہیں اور وہ آج رات یہاں پہنچ جائیں گے۔ اگر ان کی آمد سے قبل آپ کوئی متفقہ فیصلہ نہ کر

سکیں تو میرا مشورہ یہ ہے کہ انہیں ثالث بنالیا جائے۔

دربار کے وسیع ہال میں تھوڑی دیر کے لئے خاموشی طاری ہو گئی اور پھر عقبے کے ایک کمرے کے دروازے کا ایک پردہ اچانک ایک طرف ہٹ گیا۔ آذمیدخت اپنی نگاہوں سے بجلیاں گراتی ہوئی نمودار ہوئی اور اُس نے شاہی سند کے قریب پہنچ کر کہا: ہمیں سپہ سالار کی یہ تجویز منظور ہے۔ شہزادہ شاہ پور سند کے نیچے چند دیروں کے درمیان بٹھایا ہوا تھا۔ اُس نے حیرت اور غصے کی حالت میں آذمیدخت کی طرف دیکھا اور اُٹھ کر اعلان کیا: یہ تجویز مجھے بھی منظور ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ اجلاس صبح تک ملتوی کر دیا جائے۔

تھوڑی دیر بعد حاضرین ہمیں کی دانشمندی اور موقع شناسی کی تعریف کرتے ہوئے اپنے اپنے محلوں کو چلے گئے۔



غروب آفتاب کے وقت شہزادی آذمیدخت اپنی قیام گاہ کے ایک درتپے میں کھڑی دریا کا نظارہ کر رہی تھی۔ کمرے کے دروازے سے باہر جیسے کا ایک بچہ جس کے گلے کی زنجیر دیوار کی تخت کے ساتھ لٹک رہی تھی، دینیز پر سر رکھے بغیر اُس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ نسوانی حسن و جمال کے اس بچہ حتم کی چمکتی ہوئی سیاہ آنکھوں سے غصے اور نفرت کی آگ برس رہی تھی۔ ایک خادمہ بھاگتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی تو اُس نے کہا: شہزادی! سیاہ خوش آگیا ہے۔

اُسے آواز آذمیدخت نے یہ کہہ کر اضطراب کی حالت میں کمرے کے اندر ایک چٹوڑا لایا۔ پھر درتپے کے قریب دیوان پر بیٹھ گئی۔

تھوڑی دیر بعد ایک قوی میل آدمی جو کالوں میں بوتلوں کی بالیاں اور سر پر میروں سے مزین ٹوپی پہنے ہوئے تھا کمرے کے اندر داخل ہوا اور جھک کر سلام کرنے کے بعد مودب کھڑا ہو گیا۔ آذمیدخت نے کہا: تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں نے فرخ زاد کو ثالث تسلیم کرنے میں غلطی کی ہے۔ نہیں! اپنے غلطی نہیں کی۔ موجودہ حالات میں آپ کے لئے اُس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں تھا لیکن

شہزادی نے بات کاٹتے ہوئے کہا: لیکن تمہیں یہ اندیشہ ہے کہ فرخ زاد میری حمایت نہیں کرے گا۔

”اُن: ”علم لوگوں کا خیال یہی ہے کہ موجودہ حالات میں فرخ زاد ایران کی قسمت ایک عورت کے سپرد کرنا پسند نہیں کرے گا۔ مجھے ابھی یہ اطلاع ملی ہے کہ لہران وخت شاہ پور کے حق میں دستبردار ہو چکی ہے۔“

آذر میدخت نے اطمینان سے جواب دیا: ”میرے لئے یہ بات غیر متوقع نہیں۔ اگر میں فرخ زاد کو اپنے مفاد بنا سکوں تو مجھے لہران کی مخالفت کی پروا نہیں ہوگی۔ یہ شاہ پور کی بد قسمتی ہے کہ بھلا اس مسئلہ کسی عورت کے سامنے نہیں بلکہ ایک مرد کے سامنے پیش ہوگا۔“

”آپ کو فرخ زاد کے متعلق کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے۔ اُس کی عمر پچاس سال سے زیادہ ہے۔“

”اگر خراسان کے حاکم کی بنیادی جواب نہیں دے چکی، اُس کے کان نہیں بند ہو گئے یا اُس نے دیہانت اختیار نہیں کر لی تو تمہیں اُس کی عمر کے متعلق پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔“

سیاوش نے جھپٹتے ہوئے کہا: ”آپ کا مطلب ہے کہ..... آپ.....“

شہزادی نے برہم ہو کر کہا: ”میرا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ فرخ زاد کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے مجھے ایک نظر دیکھ لے۔“

”لیکن وہ سیدہ شادی بہانہ خانے میں آئے گا اور مائیں کے تمام اہل اُس کے استقبال کے لئے موجود ہوں گے۔ پھر شاید قلم رات وہ اُن کے ساتھ باتیں کرنا ہے۔“

”تمہارا مطلب ہے کہ مجھے اُس کے سامنے جلنے کا موقع نہیں ملے گا۔“

”جی ہاں، میرا مطلب یہی ہے۔“

”پھر تم اس بات پر بھی خوش ہو گے کہ میں ایران کی حکم نہیں بن سکی۔“

سیاوش نے احتجاج کیا: ”آپ کو معلوم ہے کہ آپ کو ایران کے تخت پر بٹھانا میری زندگی کی

سب سے بڑی خواہش ہے۔“

”اور تم اس کے لئے ہر خطرہ مول لینے کے لئے تیار ہو؟“

”اِس میں آپ کے اشارے پر جان دے سکتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہے کہ اِس وقت بھی آپ کے پاس آذر میرے لئے خطرے سے خالی نہیں آج شاہ پور اور لہران کے جاسوس محل کے ہر گوشے میں پھیلے ہوئے ہیں۔“

”اگر تم محل کے دائرہ فہم پر اعتماد کر سکتے ہو تو تمہیں ان جاسوسوں کی فکر نہیں کرنی چاہیئے۔“

”محل کا دائرہ فہم میرا درست ہے، تاہم موجودہ حالات میں وہ کوئی خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ وہ فریبہ سے ڈرتا ہے؟“

”اِس لئے یہ معلوم ہے کہ محل کے پہرہ دار فریبہ کے شکر کا مقابلہ نہیں کر سکتے لیکن جب آپ کی کامیابی کی اُمید نظر آئے گی تو وہ فریبہ کو اُس کے گھر جا کر بھی قتل کرنے سے دریغ نہیں کرے گا۔“

آذر میدخت نے کہا: ”تم جاؤ اور شاہی آشکدہ کے موبد کو میرے پاس بھیج دو۔“

”میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ اِس مرحلہ پر موبد بھلا کیا مدد کر سکتا ہے۔“

آذر میدخت مسکرائی: ”اگر یہ باتیں تمہاری سمجھ میں آسکتی ہیں تو تم کسی موبد کے حاکم ہوتے۔“

سیاوش نے جواب دیا: ”اگر دنیا کی ساری محکم میرے دماغ میں ہوتی تو میں آپ کی غلامی کو بڑی سے بڑی حکومت پر ترجیح دیتا۔“

آذر میدخت نے اپنے سامنے تپائی پر پڑا ہوا سونے کا مسند و قچہ کھولا اور اُس میں سے ایک تھیل نکال کر سیاوش کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: ”یہ موبد کو دے دینا اور اُسے یہ کہنا کہ ایران کی حکومت بھلا انعام ہے۔ اِس کے بعد تمہیں میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں۔ تمہاری پریشانی دور کرنے کے لئے میں صرف اتنا بتا سکتی ہوں کہ فرخ زاد کے ساتھ میری پہلی ملاقات شاہی محل کے آشکدہ میں ہوئی۔ اِس کے بعد ایران کی قسمت کا فیصلہ ہو جائے گا اور پھر ایران کی حکومت سے زمانہ کا انعام مل کر کوئی

سیاوش نے دوزانو ہر شہزادی کی تباہی دیتے ہوئے کہا: "یہ ایران کی ملکہ کی مسکراہٹوں سے زیادہ کسی اور انعام کا اُمیدوار نہیں ہوں۔"



ادھ رات کے وقت فرخ زاد ملائش کے املا اور شاہی خاندان کے دوسرے افراد کے ساتھ ملاقات سے غائب ہو کر سونے کے کمرے میں داخل ہوا تو مہمان خانے کے ایک خادم نے محل کے آشکدہ کے مہر کی آمد کی اطلاع دی۔ سفر کی تھکاوٹ اور غیظ کے باعث فرخ زاد کا برا حال ہو رہا تھا۔ تاہم وہ بڑے مہربانہ سے انکار نہ کر سکا۔

مہربانے کسی تہیہ کے بغیر کہا: "مجھے اس وقت آپ کے آرام میں غل نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ آپ کا چہرہ میرا دیکھ کر آپ بہت تھکے ہوئے ہیں۔ اس لئے آپ آرام کریں۔"

"میں واقعی بہت تھک گیا ہوں لیکن اگر کوئی خاص بات ہے تو آپ تکلف سے کام لیں۔"

مہربانے کہا: "یہ ایران کی خوش قسمتی ہے کہ اس نازک موقع پر آپ یہاں پہنچ گئے ہیں اور ارارے سے حکمران کے متعلق فیصلہ کرنے کی ذمہ داری آپ کو سونپ دی ہے۔ میں آشکدہ میں یہ دعا کرتا تھا کہ اہل زور آپ کی رہنمائی کرے۔ پھر مجھے اچانک یہ خیال آیا کہ تنہا میری دعا کافی نہیں چنانچہ میں آپ کے پاس یہ درخواست لے کر آیا ہوں کہ آپ کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے مقدس آگ کی تائید حاصل کر لیں۔ خوش کریں تو بہتر ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ جب آپ مقدس آگ کی پوجا کرنے کے بعد آشکدہ سے باہر نکلیں گے تو آپ کے ذہن کی تمام الجھنیں دور ہو چکی ہوں گی اور اس کے بعد آپ کو کسی سے مشورہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوگی۔ آپ کے لئے آشکدہ کا دروازہ ساری رات کھلا رہے گا۔ اللہ میں وہاں آپ کا انتظار کروں گا۔"

فرخ زاد نے جواب دیا: "میں علی الصباح وہاں حاضر ہو جائوں گا لیکن علی الصباح شاید میری آنکھ نہ کھلے۔ یہ بہتر نہیں ہوگا کہ میں سونے سے پہلے اس مقدس فریضے سے سبکدوش ہو جاؤں۔"

کاہن نے جواب دیا: "مجھے یقین ہے کہ اس کے بعد آپ زیادہ اطمینان کی خیز ہو سکیں گے اس وقت آپ تنہا وہاں جا سکتے ہیں لیکن صبح کے وقت آپ کے گرد ہلنگ جائے گا اور آپ اطمینان سے

دعا نہیں کر سکیں گے۔"

"آپ درست کہتے ہیں، اگر آپ نہ آتے تو میں اب تک گہری نیند سوچ رہا ہوں۔ لیکن اب شاید مجھے نیند بھی نہ آ سکے میرے ذہن میں واقعی کئی الجھنیں ہیں۔"

"آشکدہ بالکل قریب ہے، آپ ابھی وہاں آ جائیں گے۔"

"چلئے؟"

فرخ زاد کاہن کے ساتھ باہر نکلا۔ دروازے پر پہنچنے پر ان کی طرف دیکھا اور پھر ادب سے سلام کرنے کے بعد ایک طرف ہٹ گیا۔ آتش کدہ میں داخل ہونے کے بعد فرخ زاد کو نیند یا تھکاوٹ کا احساس نہ تھا۔ وہ کاہن کے پیچھے کافی قیوں سے مددگار اور خود مختار لوہان کی خوشبو سے سطر استے پر چلنے کے بعد مدخلی کمرے میں داخل ہوا اور مقدس آگ کے گرد سنہری جھلکے کے قریب رُک گیا۔

کاہن نے کہا: "جناب میں ایک اہم فرض پورا کر چکا ہوں۔ اب آپ اس جگہ پہنچ چکے ہیں جہاں ہمارے عظیم ترین حکمران انتہائی اہم فیصلے کیا کرتے تھے۔ ہمارے ماسانی آجدار اور ان کے سپہ سالار کی ملک پر چڑھائی کرنے سے پہلے اپنے بزرگوں کی مددوں سے فتح کی بشارت حاصل کیا کرتے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ اس جگہ آپ کی کوئی دعا اسکا نہیں ملے گی۔ لیکن شریک ہے کہ جب تک آپ کا ضمیر مطمئن نہ ہو جائے آپ دعا کرتے رہیں۔ مجھے یقین ہے کہ مقدس آگ سے آپ کو کوئی اشارہ ضرور ملے گا۔ اب میں آپ کی تنہائی میں غل نہیں ہونا چاہتا۔ اس مقدس فریضے سے سبکدوش ہونے کے بعد آپ مجھے دعا سے پروردگار پائیں گے۔"

فرخ زاد عمر رسیدہ کاہن کی باتوں سے کہیں زیادہ آشکدہ کے پراسرار ماحول سے متاثر ہو رہا تھا۔ وہ مقدس آگ کے سامنے دوزانو ہر کر بیٹھ گیا اور کاہن دسے پاؤں باہر نکال گیا۔

یہ دو طاقتور انسان جس کی جوانی کے بیشتر ایام جنگ کے میدانوں میں گزرتے تھے اور جس کے سر کے آدھے بال سفید ہو چکے تھے۔ اپنی زندگی میں پہلی بار کسی ان جانی اور ان دیکھی طاقت کے سامنے گڑ گڑاتے اور التجائی کرتے ایک روحانی لذت محسوس کر رہا تھا لیکن آگ کی دھیمی روشنی اس کی ذہنی الجھنیں دور کرنے سے قاصر تھی۔ چہر اس نے اپنے دل میں یہ عہد کیا کہ جب تک مجھے کوئی غیر مہم اشارہ نہیں ملے گا

میں یہاں سے نہیں اٹھیں گا۔ وہ دیر تک دعائیں کرتا رہا۔ مہربانی کے ساتھ اس کے حواس پر غلبہ کرنے لگی۔ یہیں تک کہ وہ غمزدگی کی حالت میں ندرشت اور اُس کے نامور مددگار اور سیاسی فرزندوں کی خیالی تصویریں دیکھ رہا تھا۔ پھر اُسے کسی کے لباس کی سرسبز لٹ اور پاؤں کی آہٹ محسوس ہوئی۔ اُس نے چونک کر سر اٹھایا اور اُس کی نگاہیں لسنائی تھیں کے ایک پکیر پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔ وہ اُٹھنے کی تباہیہ ہوئے تھے اور اُس کے سر پر سنہری آفتاب میں جواہرات چمک رہے تھے۔ اُس کے لیے سیاہ بال شائوں پر کچھ ہونٹے تھے اور اُس کی آنکھوں میں تاریک رات کے ستاروں کی مسکراہٹیں تھیں۔ چند ثانیے وہ خواب اور حقیقت کے درمیان امتیاز نہ کر سکا۔ اگر وہ یہ کہتی کہ مجھے آگ کے شعلوں نے جہنم دیا ہے تو وہ یقین کر لیتا پھر اگر وہ چانک اس پُر اسرار ماحول میں تحلیل ہو کر اُس کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتی تو بھی وہ اسے اپنے دہم کا کرشمہ خیال کرتا۔ وہ فاختانہ انداز سے آگے بڑھی اور اُس کی جیاک مسکراہٹوں نے فرخ زاد کی نگاہوں سے توہمت کے پرے اٹھا دیے۔

”تم۔۔۔ تم کون ہو؟“ اُس نے اٹھ کر پوچھا۔

”میں ایران کی ملکہ ہوں اور تم شاید فرخ زاد ہو“ وہ خوش نصیب جسے کل میرے سر پر سلطنت کا تاج رکھنے کی عزت نصیب ہوئی۔

”تم آؤزیدخت ہو؟“

وہ جواب دینے کی بجائے اپنے ہونٹوں پر اٹھل رکھ کر دائیں ہاتھ چل پڑی چہرہ پر دم اٹھانے کے بعد اُس نے ایک شانیز کے لئے مڑ کر دیکھا۔ اُس کا چہرہ ان مسکراہٹوں سے سرسبز تھا۔ یہیں دیکھنے والے اپنا ذات بھول جاتے ہیں۔ ٹھہرو! فرخ زاد نے آگے بڑھتے ہوئے کہا: ”لیکن وہ دوسرے کی بجائے منستی ہوئی جہنم کے عقیقہ دروازے کے نیچے غائب ہو گئی اور فرخ زاد دروازے کے قریب دُک کر محفل کے پانسے کے نیچے اُس کے دل و ذہن قہقہے مٹ رہا تھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اُس کی قوت گوئی سلب ہو چکی تھی۔ وہ دایس مڑنا چاہتا تھا لیکن یہ نفرتی قہقہے اُس کے پانوں کی دھجیریں چھٹے تھے۔ پھر یہ قہقہے اپنا کشت ووش برنگئے۔ اس نے لڑنے ہوئے ہاتھوں سے پردہ اٹھایا۔ باہر کے آستے کی طرح یہ اندر لڑی راستہ بھی کانو۔

کی قبریں سے روشن تھا اور وہ چند قدم کھڑکھڑی تھی۔ فرخ زاد اپنی نگاہوں میں ہزاروں اہتمامیں نے آگے بڑھا اور اُس نے کہا: ”آؤزیدخت، ٹھہرو!“

آؤزیدخت نے منہ پھیر لیا۔

”تمہیں معلوم تھا کہ میں اس وقت یہاں ہوں؟ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ کوہدے میرے ساتھ ذائق کیا ہو۔ ایران کی ملکہ میری طرف دیکھو! مجھے جواب دو!“

وہ بولی: ”اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تم اس وقت یہاں ہو تو مجھے دیکھ کر اس قدر پریشان ہو جاتا تو میں یہاں آنے کی غلطی نہ کرتی۔“

اُس نے مغلوب سا ہو کر جواب دیا: ”آؤزیدخت نے کوئی غلطی نہیں کی اور میں پریشان نہیں ہوں۔“

”لیکن تمہارا چہرہ یہ بتا رہا ہے کہ تم مجھے دیکھ کر خوش نہیں ہوئے۔“

”کاش تمہاری نگاہیں میرے دل کی گہرائیوں تک پہنچ سکتیں۔“

”تمہارے دل کا حال مجھے اُس وقت معلوم ہو گا جب تم دربار میں اپنا فیصلہ سنائو گے۔“

”دربار میں صرف میری عقل کا امتحان ہو گا۔“

”اور تمہیں یہ اندیشہ ہے کہ شاید تمہاری عقل تمہارے دل کا ساتھ نہ دے سکے گی۔“

”یہ ہو سکتا ہے، لیکن.....“

آؤزیدخت نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے کہا: ”لیکن اس وقت تمہارا دل میرے ساتھ ہے۔“

”نہیں! نہیں! اس وقت مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور کیا کہنا چاہتا ہوں۔“

”تم مجھے ایمان کی ملکہ کہہ چکے ہو اور کل اگر تمہاری عقل نے تمہارا راستہ نروک دیا تو ایران کی ملکہ کی قیام گاہ کا دروازہ تمہارے لئے ہر وقت کھلا ہو گا۔ اب تم جا کر آرام کرو! مجھے دیر ہو رہی ہے۔“

وہ فرخ زاد کے جواب کا انتظار کئے بغیر وہاں سے چل پڑی۔ فرخ زاد چند ثانیے بعد جس و حرکت کھڑکھڑا۔ پھر بھاگ کر آگے بڑھا اور اس کا بازو پکڑتے ہوئے بولا: ”آؤزیدخت! تم کہاں جا رہی ہو؟“

”یہ راستہ اندرونی محلات کی طرف جاتا ہے اور شاہی خاندان کو سوا کسی اور کو اُس دروازے

سے آگے قدم رکھنے کی اجازت نہیں۔ تب تم جاؤ، مجھے خوف محسوس ہوتا ہے۔
”مجھ سے؟“

”نہیں میں صرف اپنے دشمنوں کے جاسوسوں سے ڈرتی ہوں۔ اگر انہیں یہ معلوم ہو گیا کہ ہم دونوں یہاں ہیں تو وہ شاہ پور اور پوران دخت کو خبردار کر دیں گے اور یہ سارا کھیل بگڑ جائے گا۔“
فرخ زاد نے آؤ میڈخت سے زیادہ اپنے آپ کو تسلی دینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا: ”اگر مجھ پر کسی نے بھڑک کر کسی کو کہہ سکوں گا کہ میں اپنی مرضی سے یہاں آیا تھا اور یہ محض اتفاق تھا تو تم بھی یہاں پہنچ گئی تھیں۔“

”ہو سکتا ہے کہ انہیں تم پر اعتبار آجائے۔ لیکن مجھ پر اعتبار نہیں آئے گا۔“

آؤ میڈخت ہاتھ پیر کر آگے بڑھی اور اُس نے تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد تین بار بندھو پر دستک دی۔ باہر سے زنجیر کھینچنے کی آواز آئی اور پھر دونوں کو اڑکھل گئے۔ آؤ میڈخت دہلیز سے باہر قدم رکھتے ہی اُسے پاؤں پیچے ہوئی آؤ دخت زدہ ہو کر فرخ زاد کی طرف دیکھنے لگی۔ پھوٹس نے سنبھلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا: ”وہ آگے کھڑے ہیں آپ باہر کے راستے سے نکل جائیں۔“ لیکن فرخ زاد اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ اُس نے جواب دیا: ”اب میری زندگی میں تمہارے سر کا بال بیکا نہیں ہو سکتا۔“
شاہ پور پوران دخت اندر داخل ہوئے اور اُس کے پیچھے چار مسلح سپاہی دروازے کے قریب رُک گئے۔ وہ چند ثانیے رنج و اضطراب کی حالت میں آؤ میڈخت اور فرخ زاد کی طرف دیکھتے رہے۔ بالآخر شاہ پور نے ٹھکانہ انداز میں کہا: ”آؤ تم جاؤ۔“

آؤ میڈخت نے ذمیت کا اظہار کرنے کی بجائے گردن اٹھا کر اُن کی طرف دیکھا اور پھر پوران سے مخاطب ہو کر کہا: ”مجھے معلوم: تاکہ تمہارے جاسوس اس جگہ بھی میرا پیچھا کریں گے۔“
پوران نے برہم ہو کر کہا: ”تمہیں شرم آتی چاہیے۔“

فرخ زاد نے شلو پور سے کہا: ”میں دُعا کر رہی ہوں کہ تمہارے پیچھے نہ آئے۔“
وقت تشدد کے اندر کوئی اور بھی ہوگا۔ یہ مجھے دیکھ کر بھاگ رہی تھیں میں نے صرف اپنی تشریف رُفت

کرنے کے لئے ان کا پیچھا کیا ہے۔

”اواب آپ کی تشریف رُفت ہر جگہ ہے۔“

”ہاں اب مجھے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ یہ آؤ میڈخت ہے۔“

شاہ پور نے پوران سے مخاطب ہو کر کہا: ”تم آؤ کر کے جاؤ، میں اُن بات کرتا ہوں۔“

آؤ بول: ”اگر تم میرے متعلق کوئی بات کرنا چاہتے ہو تو میں یہیں رہوں گی۔“

فرخ زاد نے کہا: ”نہیں آپ جائیں۔ میں اس بات کی ذمہ داری لیتا ہوں کہ میرے لئے آپ کے متعلق

کوئی ترمیم آمیز بات نہیں ہوگی۔ اگر آپ بھاگنے سے پہلے مجھے اپنا نام بتا دیں تو میں آپ کا پیچھا نہ کرتا۔ میں اس گستاخی کے لئے معذرت چاہتا ہوں۔“

”آؤ آؤ! پوران نے قدم سے نرم ہو کر کہا آؤ وہ کچھ اور کچھ بغیر اُس کے ساتھ باہر نکل گئی۔

شاہ پور نے سطح سپاہیوں کی طرف دیکھ کر ساتھ سے اشارہ کیا آؤ وہ بھی واپس چلے گئے۔“

شاہ پور چند ثانیے فرخ زاد کی طرف دیکھا رہا۔ پھوٹس نے کہا: ”آپ جانتے ہیں کہ محل کے آؤ

آؤ میڈخت کی حفاظت میری ذمہ داری ہے لہذا اس صورت میں جبکہ یہ میرے مقابلے میں سلطنت

کی اُمیدوار بھی ہے میری یہ ذمہ داری اور اہم ہو گئی ہے۔ اگر اُسے کوئی حادثہ پیش آجائے تو سلطنت

کے کھوار مجھے قابلِ معافی نہیں سمجھیں گے۔ یہ اپنی قیام گاہ سے غائب تھی اور کم کافی دیر سے اسے تلاش کیے تھے۔“

”مجھے خوشی ہے کہ آپ اپنی عمر زاد کا خیال رکھتے ہیں اس بات کے باوجود کہ وہ تختے کے حصول

کے لئے آپ کی بدمقابل ہے۔“

شاہ پور نے جواب دیا: ”میری عمر زاد خوبصورت بھی ہے اور مغرور بھی اور اگر خوشامدی نوکر دلاور

خادموں نے اُس کے دل میں ملکہ بننے کا شوق پیدا کر دیا ہے تو مجھے اس پر برہم نہیں ہونا چاہیے۔ یہ کوئی

نئی بات نہیں۔ شاہی محل کی ہر کزنز کے دل میں شہزادی بننے اور شہزادی کے دل میں ملکہ بننے کی خواہش ہوتی

ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کو اس کے ساتھ باقی کرنے کا موقع نہیں ملا، ورنہ ہو سکتا تھا کہ کوئی محل کی

بت اُس کے دماغ میں آجاتی۔“

فرخ زاد نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا: مجھے معلوم نہیں کہ اگر آپ کی عم زاد کے سر پر ایران کا تاج رکھ دیا جائے تو وہ آپ کے ساتھ کیا سلوک کرے گی لیکن میں آپ سے یہ وعدہ لینا چاہتا ہوں کہ اگر کل آپ حکمران بن جائیں تو اُسے اپنا دشمن نہیں سمجھیں گے۔

شاہ پور نے جواب دیا: اگر میں ایران کا حکمران بن جاؤں تو میری پہلی خواہش یہ ہوگی کہ آذر میندخت کے لئے کوئی ایسا شوہر تلاش کیا جائے جو اس کی قدر و قیمت جانتا ہو اور جس کی رفاقت میں وہ بیچو کی زد کوئے کی کسریٰ کی عم زاد ہونے کے باوجود اُسے اُس عزت سے محروم نہ رکھا گیا جو صرف ایک شہر لوی ہونے کی وجہ سے ہی نہیں بلکہ ایران کی سب سے زیادہ خوبصورت لڑکی ہونے کے باعث بھی اُس کا حق ہے۔ فرخ زاد نے اپنے دل کی دھڑکنوں پر قائم رہنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا: آپ بہت فیاض ہیں اور فیاضی ایک اچھے حکمران کی اولین شرط ہے۔

شاہ پور نے فرخ زاد کے چہرے پر ایک معنی خیز نگاہ ڈالتے ہوئے کہا: مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قدرت نے خراسان کے حاکم کو صرف طائف کے نئے حکمران کے سر پر سلطنت کا تاج رکھنے کے لئے ہی نہیں بلکہ آذر میندخت کے لئے بھی زندگی کا سہارا بنا کر یہاں بھیجا ہے اور اگر میرا یہ قیاس غلط نہیں تو ایران کی زمام کار سنبھالنے کے بعد میرا پہلا اعلان یہ ہوگا کہ میری عم زاد خراسان کے حاکم کے محل کی زینت بننے والی ہے۔ کیا میں یہ اُمید کر سکتا ہوں کہ اگر میں آپ کو آذر میندخت کا رفیق حیات بننے کی دعوت دوں تو آپ انکار نہیں کریں گے۔ آذر کو حکومت کرنے کا شوق ہے اور سلطنت کے قدرِ عظیم کی اسی کی حیثیت میں اُس کا یہ شوق پیدا ہو سکتا ہے۔

فرخ زاد نے تشکر اور احسانندی کے جذبات سے مغلوب ہو کر کہا: میرے لئے اس سے بڑی عزت لاؤں کیا ہو سکتی ہے۔

مجھے یہ معلوم نہیں کہ آپ کے متعلق آذر میندخت کے خیالات کیا ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ کسریٰ کے تخت پر بیٹھنے کے بعد مجھے اُس کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا پورا اختیار ہوگا۔ اب آپ آرام کریں۔

فرخ زاد نے دونوں باتوں سے متاثر ہوتے ہوئے کہا: میں آپ کو یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھے اس جگہ آذر میندخت سے ملاقات کی توقع نہ تھی۔

شاہ پور مسکرایا: مجھے معلوم ہے کہ آپ کو آتشکد کے موبد نے یہاں آنے پر آمادہ کیا تھا۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ موبد کو آذر میندخت نے میرے پاس بھیجا تھا۔

شاہ پور نے ہنس کر جواب دیا: آپ کو موبد پر خفا نہیں ہونا چاہیے۔ اُس نے صرف اپنا فرض پورا کیا ہے۔

کیا آپ اُس سے خفا نہیں ہیں؟

نہیں بلکہ میں اُسے انعام کا حق دار سمجھتا ہوں۔ اگر وہ یہ خدمت اپنے خستہ زبیاں تو اس وقت ہماری ملاقات بھی نہ ہوتی۔

آپ کا مطلب ہے کہ آپ موبد کی اطلاع پر یہاں آئے تھے؟

ہاں اُس نے آذر میندخت کے ساتھ آپ کی ملاقات کا انتظام کرنے کے بعد مجھے بھی خبردار کر دیا تھا لیکن ابھی یہ بات آذر میندخت پر ظاہر نہیں ہوئی چاہیے۔ ورنہ موبد کو مرنے کی اُس قسم سے محروم ہونا پڑے گا جو اس نے آذر میندخت سے ملے حاصل کی ہے۔

لیکن آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ اُس نے آذر میندخت سے انعام حاصل کیا ہے؟

شاہ پور نے مسکرا کر جواب دیا: میں وہ قلیل دیکھ چکا ہوں اور آذر میندخت کے مقابلے میں بزرگانِ انعام سے چکا ہوں اور یہ خیال ہے کہ اس کا گزراؤں کے جیسے آپ بھی اُسے انعام کا حقدار سمجھیں گے۔

تھوڑی دیر بعد جب فرخ زاد اپنے بستر پر لیٹا ان واقعات پر غور کر رہا تھا تو آذر میندخت کی ان غنیمت تصویریں اُس کے دماغ میں گھوم رہی تھیں اور پچپن سال کی عمر میں اُس کی حالت اُس بچے کی سی تھی جس کی جھولی کھلونوں سے بھری گئی ہو۔ اُسے جس قدر اس تلخ حقیقت کا احساس تھا کہ آذر میندخت نے اُسے یہ خوف، بانے کی کوشش کی ہے اُسی قدر وہ اس بات سے سُردہ تھا کہ شاہ پور کے سر پر تاج رکھنے کے بعد اُسی کی مُراد پوری ہو سکتی ہے۔

اگلے روز صبح ہوتے ہی اُس نے سلطنت اعلیٰ کبریٰ میں جمع ہو چکے تھے۔ اس پر لشکر عمارت کے ایک مسیح نبی کے بیٹے ایک بلند پیٹ فلیم پر وہ سنہری تخت تھا جسے بیش قیمت جواہرات سے مزین کیا گیا تھا۔ سامنے ایک میز پر کسرتی کا تاج پڑا ہوا تھا اور تخت کے اوپر یوتیوں اور ہیروں سے مزین چتے جسے تاج کی شکل میں بنایا گیا تھا، ایک بھاری زنجیر کے ساتھ چتے سے منسلک تھا۔ پیٹ فلیم سے کروسیع ہال کے آخری سرے تک فرش کے بیش قیمت قاین بھی یوتیوں اور ہیروں سے مزین تھے اور دیواریں طلسم اندہ تخت کے پردوں سے آراستہ تھیں۔ ان قاینوں اور پردوں پر جلنکش ونگار بنائے گئے تھے انہیں دیکھ کر پہاڑوں، ندیوں اور درختوں کا لگان ہوتا تھا۔ تخت کے دائیں بائیں شاہی خاندان کے شہزادے اور شہزادیاں روئی افزہ تھیں اور پیٹ فلیم سے بیچے سلطنت کے اکابر حسب مراتب اگلے اور پچھلی صفوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔

حاضرین مجلس کی نگاہیں تخت کے دو امیدواروں پر مرکوز تھیں۔ تخت کی دائیں طرف ایک کرسی خالی تھی اور اُس کے ساتھ دوسری کرسی پر شاہ چود روئی افزہ تھا۔ بائیں طرف پہلی کرسی پر پوران دخت اور دوسری کرسی پر آذ میردخت بیٹھی ہوئی تھیں۔

آذ میردخت اپنے لباس اور بناؤ سنگار کے لحاظ سے ایک دہن معلوم ہوتی تھی وہ ہر نگاہ کے جواب میں مسکراتی ہوئی برسا رہی تھی اور اُسے دیکھنے والے اشاروں میں اپنے ساتھیوں کو سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے کہ اگر فرخ زاد نے اس شوخ اور جیباک لڑکی کی طرف سے اپنی نگاہیں بند نہ کر لیں تو اُسے ایک تخت آزمائش کا سامنا کرنا پڑے گا۔

فرخ زاد ہال میں داخل ہوا اور سب تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ اُس نے چوتھے کی میزبانی پر پاؤں رکھتے ہوئے اچانک آذ میردخت کی طرف دیکھا اور ایک نابینہ کے لئے رک گیا۔ چہرہ جلدی سے اُس کے بڑھا اور شاہ پور کے قریب خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔

حاضرین تھوڑی دیر خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے اور چہرہ آپس میں سرگوشیاں

کرتے گئے۔ فرخ زاد قدرے وقف کے بعد اٹھا اور اُس نے کہا: معزہ محضات! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے یہ عظیم ذمہ داری کے قابل سمجھا ہے۔ تاہم اگر مجھے اس بات کا احساس نہ ہوتا کہ آج ہم اپنی تاریخی نئے نازک ترین دور سے گزر رہے ہیں اور موجودہ حالات میں ایک معمولی غفلت بھی ہمارے لئے تباہی کے دروازے کھول سکتا ہے تو میں یہ ذمہ داری قبول نہ کرتا۔ ذیاب غلیظ کے ایک عموماً اس کی تعریف یا دوسرے کی مذمت نہیں کر دیا گا۔ اگر یہ ممکن ہوتا کہ ایک تخت پر دو حکمران بٹھائے جائیں تو میں یہ اعلان کرتا کہ ایران کے تخت کے لئے شہزادہ شاہ پور اور شہزادی آذ میردخت یکساں موزوں ہیں۔ لیکن ایران کو صرف ایک حکمران کی ضرورت ہے۔ اس لئے میں آپ سے پھر ایک بار یہ وعدہ لینا چاہتا ہوں کہ آپ متفقہ طور پر میرے فیصلے کی تائید کریں گے۔

فرخ زاد یہاں تک کہہ کر روک گیا۔ حاضرین چند ثانیہ خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر اُن کی پہلی صفت سے ایک عمر آدمی اٹھا اور اُس نے بلند آواز میں کہا: ہمیں اپنی ذمہ داریاں کا پورا احساس ہے۔ اب آپ اپنا فرض پورا کریں۔ اس کے بعد ہمیں اٹھا اور اُس نے کہا: میں اس بات کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں کہ جو حضرات اس وقت یہاں موجود ہیں وہ متفقہ طور پر آپ کا فیصلہ قبول کریں گے۔ اس کے بعد دوسرے لوگ باہر باری فرخ زاد پر اپنے یقین اور اعتماد کا اظہار کرنے لگے۔ پھر فرخ زاد نے شاہ پور کا ہاتھ پکڑ کر اٹھا اور آگے بڑھ کر تخت پر بٹھا دیا۔ اس کے بعد مجوسی کا بن نے تاج اٹھا کر شاہ پور کے سر پر رکھ دیا۔ فرخ زاد نے پہلے تخت کے سامنے سجدہ کیا۔ پھر شہنشاہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور اُس نے کہا: حضرات! میں اپنا فرض پورا کر چکا ہوں۔ اب میری یہ خواہش ہے کہ شہزادی آذ میردخت ایران کے نئے شہنشاہ کو مبارکباد پیش کرنے میں سبقت کریں۔ آذ میردخت چند ثانیہ سکھتے کے عالم میں فرخ زاد کی طرف دیکھتی پھر وہ اپنے کرب و غلاب کو معنوی مسکراہٹوں میں چھپاتی ہوئی اٹھی، لڑکھڑاتی ہوئی آگے بڑھی دو زانو ہو کر شاہ پور کے ہاتھ کو بوسہ دیا، پھر پیچھے ہٹ کر اپنی کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس کے بعد شہزادی پوران دخت شاہی خاندان کے دوسرے افراد اور سلطنت کے وزراء اور فوجی عہدہ دار باہر باری آگے بڑھ کر شاہ پور کی تعظیم کرنے لگے۔

لیکن آؤمیدخت کو اپنے گرد و پیش کا ہوش نہ تھا۔ وہ ایک زخمی ناگس کی طرح کبھی شاہ پورا اور کبھی فرخ زاد کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جب یہ کاروائی ختم ہوئی تو شاہ پور نے حاضرین و دربار سے مخاطب ہو کر کہا: ہمیں انی ذمہ داریوں کا پورا پورا احساس ہے جو موجودہ حالات میں ایران کے حکمران پر عائد ہوتی ہیں اور ان عظیم ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ہمیں ایک ہاشمندانہ اور تجربہ کار فزیر کی ضرورت ہے۔ فرخ زاد نے ثابت کر دیا ہے کہ ہمیں خراسان سے زیادہ دائیں میں ان کی خدمات کی ضرورت ہے۔ اس لئے ہم انہیں اپنا وزیر مقرر کرتے ہیں اور خراسان کی حکومت ان کے بیٹے رستم کے سپرد کی جاتی ہے۔ دائیں کے عوام اور گورنر محسوس نہیں کرنا چاہیے کہ ہم نے ان پر کسی جبری کو تسلط کر دیا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ فرخ زاد کو شاہی خاندان سے منسلک کر دیا جائے۔ آؤمیدخت ہماری ہم زاد ہیں ہم ان کے شکرگزار ہیں کہ انہوں نے ایران کے تخت پر پہلا وزیر مقدم کرتے ہوئے انتہائی کشادہ دلی کا مظاہرہ کیا ہے اب ہماری درخواست ہے کہ وہ ہمارے وزیر کی رفیقہ حیات کی حیثیت سے سلطنت کے امور میں پیشی لیں کیونکہ جس طرح ہمیں فرخ زاد کی خدمات کی ضرورت ہے اسی قدر فرخ زاد کو اپنے خزانے کی انجمن دہی کے لئے ہماری ہم زاد کے تعاون کی ضرورت ہوگی۔

آؤمیدخت اپنا ایک اٹھ کر کھڑی ہو گئی مگر سب اور اضطراب کی حالت میں اس کا سارا وجود لرز رہا تھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن آواز اس کے حلق سے باہر نہ نکل سکی۔

شاہ پور نے اس کی طرف دیکھا اور کہا: آؤمیدخت عبادت میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں تم نے مقدس آگ کے سامنے جو عہد کیا تھا، ہم اسے پورا کریں گے۔ تم نے کوئی ایسی بات نہیں کی جس پر کسری کاغذ ان شرمسار ہو۔ تم اس بات پر فخر کر سکتی ہو کہ تمہارا مقصد سلطنت کی بھلائی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اب ہم اپنی رعایا کو ایک ہفتہ کے لئے جشن منانے کی اجازت دیتے ہیں۔

آؤمیدخت نہ محال سی ہو کر کرسی پر گر پڑی۔ شاہ پور اٹھا اور عقب کے دروازے سے باہر نکل گیا۔

باب ۵

فرخ زاد اپنے دختر کے ایک کشادہ کمرے میں بیٹھا کچھ کھ رہا تھا۔ آؤمیدخت کمرے میں داخل ہوا اور سلام کرنے کے بعد مژدب کھڑا ہو گیا۔ فرخ زاد نے اس کی طرف دیکھے بغیر اتار سے اشارہ کیا اور آؤمیدخت آگے بڑھ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ فرخ زاد نے تھوڑی دیر بعد اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا: آؤمیدخت میں تمہیں ایک اہم و ضروری سونپ رہا ہوں۔ تمہیں معلوم ہے کہ ایک ہفتہ تک فرخ زاد اور شہزادی آؤمیدخت کی شادی ہونے والی ہے اور دائیں کے اُمراء کا ایک بااثر گروہ اس بات پر خوش نہیں؟

”جناب میرا خیال ہے کہ اس مسئلہ پر فرخ میں بھی کافی اضطراب پایا جاتا ہے۔ میں اس قسم کی افواہیں سن چکا ہوں کہ شاہ پور نے تخت حاصل کرنے کے لئے فرخ زاد کو شہزادی آؤمیدخت کا رشتہ پیش کیا تھا لیکن میرا خیال ہے کہ شہزادی کی اپنی خواہش بھی یہی تھی۔“

”تمہارا خیال غلط ہے۔ وہ اس رشتے پر قطعاً خوش نہیں اور جو امیر و محسوس کرتے ہیں کہ شاہ پور نے فرخ زاد کو وزیر بنا کر ان کی حق تلفی کی ہے، اس کی ناراضگی سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں فرخ زاد نے شاہ پور کے حق میں فیصلہ سے کہ جب قدر دانشدہی کا ثبوت دیا ہے، وزارت کا عہدہ قبول کرنا اور پھر اس سے کہیں زیادہ آؤمیدخت کے ساتھ شادی دہانے میں اسی قدر حماقت کا مظاہرہ کیا ہے اس کے مخالفین کے لئے دائیں کے عوام کو اس بات پر شتعل کرنا مشکل نہیں کہ کسری کی بیٹی کی شادی شاہی خاندان سے باہر ہو رہی ہے۔ میں تمہیں فرخ زاد کی حفاظت کی ذمہ داری سونپنا چاہتا ہوں۔ کل اس نے شہنشاہ سے درخواست کی تھی کہ اسے خراسان سے اپنے سپاہیوں کے چند سے دائیں میں منتقل کرنے

سیاوش نے آگے بڑھ کر شہزادی کے ہاتھ کو ہوس دیا اور پھر پیچھے ہٹ کر اُس کے سامنے دیوان پر بیٹھنے پر مجبور ہوا۔ شاہ پور کو معلوم ہوا کہ شاہی محلات کا محافظ میرا ماموں زاد ہے اور اس میں اُس کے پاس کڑا کرتا ہوں۔

آؤ میدخت بدلی: فرض کرو اگر شاہ پور یا دیوان دخت اچانک اس طرف آنکلیں تو تم نہیں یہ کہہ کر مطلق کر سکو گے کہ تم غلطی سے اپنے ماموں زاد کی بجائے یہاں آ گئے ہو؟

وہ مسکرایا: آپ فکر نہ کریں، اُن کے رستے میں پہرہ دار کھڑے ہیں اور جب اُن میں سے کوئی اپنے محل سے باہر نکل کر آپ کی قیامگاہ کا اندیشہ کرے گا تو مجھے اطلاع ملی جائے گی اور مجھے یہاں سے باخ کے رستے اپنے ماموں زاد کے گھر تک پہنچنے میں دیر نہیں لگے گی۔ لیکن اس وقت شاہ پور کے ساتھ فرخ زاد کی ملاقات ہو رہی ہے اور جب تک یہ ملاقات ختم نہیں ہوتی شاہ پور کے ذکر یا جاہوس کسی اور طرف توجہ نہیں دیں گے۔ میں آپ کو یہ بتانے کے لئے آیا ہوں کہ ملکہ اور فوجی سرحدوں کی اکثریت جملہ سے ساتھ ساتھ فرخ زاد کو اس بات کا موقع نہیں دینا چاہتے کہ وہ دائی میں پاؤں جمائے۔ فرخ اس غیبی کانی بے چینی ہے کہ فرخ زاد کو قہر سے ہی اپنے بیٹے رستم کو سپرد سلاطین کے سپرد پر فائز کرنے کی کوشش کرے گا اور شاہ پور کسی مسئلے میں بھی اسے مداخلت کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

آؤ میدخت نے کہا: یہ سب باتیں بتانے کے لئے یہاں آنے کا خطرہ مول لینے کی ضرورت نہ تھی۔ محل کے اندر بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو مجھے باہر کے حالات سے باخبر رکھتے ہیں۔ میں صرف یہ سننا چاہتی ہوں کہ جو ملکہ اور فوجی سرحد میرے طرف دار ہیں انہوں نے بدعت کا جھنڈا بلند کرنے کے لئے کون سا دلعزیز کیا ہے؟

سیاوش نے جواب دیا: ہمیں بغاوت کا پرچم اٹھانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ پہلے سامنے سلاطین سے کہ ایک شخص جب اہل دائی گہری نیند سے بیدار ہوں تو وہ یہ خبر سنیں کہ شہزادی کی ازبخت کے ایک جانتا رشتہ پور اور فرخ زاد کو اُس کے رستے سے ہٹا دیا ہے۔

آؤ میدخت مسکرائی: اور آؤ میدخت کے اُس جانتا رشتہ سیاوش ہے۔

ماں میں یہ کام اپنے ذمے لے چکا ہوں۔ لیکن میرے رستے میں چند دشواریاں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں آج آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ میرے لئے فرخ زاد سے چھکارا حاصل کرنا مشکل نہیں ہوگا۔ لیکن اس کے بعد اگر شاہ پور کی محافظہ فرخ زاد کی سیلان میں آگئی تو بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جو آپ کا ساتھ دینا پسند کریں گے۔ بد قسمتی سے محافظہ فرخ زاد کا سالار شاہ پور کا انتہائی وفادار ہے۔

آؤ میدخت نے کہا: میں فرخ زاد کو اچھی طرح جانتی ہوں اور مجھے یقین ہے کہ اگر تم فرخ زاد اور شاہ پور کو رستے سے ہٹا سکو تو وہ میری مخالفت نہیں کرے گا۔

سیاوش نے کہا: لیکن اُس نے ایک ایسے جوان کو فرخ زاد کا محافظ بنا دیا ہے جسے میں خطرناک سمجھتا ہوں۔

وہ کون ہے؟

اُس کا نام زرنخت ہے۔

تم اُس سے ڈرتے ہو؟

سیاوش نے حکم کر جواب دیا: میں ایران کی ہونے والی مکہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ میں صرف آپ کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ فرخ زاد نے محافظہ فرخ کے بہترین سپاہی فرخ زاد کی نئی قیام گاہ کی حفاظت کے لئے بھیج دیے ہیں اور زرنخت ان سپاہیوں کا آخر سطرے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر فرخ زاد فرخ زاد کے لئے کوئی خطرہ محسوس نہ کرے گا تو وہ اپنی فوج کے انتہائی وفادار فوجیوں کو پڑاؤ میں ایک اہم ذمہ داری سے براہ فرخ زاد کی حفاظت متعین ذکر کرتا۔ عام حالات میں یہ کام فرخ کے ایک معمولی عہدیدار کے سپرد ہونا چاہیئے تھا۔

آؤ میدخت نے کہا: میری کچھ میں نہیں آتا کہ اس میں پریشان ہونے کی کون سی بات ہے۔ موجودہ حالات میں ایک معمولی عقل کا آدمی بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ اہل دائی فرخ زاد کی تقرری پر خوش نہیں ہیں اور اس خبر نے انہیں اب زیادہ مضطرب کر دیا ہے کہ شاہ پور نے میری شادی کا لالچ دے کر تخت محل کیا ہے۔ اس لئے فرخ زاد کی حفاظت کے لئے جو انتظامات ہو رہے ہیں وہ میرے لئے غیر متوقع نہیں۔ اگر شاہ پور نے یہ کام فرخ زاد کے سپرد کیا ہے تو اُس نے اپنی ذمہ داری سے عہدہ براہ ہونے کے لئے یقیناً ایسے لوگوں کو منتخب کیا

ہوگا جن کی وفاداری اور فرض شناسی پر اُسے پورا بھروسہ ہو۔

سیلوخ نے جواب دیا: شہزادی! میں پریشان نہیں ہوں لیکن آپ کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ مجھے اُسے کی مشکلات کیا ہیں اور ان مشکلات کا سامنا کرنے کے لئے ہمیں کوئی تدبیر اختیار کرنی چاہیے۔ میں نے پہلے ہی دل سے اندیشہ ظاہر کیا تھا کہ اگر محافظ فرج بروقت حرکت میں آگئی تو ہمارا بنانا یا بھل جھگڑ جائے گا۔ اب فرخیز نے سفند نخت کو فرخ زاد کی حفاظت کی ذمہ داری سونپ کر ثابت کر دیا ہے کہ میرے غمخیزات بے بنیاد نہیں تھے۔ شہنشاہ کی محافظ فرج کے بعض سپاہیوں اور افسروں کے خیالات معلوم کرنے کے بعد میرا اثر یہ ہے کہ ان کی اکثریت نہ نخت کے اٹھنا پر جان دیتی ہے۔ اور جب تک یہ نوجوان فرخیز کو اپنے باپ کی جگہ سمجھتا ہے تو ان میں سے جو بڑے فرخیز کے خلاف ہیں کوئی سازش کا خیاب نہیں ہو سکتی۔ اگر اُس نے شاہ یا فرخ زاد کے لئے کوئی خطرہ محسوس کیا تو اُسے صرف نہ نخت کو خبردار کرنے کی ضرورت پیش آئے گی اور نہ ایک ماحمت کے اندام و تمام سون کو مستقرے شہر اور شاہی محلات میں منتقل کر دے گا۔

شہزادی نے کہا: کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ فرخ زاد اور شاہ پورے پہلے فرخیز کو اپنے لئے سے ہٹا دیں۔؟

یہ بات مشکل نہیں! ہم فرخیز کو کسی وقت بھی ٹھکانے ٹھاکے ہیں۔ اُس کے مکان پر چند ذاتی نوکروں کے سوا اور کوئی سپردار نہیں ہوتا۔ پھر اس کام کے لئے اُس کے دفتر کے کسی آدمی کی خدمت بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔ لیکن اس کے بعد میں نہ نخت سے پشیمان ہوں گا اور محافظ فرج کے آؤدودہ کار سپاہی اُس کے ساتھ ہوں گے۔ ایران کی دوسری افواج سے مجھے کوئی اندیشہ نہیں اگر آپ شاہ پور یا اُس کے چند حامیوں کی ملائیں ردغتی ہوئی تخت تک پہنچ جائیں تو انہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی بلکہ میرے خیال میں ان کی اکثریت فرخ زاد سے بھٹکارا حاصل کرنے کے لئے اس انقلاب کا خیر مقدم کرے گی۔ لیکن موجودہ حالات کسی خانہ جنگی کے لئے سازگار نہیں اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ کوئی مغربو فرجی اور نخت و تاج کا وجود دارین کر میدان میں آجائے گا اور ہم مزدکیتے رہ جائیں گے۔ اس لئے ہمیں اپنی کاروائی کے

آغاز سے لے کر انجام تک سامنے رکھنا قلیل عرصہ میں طے کرنے پڑیں گے۔

آؤدودہ! تم اس بات پر پریشان ہو کہ فرخیز نے شاہی فرج کے ایک جوان اور بااثر افسر کو فرخ زاد کی حفاظت پر متعین کر دیا ہے لیکن کیا میرے لئے ایران کی سلطنت کا سوا چکانے والا ایک نوجوان اس کی قیمت لوانہیں کر سکتا؟

”میں جس بات سے پریشان ہوں وہ یہ ہے کہ یہ نوجوان فرخیز کی حسین فرما کی پرغلا ہو چکا ہے۔ وہ انہماک کے ایک بہت بڑے رئیس کی بیٹی ہے۔ میں اُسے دیکھ چکا ہوں اور مجھے شاہی فرج کے ایک افسر سے یہ معلوم ہوا ہے کہ کچھ عرصہ قبل جب یہ لڑکی یہاں آئی تھی تو نہ نخت صبح و شام فرخیز کے گھر کا طواف کیا کرتا تھا۔ اس افسر کو یقین ہے کہ نہ نخت اس لڑکی کا شوہر بننے والا ہے اور اُسے فرخ زاد کے ساتھ خستہ کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ اُسے چل کر اُس کے لئے ترقی کے راستے کھل جائیں۔“

آؤدودہ نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا: تم ابھی یہ کہہ رہے تھے کہ فرخ زاد اس وقت شادی کے پاس ہے۔

”ہاں میں اُسے شاہی محل کی ڈیڑھ سی کی طرف جاتے ہوئے دیکھ چکا ہوں۔“

”اور نہ نخت بھی اُس کے ساتھ ہوگا؟“

”نہیں نہ نخت اُس کے ساتھ نہیں تھا۔ وہ عام طور پر فرخ زاد کی نئی قیام گاہ کی حفاظت کرتا ہے۔ جب فرخ زاد دن کے وقت شہنشاہ کے پاس آتا ہے تو وہ دس مسلح جوان اُس کے ساتھ بھیج دیتا ہے لیکن اگر رات کے وقت فرخ زاد کو شاہ پور کے پاس اپنا پڑے تو وہ ہمیشہ اُس کے ساتھ ہوتا ہے اور ان کے ساتھ مسلح سپاہیوں کی تعداد بھی زیادہ ہوتی ہے۔ علی الصبح وہ تھوڑی دیر کے لئے اپنے پڑاؤ میں بھی جاتا ہے مگر شاہی فرج کے ساتھ اُس کا رابطہ قائم رہے۔“

آؤدودہ نے کہا: میں صرف یہ جاننا چاہتی ہوں کہ اس وقت وہ کہاں ہوگا؟

”میرے خیال میں وہ اس وقت فرخ زاد کے محل میں ہوگا۔“

آؤدودہ نے تال بجاتی ایک کنیز بھانگی کو پکار کر سے میں داخل ہوئی۔ آؤدودہ نے کہا:

محل کا محافظ مجھے تہہاری سرگرمیوں کی خبر دیتا رہے گا۔
سیاحتیں اہل ناخواستہ اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا دیا اور ایک ثانیر کے لئے مڑ کر شہزادوں
کی طرف دیکھنے کے بعد کمرے سے باہر نکل گیا۔



زرنخت دریا کے دوسرے کنارے فرخ زاد کے محل کے ایک کمرے میں گہری نیند سوتا تھا۔
ایک سپاہی بھاگتا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر جھنجھوٹے لگا۔ اس نے کروٹ
بدل کر آنکھیں کھولیں اور پھر جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سپاہی نے کہا: صاف کچھ جناب! میں نے
نہیں سمجھا یا تھا کہ آپ ابھی سوئے ہیں اور رات کے وقت آپ کو آرام کا موقع نہیں ملتا لیکن....
”وزیر اعظم واپس آگئے ہیں؟“ زرنخت نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا: ”نہیں جناب!
وہ نہیں آئے۔ شہزادی آذر میرخت تشریف لائی ہیں۔“

”کیا ایک دن ہے ہو، اور کڑو؟“

سپاہی پریشان ہو کر آگے بڑھا اور زرنخت اُس کی گردن پر ہاتھ ڈالنے کے بعد اُس کا ہاتھ لگے۔
سپاہی نے احتجاج کیا: ”جناب! میں نے شراب نہیں پی۔ میں نے افیون بھی نہیں کھائی۔ یہ ہو سکتا
ہے کہ کوئی من چلی لڑکی ہمارے ساتھ مذاق کرنا چاہتی ہو لیکن وہ شاہی محل کی طرف سے ایک خوبصورت
کشتی پر سوار ہو کر آئی ہے۔ ایسی کشتیوں پر صرف شاہی خاندان کے شہزادے اور شہزادیاں ہی سیر کر سکتے
نکلتے ہیں اس کشتی کے قلع بھی رئیس زادے معلوم ہوتے ہیں اُس کا لباس اور زین بھی شہزادوں جیسا ہے۔
اُس کی خادمہ کے گلے میں بھی موتیوں کا لڑ ہے۔ اُس نے کشتی سے اُترتے ہی یہ حکم دیا تھا کہ شہزادی آذر میرخت
اس محل کا معائنہ کرنے کے لئے تشریف لائی ہیں۔ اس لئے تمام نوکر ایک طرف ہٹ جائیں پھر اُس نے
پیرداروں سے یہ کہا کہ تم آٹوؤں کی طرح کیا دیکھ رہے ہو، اگر تمہارا کوئی افسر یہاں ہے تو اُسے شہزادی کے
ساتھ پیش کرو۔ میں نے صرف اتنا کہہ دیا کہ آپ سو رہے ہیں اور وہ میرا نہ زچنے کے لئے تیار ہو گئی۔“
”لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ شہزادی آذر میرخت یہاں کیسے پہنچ گئیں؟“

”میری پاکی تیار کرواؤ۔ میں محل سے باہر جا رہی ہوں۔“

”یہ دیوانگی ہے، فرخ زاد کو کیا خیال کسے گا؟“

”فرخ زاد کو صرف اس بات کا افسوس ہو گا کہ جب میں اُس کا گھر دیکھنے گئی تھی تو وہ میرے
استقبال کے لئے وہاں موجود نہ تھا۔“

”لیکن شاہ پر یہ بات کیسے پسند کرے گا کہ آپ شادی سے پہلے....“

آذر میرخت نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے کہا: ”شاہ پورے لئے اس سے بڑی خبر یاد کیا ہو
ہو سکتی ہے کہ میں نے فرخ زاد کے ساتھ اپنا مستقبل وابستہ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔“

سیاحتیں نے کہا: ”شہزادی! اگر آپ زرنخت کو اپنا حامی بنانے کی اُمید پر وہاں جا رہی ہیں
تو آپ کی ایوانی ہوگی۔“

آذر میرخت نے تھلا کر جواب دیا: ”گر وہ دیکھنے کے لئے آنکھیں رکھتا ہے تو مجھے اُس سے
ایسی نہیں ہوگی۔“

”لیکن آپ کس بہانے وہاں جائیں گی؟“

”بہانہ تلاش کرنا میرا کام ہے۔ میں وہاں ضرور جاؤں گی اور تم یہ دیکھو مجھے کہ جو تمہیں ایک پیارا
دکھائی دیتا ہے ایک تنگے سے زیادہ بے حقیقت ثابت ہو سکتا ہے۔“

”لیکن اگر اُسے کسی سازش کا شبہ ہو گیا تو وہ کسی تاخیر کے بغیر فریاد کو خبردار کرے گا اور اس کے
بعد حکومت کے سارے عیاموں ہمارے خلاف حرکت میں آجائیں گے۔“

”اُسے کوئی شبہ نہیں ہوگا۔“

”لیکن آپ کسے کیا کہیں گی؟“

”مجھے کچھ کہنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی، میں صرف یہ دیکھنے جا رہی ہوں کہ ہمارے لئے
اُس سے نجات حاصل کرنے یا اُسے اپنا حامی بنانے کے امکانات کیا ہیں؟ اور میں اُس کی نگاہوں سے اس
سوال کا جواب معلوم کر سکوں گی۔ اب تم جاؤ اور آئندہ انتہائی ضرورت کے بغیر یہاں آنے کی کوشش نہ کرو۔“

اب آپ اہمیتان سے اپنا عمل دیکھ سکتی ہیں، زندگی نے یہ کہہ کر ایک طرف کھینکے کی کوشش کی۔
لیکن آندھیل: ٹھہرو! تم کہاں جا رہے ہو؟

میں بھی باہر جا رہا تھا۔

تم ہمیں مکان نہیں دکھاؤ گے؟

میں حاضر ہوں، لیکن میرا خیال تھا کہ شاید آپ میری ہونجھلی میں ابھن عروس کریں۔

نہیں تم جاوے ساتھ رہو گے، ہم اسی جگہ سے شروع کرتے ہیں تم اس کمرے میں دھتے ہو؟

نہیں! یہاں باہر مہمان خانے کے ساتھ ہے، لیکن چونکہ ابھی نخلی منزل کے چار کمرے خالی ہیں اس

نے میں دو کے وقت یہیں رہتا ہوں۔ وزیر اعظم عام طور پر ٹوپر کی منزل میں قیام فرماتے ہیں۔

آندھیل نے آگے بڑھ کر کمرے کے اندر جھانکے ہوئے کہا: یہ کمرے ایران کی سلطنت کے وزیر اعظم

کے محل کا حصہ معلوم نہیں ہوتا۔

جناب ابھی نخلی منزل کے کئی کمرے آراستہ نہیں ہوئے، صرف ملاقات کے کمرے کے علاوہ عین اور

کردوں کو آراستہ کیا گیا ہے۔

”ہمیں پہلے وہ کمرے دکھاؤ!“

”تشریف لائیے!“ زندگی نے یہ کہہ کر ان کے آگے آگے چل دیا۔

وہ عین چھوٹے کمرے دیکھنے کے بعد ایک بڑے ہال میں داخل ہوئے جو قالینوں، آئینوں کی کرسیوں

نخل کے پردوں اور رنگارنگ کی تصویروں سے آراستہ تھا۔ ایک کتلاہ دستچے کے سامنے سنہری گولانوں

میں گلاب کا تازہ پھل جھک رہا تھا۔

آندھیل نے کمرے کے درمیان ایک قالین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: یہ قالین اس کمرے

کے لئے محفوظ نہیں ہے کسی اندکسے میں ڈال دو۔

”لیکن یہ تو وہ کل ہی خرید کر لائے تھے اور دوکاندار کہتا تھا کہ اس سے زیادہ قیمتی قالین ملاؤں کے

بازار میں نہیں مل سکتا۔“

”جناب یہ بات میری سمجھ میں بھی نہیں آ سکتی، لیکن آپ جلدی کیجئے۔“

زندگی نے جلدی سے اپنے سونے پہنے اور آندھیل کو کھڑا ہو گیا۔

آندھیل نے اور اس کی خاموشی کے سامنے خود راہ ہوئی اور زندگی دم بخود ہو کر ان کی

طرف دیکھنے لگا۔ پھر وہ ایک اس کی نگاہیں جھک گئیں۔

شہزادی نے شکایت کے لیے کہا: میرا نام آندھیل ہے، لیکن اس محل کے محافظ شاید مجھے

کوئی مجھوت سمجھتے ہیں؟

زندگی نے جھپٹے ہوئے گردن اٹھائی اور آندھیل نے اس کے دل کی گہرائیوں میں اتر

گئی۔ معاف کیجئے! اس نے کہا: میں سو رہا تھا اور اس محل کے پیرداروں کے سامنے آپ کی آندھیل مقرر

تھی اور مجھے بھی اس بات کا علم نہ تھا کہ آپ تشریف لاد رہی ہیں۔

”اب اگر تم پیرداروں کے ہجوم کو ایک طرف کر سکو تو میں یہ محل دیکھنا چاہتی ہوں اور مجھے یقین ہے

کہ فرخ زاد اس بات پر اعتراض نہیں کرے گا۔“

زندگی نے آگے بڑھ کر کہا: یہ محل آپ کا ہے اور اگر پیرداروں سے کوئی گستاخی ہوئی ہے تو

میری معذرت قبول فرمائیے۔“

شہزادی نے جواب دیا: پیرداروں کے ۱۴ اس ابھی بدست نہیں ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ خراسان

کے لوگ ان کی دشمنی میں بھی انسان اور مجھوت کے درمیان تمیز نہیں کر سکتے۔

زندگی نے کہا: یہ پیردار اسی جگہ کے باشندے ہیں، طرف چند نوکر خراسانی ہیں۔

”اور تم؟“ شہزادی نے انجان بن کر پوچھا۔

”میں بھی خراسانی نہیں ہوں۔ یہ کہہ کر زندگی نے اس سپاہی کی طرف متوجہ ہوا جو ابھی تک بدھو اسی کی حالت

میں کمرے کے اندر کھڑا تھا۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟“ اور اپنے ساتھیوں کو ڈیڑھ میٹر کی طرف سے جاؤ۔

سپاہی جھپٹا ہوا دروازے کی طرف بڑھا لیکن انہیں راستے میں دیکھ کر ٹھٹھک گیا اور پھر جلدی سے

نڑو کر بھاگا، ہڑا دوسرے دروازے سے باہر نکل گیا۔ آندھیل نے زندگی اور غلام نہیں پڑیں۔

آذر میڈخت نے غلام سے مخاطب ہو کر کہا: "تم کشتی سے قالین اٹھوا کر یہاں لے آؤ۔"
خادم باہر نکل گئی تو آذر میڈخت زنجبخت کی طرف متوجہ ہوئی۔ "میں یہ سارے قالین تبدیل کرنے
چاہتی تھی اور مجھے یہ پردے بھی پسند نہیں آئے لیکن تمہیں فرخ زاد سے یہ شکایت نہیں کرنی چاہیے
کہ میں کن کی توہین کرنا چاہتی ہوں۔"

"آپ اطمینان رکھیں مجھے یقین ہے کہ اگر آپ یہ سدا سامان اٹھوا کر دیا میں پھینکے گا مگر یہی
قولی نہیں ملے گی بلکہ وہ اس بات سے خوش ہوں گے کہ آپ نے اس مکان کو توجہ کے قابل سمجھا ہے۔"
شہزادی نے کہا: "اب اوپر چلو! میں ان کے کمرے دیکھنا چاہتی ہوں۔"

زنجبخت خادم کا انتظار کرنا چاہتا تھا لیکن جب آذر میڈخت دروازے کی طرف بڑھی تو وہ جلدی
سے آگے بڑھ کر اس کے ساتھ جاملے بالائی منزل کی سیڑھیاں چڑھتے وقت آذر میڈخت نے لپٹا کر
مڑ کر دیکھا اور اس کی دُغریب مسکراہٹ زنجبخت کے دل میں گھر کر گئی۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" شہزادی نے سوال کیا۔

"زنجبخت" اس نے گردن جھکاتے ہوئے جواب دیا۔

پھر تھوڑی دیر بعد وہ بالائی منزل کے ایک کمرے میں کھڑے تھے جس کا ایک درجہ دریا
اور دوسرا پائین باغ کی طرف کھلتا تھا۔ شہزادی نے اندھال سی ہو کر ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا: اب
میں تھک گئی ہوں۔

زنجبخت نے کہا: "آپ تھوڑی دیر آرام کر لیں میں نیچے جا کر آپ کی خادمہ کو بھیجتا ہوں۔"

"خادمہ کو بلاؤںے کی ضرورت نہیں وہ ایک باوقوف عورت ہے اور ان کروں کا حال دیکھنے کے
بعد میرا مذاق اڑائے گی۔"

"میں آپ کے لئے تشریف بھیجتا ہوں۔"

"مجھے پیاس نہیں تم میرے چائے! میں چند ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

زنجبخت جھپٹتا ہوا چند قدم دور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کا دل دھڑک رہا تھا لیکن اب

اس دھڑکی سے خوف کے ساتھ ساتھ مسرت کا احساس بھی ابھرتا تھا۔ وہ بچپن کے ایام میں جن
عجیب و غریب پیلوں کی داستانیں سنا کرتا تھا، ان کی ایک تہی جاگتی تصویر اس کی نگاہوں کے سامنے
تھی اور اس کے ذہن میں نسوانی حسن و جمال کے متعلق جو تصورات تھے وہ سب آذر میڈخت کے
خدا و خال میں سمٹ کر آگئے تھے۔ وہ اس کی بیباک نگاہوں میں بیک وقت زندگی کی ماضی اور موت
کی تاریکی دیکھ رہا تھا۔ اس کا دل ایک آن دیکھے خوف لوار کجانی مسرت کے احساس کے درمیان
پسا جا رہا تھا۔

شہزادی آذر میڈخت نے کہا: میں صرف اس محل کو دیکھنے نہیں آئی تھی میرا اصل مقصد یہ معلوم
کرنا تھا کہ اس محل میں وہ شخص کس قدر محفوظ ہے جو میرا نفسِ سیات بننے والا ہے۔ میں تم سے یہ وعدہ لینا
چاہتی ہوں کہ تم اپنے فرض سے ایک لمحہ کے لئے بھی غفلت نہیں برتو گے۔

زنجبخت نے جواب دیا: "میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ مجھ سے ذرہ بھر کوتاہی نہیں ہوگی۔"

آذر میڈخت نے کہا: "مجھے معلوم نہیں کہ ایک عمر رسیدہ آدمی جس کے بیٹے کی عمر مجھ سے زیادہ ہے
مجھے کس قدر خوش رکھ سکے گا، تاہم میں نے سلطنت کے حالات دیکھ کر اس کے ساتھ شادی کرنا قبول
کر لیا ہے۔ موجودہ حالات میں ایران کو ایک مضبوط وزیر کی ضرورت ہے اور فرخ زاد سے زیادہ کوئی اور
شخص اس عہدہ کے لئے موزوں نہ تھا۔ اس کی زندگی بہت قیمتی ہے اور اگر اسے کوئی حادثہ پیش آیا
تو سلطنت کو انتہائی خطرناک حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ فرخ زاد کو قادی کوئی
خطرہ ہے لیکن احتیاط ضروری ہے۔ تمہارے پاس کتنے آدمی ہیں؟"

"میرے پاس تیس آدمی ہیں ان کے علاوہ فرخ زاد کے دس خراسانی ملازم بھی ہیں رہتے ہیں۔"

"مجھے یہ مکان ایسا قلعہ دکھائی نہیں دیتا جس کی حفاظت کے لئے تیس یا چالیس آدمی کافی ہوں۔"

زنجبخت نے جواب دیا: "اس جگہ ہماری توہین ضرورت یہ ہے کہ باہر کا کوئی آدمی پہرہ داروں کی نگاہ
سے بچ کر اندر نہ آ سکے اور اس کے لئے دس سپاہی ہر وقت محل کے چاروں طرف موجود رہتے ہیں جب
وہ باہر نکلتے ہیں تو کم از کم دس محافظ ان کے ساتھ ہوتے ہیں اس کے علاوہ وزیر اعظم کی آمد و رفت کے

دل سے پر شاہی جاسوس کی ایک خاصی تعداد موجود ہوتی ہے۔

میں یہ جانتی ہوں کہ عمل سے باہر ان کی حفاظت کے لئے کان احتیاط برتن جاتی ہے۔ لیکن اس کا
کی حفاظت کے لئے چند آدمی کافی نہیں ہو سکتے۔

”اگر آپ کا یہ مطلب ہے کہ یہاں میں اچانک کسی مسلح ہجوم کے حملے کا خطرہ پیش آ سکتا ہے تو مجھے
آپ کو یہ اطمینان دے سکتا ہوں کہ یہ مکان شاہی محلات سے کم محفوظ نہیں۔ خطرے کے وقت محافظ فوج
ان کی آن میں پڑاؤ سے یہاں پہنچ سکتی ہے۔ لذت کے وقت ہمیں اس مکان کی چھت پر شعل بڑھانے
کی ضرورت پیش آنے لگی اور دن کے وقت.....“

زنجبخت کی زبان اچانک رنگ گئی اور معذرت طلب نگاہوں سے آذر میرخت کی طرف دیکھنے لگا۔
وہ جلدی تم تک کیوں گئے۔ یہ کوئی سوتہ نہیں جسے میں نہ بکھ سکوں۔ دن کے وقت ایک کھوڑے کا کام
یا جاسکتا ہے۔

زنجبخت نے نام ساہوکر کہا: میں نے آپ کے اطمینان کے لئے ایسی باتیں کہہ دی ہیں جو مجھے
نہیں کہنی چاہیے۔ تمہیں اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ کے غیر ذمہ دار نہ سمجھ لیں۔

آذر میرخت نے اس کے سپا پر نظریں گاڑتے ہوئے کہا: تم ایک غلط آدمی ہو اور میں غلام کی
قد کرتی ہوں۔ مجھے اتنے ہی یہ معلوم ہوا تھا کہ تم سوہے ہو اور میرے لئے یہ سمجھا کہ تمہیں اپنی
خود دہلی کا احساس ساری رات بے چین رکھتا ہے۔ اب میں فرخ زاد سے یہ کہہ سکوں گی کہ مجھے اس
عمل کی نسبت اس کے محافظ کو دیکھ کر زیادہ خوشی ہوئی ہے۔ تمہیں یہ بات کسی پر ظاہر نہیں کرنی چاہیے
کہ میں نے فرخ زاد کی سلامتی کے متعلق کسی ہانڈیشے کا اظہار کیا تھا۔ فرخ زاد کو یہ یاد دینا کافی ہوگا کہ
میں یہ مکان دیکھتا اور اپنی طرف سے ایک قالین کا تھپہ پیش کرنے کے لئے آئی تھی۔

”مجھے کسی آدمی کو آپ کے متعلق کچھ جاننے کی ضرورت نہیں لیکن فرخ زاد یہ سن کر خوش ہوں گے
کہ آپ اس کی سلامتی کے بارے میں فکر مند ہیں۔“

”بہت اچھا تم ان سے یہ کہہ سکتے ہو کہ میں نے تمہیں جو کس بلور بدلا دینے کی ہدایت کی تھی لیکن

تمہاری کسی بات سے انہیں یہ وہم نہیں ہونا چاہیے کہ مجھ ان کے خلاف کسی سازش کا اندیشہ ہے۔
”آپ اطمینان رکھیں۔“

”مجھے تمہارے مستقبل کے ساتھ دلچسپی ہے۔ اگر وہم نہ ہو کہ یہ وعدہ کرو کہ جب کسی معاملہ میں تمہیں میری
اعانت کی ضرورت ہوگی تو بلا جھجک میرے پاس آؤ گے۔“

زنجبخت نے جواب دیا: میں آپ کا شکر گزار ہوں اور میرے لئے اس سے بڑا انعام اور کیا
ہو سکتا ہے کہ آپ مجھے اپنی توجہ کا مستحق سمجھتی ہیں۔

آذر میرخت نے کہا: یہ ہماری پہلی ملاقات ہے اور مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں تمہیں مدت
سے جانتی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ جب ہمیں ایک دوسرے کو زیادہ قریب سے دیکھنے کا موقع ملے گا
تو تم بھی مجھے اجنبی خیال نہیں کرو گے۔ تم یہیں رہو گے نا؟

زنجبخت نے جواب دیا: اس جگہ میرا تقرر عارضی ہے اور کل ایک مہینہ یہی خواہش تھی کہ میں
یہاں سے جلد از جلد سکونت پر ہو کر محافظ فوج کے ستقر میں چلا جاؤں۔

”اور آج؟“

زنجبخت نے جواب دیا: آج۔۔۔ اس وقت مجھے یہ معلوم نہیں کہ مستقبل کے متعلق میری خواہشات
کیا ہیں۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں ایک خواب دیکھ رہا ہوں اور جب میری آنکھ کھلے گی تو مجھے اس بات
کا طلال ہوگا کہ یہ خواب اتنی جلدی ختم کیوں ہو گیا۔ میں نے آپ کے متعلق سنا تھا کہ.....

”تم نے میرے متعلق کیا سنا تھا؟“

”کچھ نہیں۔ معاف کیجئے مجھے معلوم نہیں میں کیا کہہ رہا ہوں۔“

”نہیں تمہیں بتانا پڑے گا۔“

”یہاں مجھے ڈر ہے کہ آپ خفا ہو جائیں گی۔“

”نہیں نہیں تاؤ میں خفا نہیں ہوں گی۔ میں وعدہ کرتی ہوں۔“

زنجبخت نے جھجکتے ہوئے جواب دیا: میں نے سنا تھا کہ آپ بے حد مغرور اور خود پسند ہیں اور

معمولی آدمیوں کے ساتھ سیدھے منہ بات کرنا پسند نہیں کرتیں۔
اُس کی توقع کے خلاف آذمیدخت کے چہرے پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔
اُس نے کہا: ادب اب تمہارا کیا خیال ہے؟

زرنجبت نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے جواب دیا: اب میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ کاش میں
سلی دنیا کو آپ کی مسکراہٹ دیکھنے کے لئے اپنی آنکھیں اور آپ کی باتیں سننے کے لئے اپنے کان دھککتا۔
آذمیدخت نے ایک ہلکا سا تہقہہ لگانے کے بعد اٹھتے ہوئے کہا: اب مجھے جانا چاہیئے۔
زرنجبت کچھ کہے بغیر اُس کے پیچھے چل دیا۔ وہ نیچے اترے اور تھوڑی دیر بعد زرنجبت دیا کے کمرے
میں گھر کے چوتھے پر کھڑا شہزادی آذمیدخت اور اُس کی خادمہ کوکشی پر سوار ہوتے دیکھ رہا تھا۔
جب کاشی کچھ دھککتا گئی تو وہ مڑ کر برآمدے میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اُس کی نگاہوں کے سامنے آذمیدخت
کی تصویریں نہج رہی تھیں۔ اُس کے کانوں میں ایک دلکش آواز گونج رہی تھی۔ کچھ دیر وہ خوابِ حقیقت
کے درمیان ایک ایسی دنیا میں کھویا رہا جس کی مدہنی قوس فرخ کی رنگینید سے لبرز تھی جس کی ہوا میں
سے نئے پھوٹتے تھے۔ پھر آتی سے کئی سائے اُبھرے اور یہ دنیا یکایک بھیاںک تاریکیوں میں ڈوب گئی
اور اُسے ایسا محسوس ہونے لگا کہ وہ رنگیں نفاڑوں میں پرواز کر کے بجائے سمندر کی گہرائیوں میں ڈوب
رہا ہے۔ اُس کا دل کسی نے پکڑ لیا ہے اور اُس کی رگوں میں خون کی گردش رک گئی ہے۔ وہ بھاگنا
چاہتا ہے لیکن اُس کے پاؤں جکڑ دئے گئے ہیں۔ وہ جیتنا چاہتا ہے لیکن اُس کی قوت گویائی سلب ہو
چکی ہے۔ پھر شکست بے بسی اور ذمہ داری کے احساس کی گہرائیوں سے ایک سپاہی کی مدافعت قوتیں
بیلا ہونے لگیں اور ضمیر نے اُس کے گرد وہ سارے حصا کھڑے کر دئے جن کی دیواریں آذمیدخت کی نگاہوں
کی چارست کے سامنے کھیل کر رہ گئی تھیں۔ اُس نے ایک بھر بھری بیتے ہوئے اپنے دل میں کہا: اہ ہمزدا
میں کسری کی بیٹی سے پناہ مانگتا ہوں۔



فرخ زلومد پر کے وقت واپس آیا۔ جب وہ بالائی منزل کے زینے کے قریب پہنچا تو زرنجبت

نے جھپٹے ہوئے کہا: جناب صبح شہزادی آذمیدخت یہاں تشریف لائی تھیں۔
آذمیدخت! فرخ زاد کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔

اُن جناب! وہ یہ عمل دیکھنے آئی تھیں۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

جناب اُن کی آمد پر مجھے بھی حیرت ہوئی تھی۔ وہ ایک خادمہ کے ساتھ کشتی پر تشریف لائی تھیں۔

انہوں نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی؟

جناب اُن کی باتوں سے معلوم ہوتا تھا کہ اُن کے دل میں اچانک یہاں آنے کا خیال پیدا ہوا تھا۔

محل کو دیکھنے کے بعد وہ بڑے کمرے کی زیبا نش کے لئے ایک قیمتی قالین دے گئی ہیں۔

فرخ زاد کا دل خوشی سے اچھل پڑا، اُس نے پوچھا: وہ قالین کہاں ہے؟

جناب اُن کا حکم تھا کہ اُسے بڑے کمرے میں بچھا دیا جائے۔

فرخ زاد بیک کر ملاقات کے کمرے میں داخل ہوا اور اُس نے کمرے کے درمیان کچھ موزے قالین

پر نظرں گاڑ دیں۔ پھر وہ بیٹھ گیا اور اُس پر ہاتھ پھیرتے ہوئے زرنجبت سے مخاطب ہوا: یہ تختہ واقعی بہت

قیمتی ہے۔ یہ معلوم کتنے شہنشاہ کتنے شہنارے اور شہزادوں اس پر پاؤں رکھ چکے ہیں۔ یہ جگہ اس کے لئے

موزوں نہیں اسے اوپر سرے کمرے میں پہنچا دو؟ پھر وہ اٹھ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔

مجھے یقین نہیں آتا وہ یہاں آئی ہوں گی۔ تم نے انہیں اس سے پہلے بھی دیکھا تھا؟

نہیں۔

بیٹھ جاؤ۔

زرنجبت اُس کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

فرخ زاد نے کہا: مجھے انسوس ہے کہ میں یہاں نہیں تھا۔ انہوں نے میرے متعلق کچھ کہا تھا؟

جی ہاں وہ آپ کی حفاظت کے متعلق کچھ فکر مند تھیں۔ اُن کا یہ خیال تھا کہ یہ محل زیادہ محفوظ

نہیں لیکن میں نے انہیں مطمئن کر دیا تھا۔

”میں کل جاؤں گا لیکن تم پریشان کیوں ہو گئے۔ مجھے یقین ہے کہ تمہارے سنے شہزادی کی قیام گاہ تک رسائی حاصل کرنا مشکل نہیں ہوگا اور وہ یہ عمر سن نہیں کرے گی کہ میں نے تمہارے ہاتھ یہ تحائف کیوں بھیجے ہیں۔ تم اُسے یہ بتا سکتے ہو کہ میں تمہیں اپنا دوست سمجھتا ہوں۔ اب وقت خالص نہ کرو۔“

نہجنت نے ادب سے سلام کیا اور رابرنگل گیا۔



غروب آفتاب سے ایک ساعت قبل شہزادی آفد میریخت فرخ زاد کا بھیجا ہوا ارادہ انگوٹھی پہن کر قیام گاہ کے سامنے کھڑی تھی اور نہجنت اُس سے تین چار قدم فاصلہ رکھ کر اس کے ساتھ آفد میریخت مڑ کر اُس کی طرف متوجہ ہوئی اور اپنا ہاتھ دکھاتے ہوئے بولی۔ یہ انگوٹھی بہت خوبصورت ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے میری انگلی کا ناپ لے کر بنوائی ہے۔

”مجھے خوشی ہے کہ یہ آپ کو پسند آگئی۔ اب مجھے اجازت دیجئے۔“

”اتنی جلدی؟“

”وہ میرا انتظار کر رہے ہیں گے اور یہ سننے کے لئے بے قرار ہوں گے کہ آپ نے ملاقات کے لئے اُن کی درخواست قبول کر لی ہے۔“

”مگر کہو وہ اس بات پر برم تو نہیں ہوئے تھے کہ میں اطلاع کے بغیر وہاں چلی گئی تھی؟“

”نہیں بلکہ انہیں اس بات کا انفسوس تھا کہ وہ آپ کے استقبال کے لئے موجود نہ تھے۔“

”بیٹھ جاؤ! میں ابھی آتی ہوں۔“ شہزادی یہ کہہ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی اور نہجنت کسی پر بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد شہزادی واپس آئی تو اُس کے ہاتھ میں ایک خنجر تھا جس کا دستہ ہواہرات سے مزین تھا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ شہزادی نے اُسے خنجر پیش کرتے ہوئے کہا: فرخ زاد کا پہلا تحفہ لانے والے کو میرے گھر سے خالی ہاتھ نہیں چلا جا سکتے۔ یہ تمہارے لئے ہے۔ فرخ زاد کے گھر سے نہجنت بہت دیر وقت بھیجے اس بات پر انفسوس ہوتا تھا کہ میں تمہیں کوئی تحفہ نہ دے سکی۔

”میں آپ کا شکریہ ادا نہیں کرتی۔ نہجنت نے یہ کہہ کر خنجر چھوڑ دیا۔“

”مگر کہو کیا وہ واقعی میرے متعلق فکر مند تھیں؟“

”جی ہاں! اُن کی باتوں سے تو مجھے یہی محسوس ہوا تھا کہ انہیں جس قدر سلطنت کی بقا سے دلچسپی ہے، اُسی قدر وہ آپ کی بہتیت کو محسوس کرتی ہیں۔“

”تو اب وہ مجھ سے خفا نہیں ہیں؟“

”نہیں! اور میرا خیال ہے کہ وہ پہلے بھی آپ سے خفا نہیں تھیں۔“

”تمہیں معلوم نہیں کہ شاہ پوکی تخت نشینی کے دن اُس کی کیا حالت تھی۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ وہ میرا منہ فریخ ڈالے گی۔“

”جواب یہ اُس شہزادی کا خنجر تھا جو کج اور تخت کی امیدوار تھی لیکن اب وہ اپنا مستقبل آپ کے ساتھ وابستہ کر چکی ہے۔“

”شاہ پوراد شہزادی پھان کو اس بات پر یقین نہیں آئے گا کہ آفد میریخت میرا مکان دیکھ کر مجھے ایک بیش قیمت قالین کا تحفہ پیش کرے گی۔ وہ اب تک یہی خیال کرتے ہیں کہ اُس نے مجھ کی حالت میں میرے ساتھ شادی کرنا قبول کیا ہے۔ میں نے کئی بار اُن کے سامنے شہزادی کے ساتھ ملاقات کی خواہش ظاہر کی ہے لیکن وہ ہمیشہ مجھے ٹالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انہیں یہ اندیشہ ہے کہ شاید شہزادی میرے ساتھ بدسلوکی سے پیش آئے اور پھر یہ معاملہ اس قدر بگڑ جائے کہ اصلاح کی کوئی صورت باقی نہ رہے۔“

نہجنت نے کہا: ”میرا خیال ہے کہ اب آپ کو شہزادی کے ساتھ ملاقات کے لئے کسی کا مشورہ یا اجازت لینے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ قاعدہ یہی ہے کہ آپ اس قالین کے عوض کوئی بڑا تحفہ لے کر جائیں۔“

فرخ زاد نے کہا: ”میں یہ کام تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ تم ابھی بازار جا کر یہ معلوم کرو کہ طائن کا کس سے بڑا جوہری کون ہے اور اُسے کہہ کر اپنی دکان سے کوئی کچھ بہترین بارادہ یا قوت کی انگوٹھی جو شہزادی کے شایان ہونے کے لیے تیار ہو چکی جائے۔ اس کے بعد تمہیں کج ہی یہ تحائف لے کر شہزادی کے پاس جانا ہوگا۔ اس لئے جلد واپس آنے کی کوشش کرو۔“

نہجنت کا منہ اتر گیا، اُس نے مضطرب ساہو کہہ کر کہا: ”آپ خود نہیں جائیں گے؟“

خادمہ سونے کی طشتری میں صراحی اور جام اٹھانے کر سے میں داخل ہوئی اور زنجبخت بدحواس ہو کر اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ خادمہ نے طشتری تپائی پر رکھ دی، صراحی اٹھا کر جام بھرا اور زنجبخت کو پیش کر دیا۔ زنجبخت نے تجنی ہو کر شہزادی کی طرف دیکھا اور پھر خادمہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا: "شکریہ لیکن مجھے اس کی ضرورت نہیں۔"

آندہ میزبخت نے مسکرا کر اخوانی شراب کا جام اٹھا لیا اور ایک گھونٹ بھرنے کے بعد زنجبخت کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: "اس میں ذہر نہیں تھا اور تمہیں اس بات کا خوف بھی نہیں ہونا چاہیئے کہ تم ایک جام پی کر مدہوش ہو جاؤ گے۔"

زنجبخت نے احساسِ ذمہ داری سے مضروب ہو کر شہزادی کے ہاتھ سے جام پکڑ لیا اور ایک ہی سانس میں اُسے خالی کرنے کے بعد پشت میں رکھتے ہوئے کہا: "معاف کیجئے میرا یہ مطلب نہ تھا، اب اگر آپ حکم دیں تو میں فوری صراحی....."

شہزادی مسکرائی: "نہیں میں تمہیں ایسا حکم نہیں دے سکتی، ویسے یہ شراب اتنی بے خطر ہے کہ فوری صراحی پینے کے بعد بھی تم نشہ محسوس نہیں کرو گے۔ تمہارے منہ سے بوجھ نہیں آئے گی اور اگر تمہیں فرخ زاد کی نادانگی کا خوف ہے تو ہم اُسے نہیں بتائیں گے اب تم جا سکتے ہو۔"

باب

اچلی رات پہلی مرتبہ فرخ زاد اور زنجبخت ایک ہی دسترخوان پر کھانا کھا رہے تھے فرخ زاد بے حد خوش تھا اور بات بات پر قہقہہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"زنجبخت! اُس نے کہا: آج سے تم میرے دوست ہو۔ آندہ میزبخت کے متعلق تمہاری رائے بالکل درست تھی۔ وہ مجھ سے نفرت نہیں کرتی، اُسے تمہاری وفاداری نے بہت متاثر کیا ہے! اُس نے کہا تھا کہ تمہیں زنجبخت جیسے جانثار کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھنا چاہیئے۔ شاید پورے آج بھی مجھے اُس کے پاس جانے سے منع کیا تھا۔ اُنہیں خدشہ تھا کہ وہ میری توہین کو سہی دے گا مگر تم نے میری حوصلہ افزائی نہ کی، برقی تو میں اُس کے پاس جانے کی جرأت نہ کرتا۔ اُس نے سنا جاتے ہی مجھے اپنے ہاتھوں سے شراب پیش کی تو مجھے اپنے ہاتھوں سے شراب پیش کی تو مجھے کچھ پریشانی ہوئی۔ پھر اُس نے خود ایک گھونٹ پی کر جام میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا: "میں تمہیں اس سے بہتر تحفہ پیش نہیں کر سکتی۔ ذرا سچکھ کر دیکھو تم میں غریب انسان کے انگور عدل کی مٹھاس اور پھولوں کی مہک محسوس کر دو گے۔" پھر میں نے ایک جام کی بجائے دو پیائے لیکن میری تشنگی دور نہ ہوئی۔ اس شراب میں نشہ نہیں تھا صرف ایک ہلکا سا سردی تھا جو میں ابھی تک محسوس کر رہا ہوں۔ جب میں آنے لگا تو شہزادی نے اپنے نوکر کو شراب کی ایک صراحی سے کر میرے ساتھ کر دیا اور کہا کہ میں نے دست سے اس شراب کے دو گئے سنبھال کر رکھے ہوئے ہیں اور شادی کے دن میری طرف سے آپ کے لئے بہترین تحفہ ہے، ہاگاہ زنجبخت اسے چکھ کر دیکھو شہزادی کہتی تھی کہ اس کی عمر میری عمر سے زیادہ ہے۔"

فرخ زاد نے اپنے سامنے رکھی ہوئی خوبصورت عسراجی سے ایک جام بھر لیا اور نہ بخت کو پیش کر دیا۔
 نہ بخت نے بتانا چاہا تھا کہ میں یہ شراب پی چکا ہوں لیکن اُسے زبان کھولنے کا حوصلہ نہ ہوا۔
 اُس نے چپکے سے شراب کا جام منہ کو لگا دیا۔ فرخ زاد نے دوسرا جام بھرا اور پینے کے بعد کہا: شہزادی
 کہتی تھی کہ یہ شراب ایک یونانی غلام تیار کیا کرتا تھا جو انطاکیہ میں قیصر کا ساتھی تھا۔ خسرو پر زینے انطاکیہ فتح
 کرنے کے بعد اُسے دست گرد میں شاہی شراب خانے کا نگران مقرر کر دیا تھا۔ پھر جب مدینہ کے قلعوں
 دست گرد کی تباہی آئی تو شاہی محل کے غلام اس غلام کو مدائن لے آئے۔ اب وہ مرچکے اور مدائن
 کے شاہی محل کے لئے اُس نے جو شراب تیار کی تھی وہ قربان ختم ہو چکی ہے اور دوسرے صرف اس لئے
 بچ گئے تھے کہ شاہی سے غلام کے لئے غنیمت نے شہزادی آذمیدخت کو اس شراب خانے کا صحیح قصداً
 بھرا کر درپردہ اُس کے پاس بھجوا دئے تھے۔

نہ بخت نے کہا: میں آپ کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا کہ آپ نے مجھے اس نایاب تحفے میں مستعد بنا لیا ہے۔
 یہ شراب واقعی بہت اچھی ہے۔

"میں بھی شراب سے زیادہ اچھے دوستوں کا ہر دم ہوں اور تم میرے قدر دان ہو۔
 " شہزادی نے آپ کے مخالف پسند کئے تھے؟ نہ بخت نے اُسے خوش کرنے کی نیت سے سوال کیا۔
 " ہاں وہ بہت خوش ہوئی تھی لیکن مجھے اس بات کا افسوس تھا کہ میں اتنے دن اُس کے متعلق
 غلط فہمی میں مبتلا رہا ہوں۔ شہزادی نے خراسان کی آب و ہوا، پہاڑوں، چشموں، پھولوں اور پھلوں کے متعلق
 کئی سوالات کئے تھے۔ اُس نے میرے محل کے متعلق بھی پوچھا تھا اور میں نے اُس سے وعدہ کیا تھا کہ
 ہم شادی کے بعد چند دن کے لئے خراسان جائیں گے۔ نہ بخت میرا خیال ہے کہ شہزادی کے لئے ایک
 عالیشان محل خراسان میں اور دوسرا مدائن میں تعمیر کر ملاؤں یہ مکان شہزادی کے شایان شان نہیں۔

فرخ زاد یہ کہ شہزادی آذمیدخت کے متعلق باتیں کرتا رہا۔ نہ بخت بظاہر فہمی تو جو سے
 من رہا تھا لیکن کبھی اُس کی نگاہیں اُس غلام میں جھٹکتی تھیں جس کی دستیں آذمیدخت کی تابانیوں سے
 برتر تھیں۔ پھر جب وہ فرخ زاد کی طرف دیکھتا تو اسے ایسا محسوس ہوتا کہ ایک غریب خوردہ آدمی کی سلگ

صاف اور بے بسی اُس سے رحم کی طلبگار ہے۔

فرخ زاد کے کمرے سے باہر نکلتے ہوئے وہ اپنے دل میں کہہ رہا تھا: اگر آذمیدخت تمہارے
 جذبات کا احترام کر سکے اور اُس کی سکراہٹیں صرف تمہارے لئے ہوں تو تم یقیناً ایک خوش قسمت انسان
 ہو لیکن اگر تم نے اس عمر میں ایک سراسر کھیت بھج لی ہے اور آذمیدخت وہی ہے جسے میری آنکھیں
 دیکھ چکی ہیں تو ہر روز تمہاری صحت پر رحم کرے گا۔



ایک ہفتہ بعد فرخ زاد اپنی زندگی کے حسین ترین پسپے کی تعبیر دیکھ رہا تھا۔ آذمیدخت کے ساتھ
 اُس کی شادی کی رسمات ادا ہو چکی تھیں۔ شاہی باغ جہاں اُس کی بارات کے قیام و طعام کے انتظامات
 کئے گئے تھے۔ ایک طلسم کہ معلوم ہوتا تھا بد پر کے وقت مہمان اور میزبان جن کی تعداد تین ہزار سے زیادہ
 تھی۔ انھیں اور موسیقی سے گھلے انداز ہو رہے تھے اور کنیزیں انھیں شراب کے سنہری جام پیش کر رہی
 تھیں۔ شہزادہ کی سند کوئی ایک گز بلند چوڑے پر سجائی گئی تھی اور فرخ زاد اُس کے دائیں ہاتھ ایک
 سنہری کرسی پر مدینہ انفرادی اور دوسرے لوگ شاہی سند کے دائیں بائیں حسب مراتب اُس گول کار
 کے گرد مدینہ اور نہ تھے جہاں رہتا تھا اپنی گونیا اور بازو لگا اپنے فن کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ اس محفل
 میں بیرونی ممالک کے سفراء ایران کی باجگزار ریاستوں کے فائز سے بھی موجود تھے۔ کرسیوں کی قطاروں
 سے پیچھے سبز سیاحی کدھرے سے کدھا جوڑے کھڑے تھے۔

شہنشاہ مرغ رخ جنگ کی بھاری مہم قیام پختہ ہوئے تھے۔ اس کا تاج بھی اُس کے تدوینات کے
 تاج پر معلوم ہوتا تھا اُس کے چہرے سے کوفت اور تھکاوٹ کے آثار ظاہر تھے اور اُسے اپنی قیادت کا
 کئے لٹن کر فوں کی یاد سار ہی تھی جہاں وہ اس وجہ سے آزاد ہو کر آرام کر سکتا تھا۔ اُس کے پیچھے دو کرسی
 غلام شتر مرغ کے پیروں کے مچھل چل رہے تھے۔ تاہم وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ اُس کا دم گھٹ رہا ہے۔
 فرخ زاد کو گری تھکاوٹ یا اپنے لباس کے وجہ سے لاکھنی احساس نہ تھا اور اس محفل سے بھی
 اُسے صرف اس قدر محسوس ہوا کہ یہ اُس کی شادی کی تقریبات کا ایک حصہ تھا اور اس کے اختتام پر وہ اپنی

دہلی کے ساتھ گھر پہنچ جانے گا۔ بار بار سابق کی طرف دیکھتا اور بھاری پرستے سے سورج کی بوہم سی جھلک دیکھنے کے بعد اسے ایسا محسوس ہوتا کہ وقت کی رفتار سست پڑ چکی ہے۔ پھر اُس کے خیالات اپنی دہلی پر مرکوز ہو کر رہ جاتے۔ اس خیال کی تختیاں اُس کی نگاہوں سے اوجھل ہونے لگتی ہیں وہ اُس محل میں جا پہنچتا جہاں ملائح کی خواتین آؤ میزبست کے گرد جمع تھیں۔ وہ اُس کی طرف دیکھتا اور اُس کے احساس دشواری کی دنیا مسترقوں کے ایک سیلاب میں گم ہو کر رہ جاتی۔ فریبرز اُس کے دائیں ہاتھ آٹھویں کڑی پر بیٹھا ہوا تھا۔ سر سے پیر جب قصہ دہر دی محض ختم ہو چکی اور ایک درباری شاعر ماسانی خاندان کے حکمرانوں کی شان میں قصیدہ پڑھ رہا تھا تو فریبرز کے پیچھے بیٹھنے والوں کی صف سے ایک فوجی افسر نکلتے بڑھ کر اُس کے ہاتھ میں کاغذ کا ایک پُرزہ تھا دیا۔ فریبرز نے جلدی سے کاغذ پر نگاہ ڈالی۔ مگر کوئی کچھ دیکھا اور رقعہ دینے والے کے ہاتھ کا اشارہ پا کر باہر نکل آیا۔ شامیانے سے باہر نہ نجت اُس کا منظر تھا اُس نے جلدی سے ہلکے بڑھ کر کہا: "جناب مجھے اس وقت آپ کو تکلیف نہیں دینی چاہیے تھی لیکن....."

فریبرز نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے کہا: "تمہیں کسی تہیہ کی ضرورت نہیں میں تمہارے چہرے سے قہقہے پریشانی دیکھ سکتا ہوں۔"

نہ نجت نے کہا: "ہم نے آپ کی ہدایت کے مطابق عوام کو محل کے قریب نہیں آنے دیا لیکن برات کی واپسی کے لئے باقی راستہ خالی کر دانا بہت مشکل نظر آ رہا ہے۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ملائح کی ساری آبادی گھروں سے باہر نکل آئی ہے۔ دیر کے پل پر پاؤں رکھنے کا جگہ نہیں باقی ہے کہ حکم ہے کہ لوگوں پر تشدد نہ کیا جائے۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر برات آج ہی واپس جانا ہے تو کم از کم پل خالی کرانے کے لئے ہمیں تشدد سے کام لینا پڑے گا۔ میں شہر کے کوٹوں سے مشورہ کرنے کے بعد آپ کی خدمت میں میں حاضر ہوا ہوں وہ بہت سے کہ عوام کا ایک جھنڈا اس شہر سے خوش نہیں اور مجھے ڈر ہے کہ راستے میں کوئی ناخوشگوار حادثہ پیش نہ آجائے۔ کوٹوال کے نزدیک بہترین صورت یہی ہے کہ شہزادی کے لئے بالکی کی بجائے ہاتھی کی سواری مہیا کی جائے۔ تاکہ لوگ اسے دیکھ کر مطمئن ہو جائیں۔ پھر اگر پندرہ بیس ہاتھی جلوس کے آگے ہوں تو عوام خود بخود راستے سے ہٹ جائیں گے۔"

فریبرز نے جواب دیا: "کوٹوال بیوقوف ہے، اسے یہ معلوم نہیں کہ ایک بدکا ہوا ہاتھی ایک لاکھ اچھے انسانوں کے ہجوم سے زیادہ خطرناک ثابت ہوتا ہے اور ملائح کے عوام انہیں کو بدروس کر بیٹھتے ہیں۔"

"پھر آپ کا کیا حکم ہے؟"

فریبرز مسکرایا: "جلدی ذرا دیر صرف اتنی ہے کہ دو دو لاکھ دھن خیریت اپنے گھر پہنچ جائیں اور میں نے اس کا انتظام کر لیا ہے۔ ملائح کے عوام توجہ اپنی شہزادی کو نہیں دیکھ سکیں گے اسے کشتی پر دریا کے پار پہنچا دیا جائے گا۔ شہزادی کے جہیز کا سامان بھی کشتیوں پر جائے گا۔ فریبرز نے کہا۔

"مجھ سے تمہیں یہ ہدایت کی تھی کہ لوگوں کو محل کے مددگار سے دور رکھی جائے تو مجھے ان تمام مشکلات کا پتہ احساس تھا۔"

"لیکن وزیر اعظم یہ تو محسوس نہیں کریں گے کہ ہم پل کے راستے اُن کی واپسی کے تسلی بخش انتظامات کرنے سے قاصر رہے ہیں؟"

"وزیر اعظم کی سب سے بڑی خواہش یہی ہے کہ وہ جلد لاکھ خیریت اپنے گھر پہنچ جائیں لہذا وہ اس بات سے خوش ہیں کہ انہیں براتیں کے ہجوم سے نجات مل جائے گی لہذا اگر یہ ایک مجبوری نہ ہوتی تو وہ غلامان سے آنے والے مہانوں کو بھی اپنے ہاں ٹھہرا پسنہ نہ کرتے۔ اب تم جاؤ اور کشتیوں کا خیال رکھو کسی خشک لکڑی کو گھاٹ کے قریب نہ آنے دو۔ تمہیں برات کی فکر نہیں کرنی چاہیے، ہم اسے آدھی رات تک بھی یہاں روک سکتے ہیں۔ لیکن میرا خیال ہے جب لوگ کوہ سلوم ہو گا کہ دھن لاکھ دو لاکھ اپنے گھر پہنچ جائے میں تو وہ خود بخود منتشر ہو جائیں گے۔"



غروب آفتاب کے قریب شہزادی آؤ میزبست اپنے آٹھ غلاموں اور پانچ کنیزوں کے ساتھ اپنے عرسیدہ شہر کے گھر داخل ہوئی اور اُس کا پہلا مطالعہ یہ تھا کہ اُس نے ذاتی نوکروں کے سوا محل کے کسی پیر بردار کو رات کے وقت ڈیوڑھی سے آگے نہیں آنا چاہیے۔ چنانچہ فرخ زاد نے محل کے محافظوں کے لئے ڈیوڑھی سے باہر خیمے نصب کیے تاکہ حکم دیا اور ڈیوڑھی کے محافظ شہزادی کے خیمہ کو روک

دی خوشان اور دوسرے دور افتادہ غلاتوں سے آنے والے خاص خاص مہانوں کو محل کی چلی منزل میں ٹھہرایا۔
 زرنخت ناخوش تھا کہ شہزادی نے اس کے ساتھیوں کو قابل اعتماد نہیں سمجھا، لیکن اندر یہ سخت نے
 اس کی طرف ایک مغرب مسکراہٹ کے ساتھ دیکھا اور کہا: "مجھے یقین ہے کہ ذریعہ سلطنت کے گھر کی
 حفاظت کے لئے کسی لشکر کی ضرورت نہیں۔ جن آدمیوں نے آج تک میری حفاظت کی ہے میرے
 شوہر اُن کو ناقابل اعتماد نہیں پائیں گے۔ تاہم میرا یہ مطلب نہیں کہ اب یہاں تمہاری ضرورت بھی باقی
 نہیں رہی۔ میں نے تمہیں ایک ملازم کی بجائے اپنے شوہر کے بہترین دوست کی حیثیت سے دیکھا
 ہے۔ میں صرف یہ اطمینان چاہتی ہوں کہ تم میرے اور ہمیں ضرورت کے وقت تم کو دوسری آواز
 نہیں دینا پڑے گی۔ محل کی چابی داری کے اندہ تمہاری آزادی میں کوئی فرق نہیں آئے گا لہذا ہمارے
 نوکر تمہارے احکامات میں کوئی مداخلت نہیں کریں گے۔"

رات کے وقت فرخ زاد اور اُس کے مہمان دسترخوان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ زرنخت سرے میں
 داخل ہوا اور اُس نے فرخ زاد کے قریب پہنچ کر سرگوشی کے انداز میں کہا: "جناب! کشیتل سے سامان
 آتا دیا گیا ہے۔ فرخ زاد نے یہ بات کی تھی کہ اس کے وقت کوئی کشی محل کے قریب نہیں رہنی چاہیے۔
 لیکن شہزادی کا حکم ہے کہ اُن کی ذات کشی واپس نہیں جائے گی۔"
 "تمہیں اس پر کوئی اعتراض ہے؟"

"جناب مجھے اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے لیکن اس کشی کے ساتھ ملاج بھی ہیں اور میں اُن
 کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔"

"تمہارے لئے جاننا کافی نہیں کہ یہ فتح شہزادی کے نوکر ہیں۔"

"جناب میں صرف یہ درخواست کرنے آیا ہوں کہ میرے چند آدمیوں کو دیا کی محبت پر ادینے
 کی اجازت دی جائے۔"

"اگر شہزادی اپنے ملاحق کو قابل اعتماد سمجھتی ہے تو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اب
 اطمینان سے کھانا کھاؤ۔ آج تم بہت تھک گئے ہو۔"

زرنخت ایک طرف بیٹھ گیا۔ کھانا کھانے کے بعد شراب کا دود شروع ہوا تو فرخ زاد نے لہجہ ایک
 اُس کی طرف متوجہ ہو کر کہا: "زرنخت شہزادی کے سامان میں دو ٹکے تھے وہ آؤ آؤ گئے ہیں یا نہیں۔"
 "جہاں؟ انہیں لو پر پہنچا دیا گیا ہے؟"

فرخ زاد نے ایک نوکر سے مخاطب ہو کر کہا: "تم جاؤ اور شہزادی سے کہو کہ میرے دوست آج
 عام شراب چننا پسند نہیں کرتے اگر انہیں اعتراض نہ ہو تو ایک مشکا یہاں لے آؤ۔"
 نوکر باہر نکل گیا اور فرخ زاد قد سے وقف کے بدلے مہانوں کی طرف متوجہ ہوا۔ آج ہم تمہیں
 وہ شراب چلائیں گے جس کا وہ صرف قیصر دم کے ساتھی کو معلوم تھا۔"

پھر تھوڑی دیر بعد جب یہ شراب تقسیم کی گئی تو پینے والوں کے لئے اس کی مہک رنگ اور
 ذائقے کے سوا گفتگو کا اور کوئی موضوع نہ تھا۔ فرخ زاد نے ایک ناقہ مسکراہٹ کے ساتھ اپنے مہانوں
 کی طرف دیکھا اور پھر زرنخت سے مخاطب ہو کر کہا: "اب مرزوقی قسم یہ اُس شراب سے بہتر ہے جو شہزادی
 نے مجھے اُس دن پیش کی تھی۔ اُس کا نشہ بہت معمول تھا لیکن یہ کچھ تیز معلوم ہوتی ہے۔ میرے دوستوں
 آج ہم محل سے ہم نہیں لیں گے۔ تم ایک ایک جگہ اور لے سکتے ہو۔ لیکن اس سے زیادہ نہیں۔"
 شراب کا دوسرا جام ختم کرنے کے بعد فرخ زاد زرنخت کی طرف متوجہ ہوا۔ "کیا بات ہے زرنخت؟
 تم دوسرا جام نہیں پیر گئے؟"

"جناب میرے لئے ایک ہی کافی ہے۔"

"نہیں نہیں تم ایک جام اور لے سکتے ہو، میں تمہاری نگاہوں میں تشنگی دیکھ رہا ہوں۔" فرخ زاد

نے ساتھی کو اشارہ کیا اور اُس نے زرنخت کو جام بھر کر پیش کر دیا۔

زرنخت کی رگوں میں خون کی گردش تیز ہو چکی تھی، اُس کا سر جھک رہا تھا۔ تاہم اُس نے فرخ زاد کی
 دلجوئی کے لئے دوسرا جام پی لیا۔

فرخ زاد کچھ دیر اپنے مہانوں سے شراب کی تعریف سناتا رہا پھر اُس نے ایک نوکر کو اشارہ کیا اور
 وہ مشکا اٹھا کر باہر نکل گیا۔

فرخ زاد ہوا ایک اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اُس نے تھکی ہوئی آواز میں کہا: اب آپ لوگ آرام کریں۔
 زربخت جلدی سے اٹھ کر اُس کے ساتھ ہو لیا۔ زینے کے قریب فرخ زاد نے ٹھکرا کر اُس کی حرکت
 دیکھا اور کہا: کیا بات ہے زربخت! تم پریشان نظر آتے ہو؟
 ”جی نہیں ٹھیک ہوں، آپ کی طبیعت کیسی ہے؟“

”میں بالکل ٹھیک ہوں، تم جاؤ اور مہانوں کا خیال رکھو۔ فرخ زاد یہ کہہ کر زینے پر چڑھنے لگا۔ تقریباً
 دیر بعد وہ آند میرخت کے کمرے میں کھڑا تھا۔ وہ انھیں بند کرنے کے ساتھ چنگ پر مٹی ہوئی تھی۔
 ”آند! اُس نے آہستہ سے آواز دی۔ لیکن اُسے کوئی جواب نہ ملا۔ وہ بستر کے قریب ایک کرسی پر
 بیٹھ لیا۔ کچھ دیر بعد اُس کی طرف دیکھا ہوا چھوٹا سا بچہ اُٹھ آیا۔ اُس نے اُس کے بڑھاپا اور اُس کی
 انگلیاں شہزادی کے خوبصورت بالوں سے کھینچنے لگیں۔

”آند! اُس نے دوبارہ آواز دی اور اُس کا ہاتھ اُس کی پیشانی اور چہرے سے پھلتا ہوا اُس
 کی گردن پر جا کر اُس کا دل دھڑک رہا تھا۔ اُس کی سانس تیز ہو رہی تھی۔ پھر اُس نے چنگ کی دوسری طرف
 آنسو کی پانی کی لہر دیکھا جہاں سونے کی مڑھی اور جام پڑا ہوا تھا۔ جام میں شراب کے چند گھونٹ باقی
 تھے۔ اُس نے جھک کر شہزادی کا منہ نوکھا۔ مسکراتے ہوئے شراب کا جام اٹھایا اور ایک ہی سانس
 میں صلیق سے اُس کے بعد بستر پر بیٹھ گیا۔

”آند! آند میرخت! اُس نے گھبراتے ہوئی آواز میں کہا۔

شہزادی نے انھیں کھویں، مسکراتی اور فرخ زاد کو ایسا غصہ ہوا کہ کمرے میں غازی کی ماشینی
 دم بدم ہر سانس اُسے کسی سپاہی کی بندوبست سے ایک غار کی طرف اڑھکا دیا گیا ہے۔ پھر شہزادی کے
 بازوؤں پر اُس کی گرفت چانگ پھیل پڑ گئی اور کسی نامعلوم خوف سے اُس کا سدا وجود لرزنے لگا۔
 ”آند! آند! آند! شراب کچھ کھاؤ اس میں کیا تھا؟ اس نے میرے ہاتھ پلٹن جو کدے میں تم نے شادی
 اُس کے میں بھی کچھ بلایا تھا۔“

”آپ زیادہ پی گئے۔ آند میرخت نے یہی برائی آواز میں۔“

ایک شام کے لئے فرخ زاد کی مدافعت قوت بیلور ہوئی۔ اُس نے شہزادی کے بازو چھو کر اُس
 کی گردن دبوچنے کی کوشش کی لیکن اُس کی طاقت جواب دے چکی تھی۔ آند نے اُس کے ہاتھ جھٹک
 دئے اور تڑپ کر ایک طرف ہٹ گئی۔ فرخ زاد منہ کے بل گر پڑا۔ زربخت اور زبخت! اُس نے گردن
 اٹھا کر آواز دی۔ لیکن اُس آواز آند میرخت کے تہقیر میں گم ہو کر رہ گئی۔ شہزادی نے تال بجان اور
 اُس کی کنیزیں عقبہ کے کمرے سے نکل کر سامنے آئیں۔ پھر ایک غلام کمرے میں داخل ہوا اور اُس نے
 شہزادی کے اشارے پر فرخ زاد کا بازو کھینچ کر بستر سے نیچے پھینک دیا۔

شہزادی نے غلام سے پوچھا: زربخت کیا کر رہا ہے؟
 ”وہ دریا کے کنارے بیٹھ کر اپنے سر میں پانی ڈال رہا ہے۔“

”اور مہان؟“

”وہ کمرے میں جا چکے ہیں اور اُن کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن پر شراب اثر کر رہی ہے۔
 ”مجھے زربخت سے خطرہ ہے۔ کاش میں اُسے اس صراحی سے چند گھونٹ ملا سکتی۔ اُس نے

اپنے ساتھیوں کو اندر تو نہیں بھلیا؟“

”نہیں! اُس نے کچھ دیر زینے کے سامنے ٹھہرنے کے بعد چانگ ڈیوڑھی کا سرخ کیا تھا اور دم دھڑکی
 کی اوٹ سے اُس پر تیر بڑھانے والے تھے کہ اُس پر سے کوئی آواز سنائی دی اور وہ لوٹ آیا اور میرے
 ساتھیوں سے پوچھنے لگا کہ مجھے کسی نے آواز تو نہیں دی۔ جب انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے کوئی
 آواز نہیں سنی تو وہ کچھ دیر زینے کی طرف دیکھا رہا اور پھر دریا کے کنارے بیٹھ گیا۔

”اگر سر پانی ڈال رہا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اُسے تھوڑا بہت شک ضرور ہو گا۔
 غلام نے جواب دیا: اگر اُسے شک نہ ہو تو وہ تلوار یا سب سے نہ نکالتا۔ لیکن یہ ممکن نہیں کہ وہ
 پستی طرح ہوش میں گیا تو بھی میرے ساتھی اُٹھ چکے ہیں۔ اُسے موت کی نیند ملا دیں گے۔“

آند میرخت نے برم ہو کر کہا: بیوقوف! اُنکھ چھپکنے میں اُس کے تیس جاننا بھی عمل کے
 اندر داخل ہو سکتے ہیں۔ اُسے صرف ایک کاماز یعنی ضرورت پڑے گی اور پھر عمل کا اندر مہان بھی موجود

میں۔ شراب کا نشہ نہیں خود چلنے سے روک نہیں سکتا۔ تم فوراً نیچے جاؤ اور کشتی کے طاقتوں سے کھوکھلی نہ بخت کو ساتھ لے کر وہاں آ رہی ہوں۔

آپ..... زور بخت کے ساتھ لیکن.....؟

شہزادی مسکرائی: یہ خوف تم بڑا اس کیوں ہو گئے؟ جاؤ، کشتی میں میرا دلوں ہو گئے ہیں۔ یہ صرف یہ کام ہو گا کہ وہ نہ بخت کو کشتی سے اترنے کا موقع نہ دیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسے قتل کر دیا جائے۔

غلام مسکراتا ہوا باہر نکل گیا



نہ بخت اپنے سر پر دریا کا ٹھنڈا پانی ڈالنے کے بعد قدرے تازہ دم ہو کر اٹھا اور کچھ دیر چوبڑے پر بیٹھنے کے بعد زینے پر بیٹھ گیا۔ وہ خوف جو اس نے شراب پیئے ہی محسوس کیا تھا، آہستہ آہستہ نکل رہا تھا اور وہ اپنے دل میں کہہ رہا تھا: یہ شراب یقیناً بہت تیز تھی۔ ہو سکتا ہے کہ اس میں کئی نشتر آؤ چیز ملا دی گئی ہو، لیکن اس میں زہر نہیں ہو سکتا۔ مجھے شہزادی پر شک نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ ممکن ہے کہ اس نے فرخ زاد اور اس کے جہازوں کے ساتھ مذاق کیا ہو۔ بہر حال یہ غلام شراب نہیں پیتی۔ اگر میں سپاہیوں کو اٹھ بولتا تو یہ کتنی حماقت ہوتی: اس کا ذہنی اضطراب بڑھ ہو چکا تھا اور اس کے ساتھ ہی وہ نیند کا غلبہ محسوس کر رہا تھا۔ پھر اسے قدروں کی ڈھٹ سنائی دی۔ اس نے اچانک اٹھ کر پیچھے دیکھا اور بہت سا ہلکا رہ گیا۔ آندہ نہ بخت: اس کی ایک کینز اور وہ غلام جن میں سے ایک شعل اٹھنے ہوئے تھا، اس کے سامنے کھڑے تھے۔ ایک تانے کے لئے اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا، شہزادی نے مسکرا کر کہا: میرا خیال تھا کہ نیچے سوتے ہوئے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ تم پر شراب کوئی اثر نہیں کیا یا شاید تمہیں اس شے سے کوئی حقہ نہیں ملے۔

آندہ نہ بخت کے ان الفاظ نے نہ بخت کے رہے سب سے خدشات دور کر دیئے۔ اس نے جواب دیا: مجھے حیا کے پانی میں سر ڈوبنے کے بعد کچھ ہوش آیا ہے۔ ورنہ میں تو یہ محسوس کر رہا تھا کہ شاید.....

شہزادی نے ایک دلکش قبچہہ نکالتے ہوئے کہا: تم یہ مجھ رہے تھے کہ میں نے کوئی نیا زہر بھجوا دیا ہے؟

کیا ہے؟

نہیں میرا خیال تھا کہ شاید آپ نے مذاق کیا ہو۔ لیکن آپ اس وقت.....

میل مار گم ہو گیا ہے، شاید کشتی میں گر پڑا ہو۔ تمہارے دوست نے ایک جام الہی لیا ہے اور اسے اپنی نیند ساری دنیا کے خزانوں سے زیادہ قیمتی معلوم ہوتی ہے، لیکن وہ ہار میری ماں کی نشانی تھا۔ اور اسے تلاش کئے بغیر مجھے نیند نہیں آئے گی۔ تم میرے ساتھ آؤ، ممکن ہے کہ ہمیں تلاشوں کی تلاش میں مل جائے۔

میں حاضر ہوں۔

زور بخت کے اشارے پر ایک منظم شعل اٹھا کر ان کے آگے آگے چل دیا وہ کشتی میں داخل ہوئے اور طرح طرح کی کھڑکیاں کھولیں۔ شہزادی نے اپنے ہار کا ذکر کیا اور وہ کشتی کی تلاش لینے میں مصروف ہو گئے۔ نہ بخت کا سر کھڑا رہا تھا۔ تاہم شہزادی کو خوش کرنے کے لئے وہ بھی لٹن کے ساتھ شریک ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ باہر کی حالت میں ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے تو نہ بخت نے کہا: کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ کا ہار عمل میں رہ گیا ہو؟

نہیں کشتی پر سوار ہوتے وقت باہر سے گئے میں تھا۔ تم اچھی طرح دیکھو۔ اگر کشتی سے نہ بے تو تلاشوں کی تلاش کرو۔

میں باہر سے سپرداروں کو بلاتا ہوں۔ نہ بخت نے یہ کہہ کر کشتی سے اترنے کی کوشش کی لیکن ایک غلام نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ روک لیا اور اس کے ساتھ ہی باقی قلعہ جو شہزادی کے اشارے کے منتظر تھے اس پر لوٹ پڑے اور وہ ڈنڈوں اور نمکوں کی پے درپے ضربوں سے نہ حال ہو کر منہ کے بل گر پڑا۔

شہزادی چلائی: اسے چھوڑ دو اسے قتل کرنے کی ضرورت نہیں۔

وہ نیچے ہٹ گئے۔ ایک قلعہ کے اسس کا باندھ کر سیدھا کر دیا۔ اس کی پیشانی سے خون

وہ صبا کورس میں ہے۔

اور اُس کے عرسانی نوکر؟

وہ باہر خمیل میں ہیں۔ نہ نجات کے آئی بھی وہاں ہیں لیکن اُن کے متعلق عمار رہنے کی ضرورت ہے وہ سُنے نہیں ہوں گے۔ اب تمہیں اس مکان پر حملہ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ یہ حالات میری توقع سے کہیں زیادہ سازگار ہیں۔ اب ہمارا پہلا مسئلہ فرخ زاد سے غبار حاصل کرنا ہے۔“

”اگر تیار از ہر بے ثمر ثابت نہ ہوا تو ہم اُس سے نجات حاصل کر چکے ہیں۔ میں نے اُدھا زہر شراب کی مراحجی میں ڈال دیا تھا اور اُس میں سے چند گھونٹ وہ پی چکا ہے۔ اس سے قبل اُس نے مہانوں کے ساتھ جو شراب پی تھی وہ اُسے صبح تک بے ہوش رکھنے کے لئے کافی تھی۔“

سیا دغش نے کہا: ”میرا زہر جس آدمیوں کو ہلاک کرنے کے لئے کافی تھا۔ پھر بھی میں اُس کے متعلق اطمینان حاصل کر لیا ضروری سمجھتا ہوں، آپ میرے ساتھ آئیں گی؟“

”نہیں تم اپنا کام کرو۔“

”نہیں، قرآنِ کلام کرو۔“

سیاوش کشتی سے اتر کر ایک غلام کی راہنمائی میں مکان کی طرف بڑھا اور ذریعے کرنے کے بعد فرخ زاد کے کمرے میں داخل ہوا۔ ایک ثانیہ توقف کے بعد اُس نے خنجر نکالا۔ سہمی ہوئی کنیزوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر جب انہوں نے آنکھیں کھولیں تو سیاوش کے قدموں میں فرخ زاد کی لاش ترپ رہی تھی اور فرخ پرمہ تالین جو اُسے آذر میدخت نے عطا کیا تھا، اُس کے خون سے تر ہوا تھا۔ ایک ملامت بعد شہزادی کے نکوذخت کو کشتی سے اٹھا کر مکان کے برآمدے میں لٹا چکے تھے اور وہ سیاوش کے ساتھ دریا کے کنارے کھڑی تھی۔

سیکشن نے بے چین ساہوکر کہا: میں جیلان ہوں کہ ابھی تک میرے ساتھیوں نے اطلاع کیوں نہیں دی؟

شہزادی نے جواب دیا: ”مہم نے تخت کے لئے جان کا سودا کیا ہے، مگر فریروز قبل از وقت

بہرہ اہل کائنات نے کہا جتے ہوئے، انھیں کھولیں شہرِ لاد کی طرف دیکھو، اس کے لذتے ہوئے ہونٹوں سے
مہم کی آوازیں نکلیں، "آؤ میری رخت، آؤ میری رخت، آؤ میری رخت" اور پھر اس نے انھیں بند کر دیں۔

”اس کے سر پر بچی باندھ دو! آند میری خستہ نے یہ کہہ کر منہ پھیر لیا۔ ایک غلام جھانگ کر کشتی کی چھت پر چڑھ گیا اللہ شعل جتنا کہ کے ہوا میں اڑنے لگا۔ پھر اچانک دیر یا کے دوسرے کنارے سے ایک خصل جندہ بھئی اور اس نے کہا: وہ آ رہے ہیں۔“

تھوڑی دیر بعد ایک چھوٹی سی کشتی جس پر چاندی کا سلاخ تھا۔ شہزادی کی کشتی کے قریب آگئی۔
شہزادی نے کہا: ہستے آکا زدی: سیلوش! میں یہاں ہوں؟

سیاحش پانی کشتی سے اڑ کر شہر لدی کے پاس پہنچا اور اس نے کہا: "محل کے محافظ آپ کے استقبال کے لئے کھڑے ہیں۔ ایک راحت ٹکڑی سے ادنیٰ فربہ بزرگ کو گرا عاصروا کر میں گئے۔ محافظ فرج کے مستقر میں افزائری پھیلنے کے انتکلات ہو چکے ہیں۔ بلکہ صرف لذتِ بخت کے تعلق پریشانِ حق:

"تمہیں لذتِ بخت کے تعلق پریشان ہوئے کی ضرورت نہیں! اور دیکھو:

فہم غمزدہ بخت کے تہیج ہو کر شعل جھکا دی۔ سیاوش نے جھک کر اُس کی نیف دیکھی اور پھر طہری سے اپنا بھر نکالتے ہوئے کہا: یہ زندہ ہے۔

”نہیں انہیں! خنزیری نے اُس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا: میں اسے قتل کرنے کی اجازت نہیں دوں گی۔ مجھ سے دھرم کرو کہ تم اس پر ہاتھ نہیں اٹھاؤ گے۔“

لیکن ایسے آدمی کا زندہ رہنا خطرناک ہے۔ ○

”یہ میرا حکم ہے۔ اے کسی قید خانے میں بھیجو۔ لیکن میں تمہیں فرخ زاد کے متعلق فیصلہ کرنے کا اختیار دیتی ہوں۔“

”زندہ ہے؟“ سیاوش نے حیرن ہو کر سوال کیا۔

• ہاں وہ بے ہوش پڑا ہوا ہے :

”اُس کے بھائی؟“

نیت سے حقیقت کا دروازہ کھولا تو اس کے سامنے نگی تولدوں کی دیوار کھڑی تھی۔ وہ اُسے پاؤں اپنی خوبصورتی میں داخل ہوا تو حملہ آور اُسے تنگ گھیرے میں لے چکے تھے۔ وہ بستر پر گر پڑا۔ کسی نے دوسرا دروازہ کھول دیا اور مسلح آدمیوں کا ایک ہجوم اندر آ گیا۔ وہ چلا یا۔ میں تمہارا شہنشاہ ہوں۔ میں درخت کا دیوانہ کا محافظ ہوں، میں ساسانوں کے تخت اور آج کا وارث ہوں۔ مجھے قتل نہیں کر سکتے۔ مجھے چھوڑ دو، مجھے بچاؤ، میں تخت چھوڑنے کے لئے تیار ہوں۔ مجھے جلاوطن کر دو لیکن مجھے قتل نہ کرو۔

پھر آذر میرخت کرے میں داخل ہوئی اور مسلح آدمی اور سردار مسٹ گئے۔ شاہ پور چلا یا تھا۔ آذر میرخت میں تمہارا اہم فائدہ ہوں۔ مجھے بچاؤ! مجھے بچاؤ! اہل ایران تمہیں صاف نہیں کریں گے انہیں دھوکا دہیں رد کرو۔ آذر میرخت! آذر میرخت!

ایک ثانیہ کے لئے آذر میرخت کی گردن جھک گئی اور ایک ثانیہ کے لئے شاہ پور کی مایوس نگاہوں میں اُن کی روشنی آگئی۔ آذر میرخت نے سیاہ رخس کی طرف دیکھا اور اُس کی قوت فیصلہ جواب دے گئی۔ پھر سیاہ رخس کا ہاتھ بلند ہوا اور اس کے ساتھ ہی حملہ آوروں کی تلواریں بلند کرنے لگیں اس نے اس پاک اپنا ہاتھ نیچے کر لیا۔ شاہ پور کے منہ سے اچھکی سی چیخ نکلی اور اس کے ساتھ ہی پندہ بیس مسلح گھوڑوں اُس کے خون میں ڈوب گئیں۔

تھوڑی دیر بعد آذر میرخت کے حلیف ملان کے اُردو اور فوج کے اکابر کو جگا جگا کر یہ حکم دے رہے تھے کہ شاہ پور کو چکا ہے اور اُس کی جانشین کو قہر میں ہیں آپ کا انتظار ہے اور وہ جوڑنے کی ہر کوشش کر اپنے لئے سازگار بنانے کے ہو گئے تھے۔ اس خبر کی تفصیلات پوچھے بغیر شاہ پور ان کا رخ کر رہے تھے اُن کے سامنے رستہ نہ تھا کہ کون مرا ہے۔ کون اُس کی جگہ لے گا بلکہ یہ تھا کہ رستہ حیران کا ترس حاصل کرنے میں اُن کا کوئی جو لیف اُن سے آگے نہ نکل جائے۔ اور جب انہوں نے یہ دیکھا کہ کسی کے تخت پر آذر میرخت مدفون افروز ہے اور اُس کا کوئی مد مقابل وہاں موجود نہیں تو انہوں نے یہ پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ کی کہ اُس نے یہاں تک پہنچنے کے لئے کون سا راستہ اختیار کیا ہے۔

خبردار ہو گیا اور اُسے شاہی فوج کے پڑاؤ تک رسائی حاصل کرنے کا موقع مل گیا تو ہمیں ایران کی سرزمینیں سرحدوں کی جگہ نہیں ملے گی لیکن ہمیں ایک لذت ناک موت کی فکر نہیں ہونی چاہیے۔ میرے سرے میں زہر آلود شراب کی صراحی پڑی ہوئی ہے شاہ پور ہمیں خراسانیوں کے حوالے نہیں کر سکے گا۔ سیاہ رخس نے اُسے تسلی دینے ہوئے کہا۔ نہیں نہیں آپ حوصلے سے کام لیں۔ مجھے اپنے ساتھیوں پر اعتماد ہے۔

کشتی سے ایک قلعہ نے آواز دی۔ جناب اُس طرف دیکھئے۔

وہ دریا کے پار دیکھنے لگے۔ وہاں پہلے ایک اور پھر دو شعلیں دکھائی دینے لگیں۔ سیاہ رخس نے مسرت سے اچھلے ہوئے کہا۔ فکر عالم آپ کا ایک اور دشمن اس دنیا سے نکلتا ہو چکا ہے۔ شاہ پور کے پار آپ کے جانشین آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ سب کشتی پر سوار ہو جائیں آپ کے لوگ فی الحال ہمیں رہیں گے۔ پھر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ تم بھی ہیں جو اُد کی کو مکان کے اندر داخل ہونے کی اجازت نہ دو۔ جو جہان سور ہے ہیں انہیں سونے دو اور اگر کوئی ہوش میں آجائے تو اُسے آواز دھانسنے کا موقع نہ دو۔ تھوڑی دیر تک محافظ فوج کے وہ انسر یہاں پہنچ جائیں جو پہلے ساتھ ہیں۔ پھر ہمیں مل سے باہر پہرہ دینے والے سپاہیوں کی طرف سے کوئی خلل نہیں ہوگا۔ صبح تک نہ بخت کے متعلق ہمیں ہدایات مل جائیں گی۔ میں اُس کی جان بچانے کا وعدہ کر چکا ہوں۔ لیکن اگر ہوش میں آجائے تو تم اسے فرار ہونے کا موقع نہیں دو گے۔



رات کے تیسرے پہر شاہی محل کے ناظم اور پہرہ داروں نے دروازے سے باہر آذر میرخت کو سلامی دی۔ پھر ان کی آن میں پانچ سو مسلح آدمیوں نے شہنشاہ کی قیام گاہ کی تلک بندی کر لی جو دار اور انسر اور پہرہ دار اس سازش سے بے خبر تھے انہوں نے روانہ دار مقابلہ کیا۔ لیکن اُن کی پیش قدمی جلاوطنوں کو روکتے ہوئے آگے بڑھے۔ شاہ پور خواجہ سرداروں اور کثیروں کی تحجیر اور تلواریں جھکا کر اُن کی گہری فیر سے بیدار ہوا تو حملہ آور دروازہ توڑ رہے تھے اُس نے محل کے دوسرے حصے میں پناہ لینے کی

باب ۱۹

علی الصبار ماہ بانو گہری خند سے بیدار ہوئی تو مکان کے صحن میں ڈکڑے بجا رہے تھے پھر کسی نے ددازہ کشکشا اور اس نے اٹھ کر ددازہ کے طرف بڑھتے ہوئے پوچھا: کون ہے؟

ددازہ کھولنے آ کر نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا: ماہ بانو کامل دھڑکنے لگا اور اس نے جلدی سے ددازہ کھول دیا۔ صحن میں اس کے دو لڑکے کے ساتھ فردوس کھڑی تھی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور اس کی آنکھوں سے دھشت ٹپک رہی تھی۔ ماہ بانو کامل بیٹھ گیا۔

”فردوس آتم اس وقت بولو کیا ہوا؟“

لیکن بدھی عورت نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ چند تانے پھرائی ہوئی آنکھوں سے ماہ بانو کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر چانک اس نے بھر بھری دل لاد چھین مار دی ہوئی آگے بڑھ کر ماہ بانو کے ساتھ پیٹ گئی۔ اس نے بولنے کی کوشش کی لیکن اس کی آواز سسکیوں میں دب کر رہ گئی۔ ماہ بانو کا اضطراب خوف میں تبدیل ہو چکا تھا۔ وہ چلنا چاہتی تھی لیکن آواز اس کے حلق سے نہ نکلتی تھی اس کامل ایک ناقابل برداشت وجہ سے پسا جا رہا تھا۔ پھر وہ فردوس کے بازو جھنجھوڑنے لگی فردوس نے بچے باتو بچے باتو بولو!

فردوس نے بڑی مشکل سے اپنی سسکیاں ضبط کرتے ہوئے کہا: ”دھڑکے ہیں میری بیٹی! یہ شوہر ہمارے آقا قتل ہو چکے ہیں۔“

ایک تانے کے ماہ بانو کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔ پھر وہ چلائی: ”میرا بھائی کہاں ہے؟“

”بچے معلوم نہیں۔ وہ تین دن سے وہاں نہیں آیا۔“

”انہیں کس لئے قتل کیا ہے؟“

”بچے معلوم نہیں۔ قاتل باغ کی دیوار بچا کر اندر آئے تھے اور انہوں نے اندر آتے ہی ہمارے کے سامنے دو پہر بیداروں پر حملہ کر دیا تھا۔ نیلوفر کا باپ اور یاسمین کا نانا ان کی سیخ پکادیں کر گھر سے باہر نکلے۔ نیلوفر کے باپ کے ہاتھ میں شعل تھی۔ برآمدے کے قریب ایک پہرے والی لاش پڑی ہوئی تھی۔ وہ سزا دہی ہونے کے بعد اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ چلا آیا۔ آپ بھاگ جائیں۔ وہ دیوار بچا کر اندر آئے ہیں۔“

پھر خنوں کی ادٹ سے تیروں کی بادش شروع ہوئی۔ وہ دونوں بھی ہو کر گر پڑے۔ جس بھاگ آگے بڑھی لیکن آقا نے اچانک اٹھ کر میرا راستہ روک لیا اور مجھے دھکا دے کر گرا دیا۔ پھر وہ خود بھی گر پڑے۔ اتنی دیر میں نیلوفر اپنے باپ کے قریب پہنچ کر چھین مار دی تھی۔ آقا نے میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچا تھا۔ چلا کر کہہ رہے تھے: نیلوفر! بعد چلا جاؤ۔ پھر وہ بھی گر پڑی۔ اس کے بعد وہ درختوں سے غوردار ہوئے۔ ان کے چہروں پر نقاب تھے۔ میں آقا کی گرفت سے آزاد ہو کر نیلوفر کی لاش کے ساتھ پیٹ گئی۔ ایک آدمی مجھے قتل کرنے لگا لیکن دوسرے نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر کسی نے شعل اٹھا کر راری ہاری آدی مجھے قتل کرنے لگا لیکن ایک آدمی نے اس کے سر پر تلوار مار دی اور اس کی سب کو دیکھا۔ آقا نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن ایک آدمی نے اس کے سر پر تلوار مار دی اور اس کی وحش تر پئے گی۔ اس کے بعد دو آدمی سے دوسرے کو روک دیا۔ پہنچ گئے۔ انہوں نے تھوڑی دیر بعد کہہ دیا لیکن حملہ آوروں نے ان کی آن میں ہمارے تین آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ دو دو کر بھاگ گئے۔ پھر کسی نے کہا: ان کا بچھا کرنے کی ضرورت نہیں وہ ڈوڈھو سے باہر نکلتے ہی چارے ساتھیوں کے تیروں کی زد میں ہوں گے۔ اب چلو ہمیں دیر ہو رہی ہے۔ لار مجھے دیر تک یقین نہ آیا کہ وہ جا چکے ہیں میری مشعل اٹھا اپنے شوہر زانی بیٹی ادا قاتل لاشیں دیکھ رہی تھی تو بھاگنے والے نوکر اس میں سے ایک لاپس آیا اور اس نے بتایا کہ اس کے ساتھی کو ڈوڈھو سے باہر نکلتے ہی قتل کر دیا گیا ہے۔

تم اس نوکر کے ساتھ آئی ہو؟

"اس دن مجھے یہاں پہنچا کر واپس چلا گیا ہے۔ وہ طرح زاد کے محل سے تمہارے بھائی کا پرہ کرنے گیا ہے۔ ماہ بانو مجھے یقین نہیں آتا کہ وہ سب مرچکے ہیں۔ لیکن میں نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ان کی لاشیں ٹھنڈی ہو چکی ہیں۔ رات فریبرز میرے شوہر سے یہ کہہ رہا تھا کہ زنجبت بہت مصروف ہے۔ اس لئے تم ماہ بانو کو چند دن کے لئے یہاں لے آؤ۔ اور نیو فر بہت خوش تھی۔ وہ کہتی تھی کہ میں صبح ہوتے ہی اپنے آبا کے ساتھ جاؤں گی۔"

"لیکن وہ کون تھے؟"

"مجھے معلوم نہیں۔ میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ وہ ڈاکو نہیں تھے۔ انہوں نے ہمارے گھر سے کوئی چیز نہیں اٹھائی اور جب وہ جلنے لگے تو ایک آدمی اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا کہ تم آگ سے بچو۔ تم نے ایک عورت کو قتل کر دیا ہے۔"

ماہ بانو اپنے نوکر دل سے متوجہ ہوئی۔ تم فردوس کا خیال رکھو اور میرے لئے گھوڑا تیار کرو۔ میں خود اپنے بھائی کے پاس جا رہی ہوں۔"

ایک نوکر نے جواب دیا: "نہیں آپ کا اس وقت گھر سے نکلنا ٹھیک نہیں۔"

"مجھے یقین ہے کہ فریبرز کے قتل کی اطلاع ملنے کے بعد ایک گھنٹہ کے لئے بھی تاخیر نہیں کریں گے۔ آپ تھوڑی دیر انتظار کریں، اگر ان کی طرف سے کوئی اطلاع نہ ملے تو میں چلا جاؤں گا۔ لیکن موجودہ حالات میں آپ کا گھر سے نکلنا کسی طرح مناسب نہیں۔"

"نہیں تم ابھی جاؤ اور فوراً واپس اپنے کی کوشش کرو۔ اور دیکھو فریبرز کے قتل کے متعلق میرے بھائی یا فرخ زاد کے سوا کسی کو کچھ نہ بتانا۔"

ایک ساعت بعد ماہ بانو انتہائی اضطراب کی حالت میں نوکر کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی اچانک باہر گھوڑے کی آپ سنائی دی اور وہ بھاگتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھی۔ چند ثانیے بعد اس کا نوکر مکان میں داخل ہوا اور اس نے گھوڑے سے کودتے ہوئے کہا: "پہرہ داروں نے مجھے فرخ زاد کے محل کے

باہر روک دیا تھا۔ ان میں سے اکثر مجھے جانتے تھے۔ لیکن وہ یہ کہتے تھے کہ صبح سے پہلے محل کا دروازہ نہیں کھلے گا۔ میں نے زنجبت کے متعلق پوچھا تھا اور وہ یہ کہتے تھے کہ وہ اندر رہے اور اس وقت نظام کر رہا ہوگا۔ میں انہیں یہ تاکید کرتا ہوں کہ وہ زنجبت کو فوراً گھر بھیج دیں۔ فریبرز کے گھر کا پہرہ دار مجھے دہاتے میں مل گیا تھا اور اب وہ واپس آ رہا ہے۔"

ماہ بانو نے کہا: "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ شہنشاہ اور فرخ زاد کے ہوتے ہوئے کسی کو فریبرز کے گھر پر حملہ کرنے کی جرأت کیسے ہوئی؟ وہ ان کے دوست تھے۔"

نوکر نے کہا: "مجھے یقین ہے کہ صبح ہوتے ہی مدائن کی ساری فوج فریبرز کے قاتلوں کا کھوج لگانے کے لئے حرکت میں آجائے گی۔ ان کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔"

ماہ بانو فردوس سے مخاطب ہوئی: "تم نے کسی کو پہچاننے کی کوشش نہیں کی؟"

"نہیں، ان کے چہرے نقاب میں چھپے ہوئے تھے۔"

"اگر ان کا مقصد صرف فریبرز کو قتل کرنا تھا تو فوج میں ان کے مخالف گروہ سے تعلق رکھتے ہوں گے۔ بہر حال میں صبح کا انتظار کرنا پڑے گا۔"

ماہ بانو نوکروں کی بات کا ایک ایک لمحہ سمیٹنے سے زیادہ طویل محسوس ہوتا تھا اور فردوس کی یہ حالت تھی کہ وہ کبھی تلے کے واقعات دہرائے شروع کر دیتی اور کبھی ماہ بانو سے پیٹ کر نہ مٹتی۔ پھر جب مشرق کے سرخی آتی پر صبح کے آواز برپا ہونے لگے تو ماہ بانو نے اپنے دوسرے نوکر کو گھوڑا اور فرخ زاد کے محل کی طرف روانہ کر دیا۔ نوکر طلوع آفتاب کے وقت واپس آیا اور اس نے یہ اطلاع دی کہ مدائن میں انقلاب آچکا ہے۔ لوگ آذر میزخت کے محل میں نعرے لگا رہے ہیں اور فوج کے دستے گیروں اور بازاروں میں گشت کر رہے ہیں۔

ماہ بانو صبح حالات معلوم کرنے کے لئے بذات خود باہر جانے کا ارادہ کر رہی تھی کہ آدمیوں نے

پہنچ گیا اور اس نے صحن میں داخل ہوتے ہی پوچھا: "زنجبت کہاں ہے؟"

ایک ثانیہ کے لئے ماہ بانو کی نگاہوں کے سامنے تاریکی چھا گئی۔ پھر اس نے سنبھلنے کی کوشش

کرتے ہوئے کہا: وہ فرخ زاد کے گھر میں تھا۔ تم وہاں نہیں گئے؟

آدمان نے جواب دیا: فرخ زاد قتل ہو چکا ہے اور اُس کے گھر میں شراب سے مدہوش بہاول کے سوا کوئی نہیں۔ میں فرخ زاد کے گھر سے بھی ہوا ہوں۔ شاید آپ کو بھی معلوم نہیں کہ وہ بھی قتل ہو چکا ہے۔ آذر میدخت تخت پر قابض ہو چکی ہے۔ اُس نے شاہ پور کو قتل کر دیا۔ اسیے شہر کے بڑے بیروا آذر میدخت کی حمایت میں تقریریں کر رہے ہیں اور فوج کے سرداران حالات سے خوش نہیں ہیں تاہم وہ ملکہ کے ساتھ وفادار رہنے اور سلطنت کا امن بحال رکھنے کا عہد کر چکے ہیں۔ آذر میدخت کو جن افراد سے بغاوت کا خطرہ تھا، انہیں گرفتار کیا جا رہا ہے۔ اگر آپ کا بھائی کیس نوپوش ہے تو آپ اُسے غبار گاہ دین کر اُسے فوج یا عوام سے کسی بغاوت کی توقع نہیں رکھنی چاہئے۔ فرخ زاد فرخ زاد اور شاہ پور کی موت کے بعد کسی کوئی ملکہ کے خلاف سر اٹھانے کی جرأت نہیں ہوگی۔ شاہی محل کی چار دیواری کے اندر پلہ تخت آذر میدخت کے ساتھ ٹکڑے کی جیڑی ہو سکتی ہے۔ وہ کہیں مدہوش ہو چکی ہے۔ محافظ فوج کی کمان سنبھالنے والے ہاتھ میں لے چکا ہے اور اُسے یہ معلوم ہے کہ آپ کا بھائی فرخ زاد فرخ زاد کا جان بٹا رہا تھا۔ اس نے اس کی بھلائی اسی میں ہے کہ کسی تاخیر کے بغیر سادھن کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔ میں فرخ زاد کے محل کے ہی پریماء میں سے ہوں۔ یہ سب یہی کہتے ہیں کہ آپ کا بھائی راستہ کے وقت محل کے اندر تھا لیکن اس کا سراغ نہیں ملتا۔

ابو بے حس و حرکت کھڑو آدمان کی باتیں سنتی رہی۔ بالآخر اُس نے کہا: وہ یہاں نہیں آیا۔ اور اُس نے ہمیں کوئی اطلاع بھی نہیں دی۔ لیکن اگر وہ زندہ ہے تو میں پُرسے وثوق کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ وہ اپنے دوستوں کے قاتلوں سے پناہ لینے کی کوشش نہیں کرے گا۔

آدمان نے کہا: میں اُس کا دوست ہوں اور آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ زندہ تخت کے علاوہ آپ کی زندگی اور عزت کے لئے بھی خطرہ ہے۔ وہ یقیناً آپ کے پاس آئے گا اور اُسے یہ سمجھا آپ کا فرض ہے کہ تم اکیلے ایران کی حکومت کے خلاف جنگ نہیں کر سکتے۔

”لیکن وہ ہے کہاں؟“

”کاش مجھے معلوم ہوتا۔“

یہاں یہ تصور کر سکتے ہو کہ میرا بھائی فرخ زاد کو موت کے منہ میں چھوڑ کر بھاگ گیا ہوگا؟ نہیں یہ خیال تھا کہ شاید وہ زخمی ہو گیا ہو اور پھر اُس نے مایوسی کی حالت میں کہیں پناہ لینے کی کوشش کی ہو؟

”اگر تمہیں شک ہے تو تم محل کی تلاشی سے ملتے ہو۔“

آدمان نے آنکھوں میں آنسو لاتے ہوئے کہا: اگر موجودہ حالات میں آپ مجھے زندہ تخت کا دشمن خیال کریں تو مجھے شکایت نہیں ہونی چاہئے۔ کاش میں آپ کو اپنا سینہ چیر کر دکھا سکتا۔ میں اُس کا دوست ہوں اور میری طرح فوج کے ہزاروں سپاہی اُس کے دوست ہیں۔ وہ سب یہی چاہتے ہیں کہ آپ کا بھائی زندہ رہے۔ مجھے یقین ہے کہ اہل ایران دیر تک اس حکومت کو برداشت نہیں کریں گے جس کی بنیاد ظلم اور جھوٹی پردہ کشی گئی ہے۔ خراسان میں فرخ زاد کا بیٹا خاشر نہیں بیٹھے گا۔ وہ دشمن پرانہ محل کی طرح نازل ہوگا اور پھر یہی لوگ جو آذر میدخت کو مبارکباد دے رہے ہیں اسے اپنے تمام مصائب کے ذریعہ دکھائیں گے لیکن سب سے بڑا نقصان یہی ہے کہ ہم مہلوس ہو چکے ہیں اس وقت کا انتظار کریں مگر زندہ تخت دشمن میں ہے تو اُس نے یقیناً کسی مدت کے ہاں پناہ لی ہوگی۔ میں اُسے تلاش کرتا ہوں۔



زندہ تخت کو ہوش آیا تو وہ ایک کشادہ کمرے میں پڑا ہوا تھا۔ بند دروازے کے دروازوں اور چھت کے قریب ایک دوزن سے ہلکی سی روشنی اندر آ رہی تھی۔

”میں کہاں ہوں؟“ اُس نے اپنے دل سے سوال کیا۔ اُس کی تمام حسیات خوف و ہراس کی آوازیں سن رہی تھیں۔ پھر اُس کے ذہن میں گزشتہ واقعات کی بہیم تصویریں ابھرنے لگیں اور اُس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ وہ اٹھا اور سر پچھڑ کر بیٹھ گیا۔ اُس کی آنکھوں کے منہ سے ایک سناں نکلتی رہی تھی۔ پائیس کے مانعے اُس کا برا حال تھا۔ محل خشک ہو رہا تھا۔ وہ گھسٹا ہوا دروازے

کے قریب پہنچا اور دروازے باہر جھانکنے لگا۔ اُسے ایک کشادہ صحن میں کچھ دھرتی اور لٹس سے آگے ایک بلند دیوار دکھائی دی۔

قد سے توقف کے بعد وہ زور سے دروازے پر ہاتھ مارنے لگا۔ اپنا کسے چند آدمیوں کی آوازیں اور تیز تیز قدموں کی چاپ سنانی دی۔ وہ ایک طرف ہٹ گیا اور دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر جھٹک گیا۔ دروازہ کھلا اور چار مسلح آدمی کمرے میں داخل ہوئے۔

"میں کہاں ہوں اور تم کون ہو؟" اُس نے سوال کیا۔

ایک مسلح فوجی اُس نے جواب دیا: "تم ہماری قید میں ہو اور یہ جگہ شہر سے کافی دُور ہے۔ اس لئے شہر بچانے سے کوئی فائدہ نہیں۔"

"لیکن مجھے کس کے حکم سے یہاں لایا گیا ہے؟"

"ہمیں تمہارے ساتھ زیادہ باتیں کرنے کی اجازت نہیں۔ تمہارے لئے یہ باتنا کافی ہے کہ تم جگہ کن تمہاری مدد کو نہیں آئے گا۔"

درخت نے کچھ دیر توقف کے بعد کہا: "تم مجھے پانی دے سکتے ہو؟"

فوجی نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا: "لن کے لئے کھانا اور پانی لے آؤ؟"

دو آدمی کمرے سے باہر نکل گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک آدمی پانی کا مٹکا اٹھا کر کمرے میں

داخل ہوا۔ اُس نے ایک پیالہ بھر کر درخت کو پیش کیا۔ درخت نے ایک ہی سانس میں پیالہ خالی کر

دیا۔ لیکن اُس کی پیاس نہ بجھی چنانچہ اُس نے یکے بعد دیگرے دو پیالے اور پانی لئے۔ اتنی دیر میں بھر

آدمی نے بکری کے مشت میں روٹی بکھڑی کر کے ایک کھڑا درخت کے سامنے لٹکادیا لیکن درخت

کھانے کی طرف توجہ دینے کی بجائے کبھی ان مسلح آدمیوں کی طرف اور کبھی نیم وا دروازے سے باہر دیکھتا

رہا۔ جہاں کشادہ صحن میں چند اونٹ درختوں کی چھاؤں میں بیٹھے جگال کر رہے تھے اور ان سے آگے

ایک چھتر کے نیچے چند گھوڑے اور بیل نظر آ رہے تھے۔ صحن کی باقی حصہ اُس کی نگاہوں سے پوشیدہ تھا۔

ماہر کھیلوں کی میاں بٹ سننے کے بعد اُس کے لئے یہ اندازہ کرنا مشکل تھا کہ یہ جگہ قید خانے کی بجائے

کسی زندان کا مکان ہے۔ اُس نے ذرا آگے کھسک کر باہر جھانکنے کی کوشش کی لیکن ایک فوجی نے

جواپے پاس سے سپردِ ملاحظہ کا آخر معلوم ہوتا تھا جلدی سے آگے کر دو لڑکے بند کر دیا اور کہا: "اگر تمہارے

دل میں کسی جھگڑنے کا خیال آئے تو تمہیں اتنا خوفِ سوج لینا چاہیئے کہ ڈیڑھ بجے تک پہنچنے سے پہلے

تمہیں چاند طرف سے تیروں کی بارش کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ تمہیں اس جگہ کوئی

تکلیف نہ ہو۔ مجھے افسوس ہے کہ اس وقت میں تمہیں اس سے بہتر کھانا پیش نہیں کر سکتا لیکن آئندہ

ہم تمہارے لئے بہتر انتظام کر سکیں گے۔ اب کچھ کھانا میں تمہاری تسلی کے لئے آنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ

تمہیں قید کر کے لے آئے ہیں زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔"

درخت نے کہا: "اگر تم مجھے یہ بات سکو کہ میں فرخ زاد کے محل سے یہاں کس طرح پہنچ گیا ہوں تو

میں تمہارا حکم ماننے کے لئے تیار ہوں۔"

فوجی نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور چند ثانیے سوچنے کے بعد جواب دیا: "تمہیں یہ بات

سکتا ہوں کہ جو لوگ تمہیں یہاں لئے تھے، انہوں نے ہمیں اس کے سوا کچھ نہیں بتایا کہ یہاں کس طرح

آدمی ہوا اور اگر تم جھگڑ گئے تو ہم صوب کو بچانسی پر ٹھکا دیا جائے گا اور میں تمہیں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ

تم زیادہ عرصہ یہاں نہیں رہو گے۔ وہ یہ کہتے تھے کہ وہ بہت جلد تمہیں کسی محفوظ جگہ لے جائیں گے۔"

یہ کسی زندان کا گھر ہے؟

"ہاں لیکن یہاں صرف اُس کے نوکر اور مزدور رہتے ہیں اور تمہاری قید کے ساتھ اُس کا کوئی تعلق

نہیں۔ وہ عام طبعی مائن میں رہتا ہے اور تمہیں ایک بڑے آدمی کے نوکر یہاں چھوڑ گئے ہیں میں تمہیں

بتانا چاہتا ہوں کہ ہمیں سے کوئی تمہارا دشمن نہیں۔ ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ تم کون ہو۔"

درخت نے کہا: "میں اپنی جان بچانے کے لئے تمہاری زندگی خطرے میں ڈالنا پسند نہیں

کروں گا لیکن اگر تم مجھے اس بڑے آدمی کا نام بتا سکو تو میری بہت سی الجھنیں دُور ہو جائیں گی۔ مجھے یہ

تقدیر واقعات ایک خواب سا محسوس ہوتے ہیں۔"

فوجی نے جواب دیا: "ہمیں اس سوال کا جواب دینے کی اجازت نہیں۔"

زنجبت نے مایوس ہو کر کہا: تم مجھے یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ مائیں یہاں سے کتنی دُور ہے؟
اس سے تمہیں کیا فائدہ ہوگا؟

”کچھ نہیں۔ میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میں کتنے پہرے کتنے دن بیہوش رہا ہوں۔
زوجان مسکرایا: مائیں یہاں سے سات کو سو دُور ہے لیکن تمہیں یہ اُمید نہیں رکھنی چاہیے کہ
سے کوئی تبدیلی مذ کے لئے آئے گا اگر اس بات کا احتمال ہو تا تو وہ تمہیں اس جگہ نہ بھجورے۔
زنجبت کچھ کہنا چاہتا تھا کہ خوش پوش زیندار جس کی عمر ساٹھ سال کے مگ جنگ معلوم ہوتی
تھی اچانک سر سے میں داخل ہوا اور مسلح آدمی اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اُس نے غضب ناک ہو کر
پیریاہوں کی طرف دیکھا اور کہا: تمہیں قیدی کے سامنے خاموش رہنے کی ہدایت کی گئی تھی۔
زنجبت نے کہا: آپ کے نوکرین کا کوئی قصور نہیں۔ میں نے انہیں باتوں میں لگا لیا تھا۔
آپ ایک قیدی کو یہ پوچھنے کے حق سے محروم نہیں کر سکتے کہ اُسے قید کرنے والا کون ہے؟
زیندار نے جواب دیا: نوکروں کو تمہارے ساتھ بات کرنے کی اجازت نہ تھی لیکن میں تمہارے
ہر سوال کا جواب دے سکتا ہوں۔ تمہیں اُس شخص کے حکم سے یہاں بھیجا گیا ہے جو ایران کی نئی ملکہ
کا دست راست ہے۔“

”ایران کی نئی ملکہ؟ زنجبت نے چونک کر پوچھا۔“

”اُن شہزادی آذربخت ایران کی نئی ملکہ بن چکی ہے اور تمہارے متعلق ان کا یہ حکم ہے کہ تمہیں
کوئی تکلیف نہ ہو۔ تھوڑی دیر تک شاہی حبیب تمہارا دُھم دیکھنے کے لئے یہاں پہنچ جائے گا اور پھر
جب تم تندرست ہو جاؤ گے تو وہ تمہیں یہاں سے لے جائیں گے۔ مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ وہ تمہیں
صرف چند دنوں کے لئے مائیں سے باہر رکھنا چاہتے ہیں۔“

زنجبت کچھ دیر سکے کے عالم میں غور سیدہ آدمی کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے کہا: یہ ناممکن
ہے۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ فرخ زاد نے شہنشاہ سے غداری کر کے آذربخت کو تخت پر بٹھا دیا ہو
ایران کی فرخ کبھی بدادشت نہیں کرے گی۔“

زیندار نے کہا: حوشہ چار پہر میں مائیں کئی ناقابلِ یقین واقعات دیکھ چکا ہوں۔ فرخ زاد اور شہزاد
قتل ہو چکے ہیں۔ سیاہ رخ جس کے حکم سے تمہیں یہاں بھیجا گیا ہے، نئی ملکہ کا وزیر بن چکا ہے۔ شہزادی پودا
کیسے بد پوش ہو چکی ہے۔“

زنجبت نے کرب انگریز مجھے میں کہا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایران کی فرخ نے شاہزاد
اور فرخ زاد کے قاتلوں کی اعانت قبول کر لی ہو کم از کم شاہی لشکر کے سالار اعلیٰ اسے غداری کا اُمید نہیں کی
جاسکتی۔“

زیندار نے جواب دیا: میں نے تمہیں ابھی ساوے واقعات نہیں سنائے۔ شاہی فرخ کا سالار اعلیٰ
بھی قتل ہو چکا ہے اور کئی دوا فرسوں سے بغاوت کا خطرہ ہو سکتا تھا اگر فدا کر لئے گئے ہیں۔“

”نہیں نہیں۔ تم غلط کہتے ہو۔ ایران کے کسی آدمی کو فریبرز پر ہاتھ اُٹھانے کی جرأت نہیں ہو سکتی۔
زنجبت نے کرب کی حالت میں بڑھے آدمی کا گریبان پکڑ لیا۔ لیکن اچانک اُس کی طاقت جواب دے
گئی اور وہ منہ کے بل گر پڑا۔ دوبارہ ہوش آیا تو وہ فرش پر ایک بوسیدہ قالین کی بجائے ایک اہم ذہ
بستر پر لیٹا ہوا تھا اور زیندار کے علاوہ شاہی حبیب اُس کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔“



دس دن بعد زنجبت مکمل طور پر تندرست ہو چکا تھا۔ اب اس قلعہ نامکان کے اندامس کی خشیت
ایک قیدی کی نہیں بلکہ ایک مہمان کی سی تھی۔ زیندار کے نوکر اُس کے آرام کا پورا خیال کرتے تھے۔ دن
کے وقت اُسے مکان کے صحن میں گھومنے پھرنے کی آزادی تھی۔ تاہم اُسے کو ٹھہری سے باہر نکالا جاتا تو
ڈویدھی کا دوا ذہ بند کر دیا جاتا اور مسلح آدمی قیدی مستعدی کے ساتھ پہرا دیتے۔ زنجبت کو ان نوکروں
سے زیادہ زیندار کے طرز عمل پر حیرت ہوتی۔ وہ صبح ہوتے ہی وہاں پہنچ جاتا اور اس کا پہلا سوال عام طور پر
یہی ہوتا کہ آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔ پھر وہ اُسے اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتا اور بار بار تسلی
دینے کی کوشش کرتا کہ وہ آپ کو بہت جلد مائیں بلا لیں گے۔ یہ بھی سیاہ رخ سے میری ملاقات نہیں
ہو سکی۔ بہت مصروف ہے اور میرا خیال ہے کہ مائیں کے حالات سے ملکہ بھی کافی پریشان ہے۔ ابھی

اُسے فوج کی وفاداری کے متعلق زیادہ اطمینان نہیں ہوا۔ اگر قبیلے متعلق اُن کے دل میں کوئی برا ارادہ ہوتا تو وہ اتنے دن نہیں یہاں نہ چھوڑتے۔ پھر وہ اس طرح کی باتیں بھی بڑبڑاتا: یہ میری بد قسمتی ہے کہ میں سیاوش کو نالارض نہیں کر سکتا۔ ورنہ میں ایک دن کے لئے بھی تمہیں یہاں ٹھہرنے پر مجبور نہ کرتا۔ آپ وعدہ کریں کہ جب آپ کا پس چلے گا تو آپ میرے ساتھ زیادتی نہیں کرنے دیں گے۔ اور نہ بخت اُسے قتل دینے کی کوشش کرے گا۔ مجھے تمہاری مجبوریوں کا پورا احساس ہے۔

دانش کے حالات کے متعلق زرتشت کو اُس سے جو باتیں معلوم ہوئیں وہ یہ تھیں کہ ابھی تک پانچ دھت کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ اگر وہ خراسان نہیں پہنچ سکی تو شہر کے پاس کسی بڑے آدمی کے ہاں پناہ لے چکی ہے۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ملکہ نے اُسے قتل کروا دیا ہے لیکن یہ افراد درست معلوم نہیں ہوتے۔ مگر ملکہ نے اُسے قتل کروا دیا ہوتا تو حکومت اُس کی تلاش میں اس قدر مستعدی کا مظاہرہ نہ کرتی۔

زرتشت نے کئی بار اس کے ذریعے اپنی بہن کا حال دریافت کرنے کا ارادہ کیا لیکن مصیبتیں اس خواہش پر غالب آجائیں۔ بدوہ یہ سوچ کر خاموش ہو جاتا کہ جو آدمی سیاوش کے حکم سے اُسے قید میں رکھ سکتا ہے اُسے ملکہ یا نو کے متعلق عطا میں لینا کسی طرح مناسب نہیں۔

گیارہویں دن: زندان نے زرتشت کو یہ خبر سنائی کہ آج میرے پاس تمہارا آخری دن بنے گا۔ سیاوش کے آدمی تمہیں دانش لے جائیں گے۔ تمہیں ملکہ کے سامنے پیش کیا جائے گا اور سیاوش کی باتوں سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ تم ایک مجرم کی حیثیت سے دہلی نہیں جاؤ گے۔ لیکن ہے کہ تمہیں فوج میں کوئی بڑا عہدہ مل جائے لیکن تمہاری کامیابی کا انحصار صرف اس بات پر ہے کہ تم سیاوش اور ملکہ کو کس حد تک مطمئن کر سکتے ہو۔

زرتشت نے بڑی مشکل سے پناہ فرست کر کہہ دیا: اگر ملکہ سیاوش کو خیر دے گا تو قاتل میں تو میں نہیں ملتا۔ نہیں کر سکتا گا۔

”کیا تم ان لوگوں میں شامل ہونا پسند کرو گے جنہیں ان کے چوراہوں پر چھانسیں دی گئی ہیں؟“

زرتشت نے اپنے وجود میں لکھی محسوس کرتے ہوئے جواب دیا: میں ظالموں کے ساتھ تعاون نہیں کروں گا۔ لیکن تم اپنی جان بھوک کر کسی کے کام نہیں آسکو گے۔ تمہیں اُس وقت کے لئے زندہ رہنا چاہیے جب

ملکہ کے ساتھ حالات پیدا نہیں ہوتے۔ زرتشت جن کے تمدن میں لپکتا نہیں ہوتا تیرا آدمیوں سے ٹوٹ جاتے ہیں۔ تمہیں معلوم ہے کہ اگر میں تمہیں یہاں رکھنے کے لئے سیاوش کے حکم کی تعمیل نہ کرتا تو میرا دل میرے بال بچوں کا خیر کیا ہوتا؟ میں ایک معمولی زندہ رہوں جس نے ساری زندگی ملکہ کے سیاسی حالات میں دخل نہیں دیا۔ میری جگہ یہ ہے کہ میں دانش میں سیاوش کا پڑوسی ہوں اور کچھ عرصے اُس نے اپنی جاگیر کا انتظام بھی مجھے سونپ دیا ہے۔ زرتشت نے کہا: مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں بلکہ میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے میرا اس قدر خیال رکھا۔

زرتشت نے کہا: کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں ملکہ کا اُس کے پاؤں پٹوں؟“

”نہیں میں یہ چاہتا ہوں کہ تم اپنے جذبات کے ظہار کے لئے موزوں وقت کا انتظار کرو۔ پاؤں پر گرے کے بعد اگر تم اُن کی شاہرگ پر ہاتھ ڈال سکو تو کیا یہ اس سے بہتر نہیں کہ وہ تمہیں کھڑا ہونے یا غل ہاتھ اٹھانے سے پہلے ہی قتل دیں۔ زرتشت تم ابھی جان بڑا دینے میں یہ نہیں چاہتا کہ کوئی حادثہ تمہیں زندگی سے بے پروا کر دے۔ شہر میں یہ افواہ گرم ہے کہ رستم اپنے باپ کے قتل کا انتقام لینے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ کیا تم اس دن کا انتظار نہیں کرو گے کہ جب وہ دانش میں داخل ہو تو میرے جیسے کمزور لوگ تمہارے پاس پناہ لے سکیں؟“

”نہیں! اُس نے جواب دیا۔ میں موت سے پہلے مرنا پسند نہیں کروں گا۔“

باب ۲۰

زنجبخت شاہی محل کے ایک کمرے میں آؤد میدخت کے سامنے کھڑا تھا۔ ایران کی ملکہ نے سلع پیریداند کو اشارہ کیا۔ وہ کمرے سے باہر نکل گئے لیکن سیادخش جو ان کے ساتھ آیا تھا زنجبخت کے قریب کھڑا رہا۔

”سیادخش! تم جاسکتے ہو“ ملکہ نے اضطراب کی حالت میں پہلو بدلتے ہوئے کہا۔
سیادخش نے حیرت زدہ ہو کر پیچھے ملکہ پھر زنجبخت کی طرف دیکھا اور اُسٹے پاؤں کرے سے باہر نکل گیا۔

آؤد میدخت چند ثانیے خاموشی سے زنجبخت کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر اُس کے ہونٹوں پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اُس نے کہا ”ہم نے سیادخش کو حکم دیا تھا کہ جب تک حالات درست نہیں ہوتے تمہیں کسی محفوظ جگہ رکھا جائے اور ہم نے اُسے یہ حکم بھی دیا تھا کہ تمہیں کوئی تکلیف نہ دی جائے۔“

زنجبخت نے گھٹی اکاڑیں کہا: ”مجھے سیادخش سے کوئی شکایت نہیں اور میں آپ کا بھی شکریہ ادا کرتی ہوں۔“

”نہیں تمہارا چہرہ بتا رہا ہے کہ اگر تمہارا بس چلنے تو تم میرا گلا گھونٹنے سے دریغ نہیں کرو گے۔ لیکن تم اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے کہ میں ایران کی ملکہ ہوں اور تمہاری کوئی خواہش ایسی نہیں ہو سکتی جسے میں پورا نہ کر سکوں۔ سیادخش کو یہ معلوم نہیں کہ ہم ایک دوسرے کو کتنا جانتے ہیں۔“

اس کا خیال ہے کہ تم ہمارے دشمن ہو۔ لیکن اگر تم اس کی یہ غلط فہمی دور کر سکو تو میں کسی دشمن کا سامنا کرنے بغیر تمہاری عزت اور کھراپی کے راستے کھول سکتی ہوں۔“

زنجبخت نے جواب دیا: ”معاف کیجئے اب میں عزت اور ذلت کے راستوں کی تمیز نہیں کر سکتا۔ میں جس خاتون کو جانتا تھا وہ فرخ زاد کی بیوی تھی۔ میں اُس کے اشاروں پر جان بے سکتا تھا۔ اُس کی خواہش پر مذہر اؤد شراب پی سکتا تھا اور اُس کے ساتھ ہی میں اس بات پر فخر کر سکتا تھا کہ مجھے اس سے کسی انعام کا لالچ نہیں۔ اب اگر ایران کی ملکہ مجھے زہلیں کھولنے کی اجازت دیتی ہے تو میں صرف اتنا پہچان چکا ہوں کہ شاد پور فرخ زاد اور فریبرز کے قاتل کون ہیں؟“

آؤد میدخت کا چہرہ غصے سے تپتا اُٹھا اور اُس نے اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا: ”شاد پور کے قاتل قاتل وہ ہیں جنہوں نے مجھ سے یونانی کر کے اُسے تخت پر بٹھادیا اور فرخ زاد کا قاتل وہ ہے جس نے اُسے فداوت کا لالچ دے کر میرے ساتھ بدعہدی کرنے پر آمادہ کیا تھا۔ مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے کہ میں فریبرز کو ہلاکت سے نہ بچا سکی۔ اگر میرا بس چلتا تو میری بیوی کو شیش ہوتی کہ تمہاری طرح اُسے بھی چند دن کے لئے کسی محفوظ جگہ بچھا دیا جائے لیکن وہ میرے دشمنوں کے گروہ میں شامل ہو چکا تھا اور اس کا ہمدرد رہنا میرے لئے خطرناک ہو سکتا تھا۔ مجھے فریبرز کے ساتھ تمہارے تعلقات کا علم ہے۔ لیکن تم جوان ہو اور مجھے یہ اُمید ہے کہ تم ہلاک ہونے والوں کا ساتھ دینا پسند نہیں کرو گے۔ تم ایران کے سپاہی ہو اور ایران کی ملکہ کو تمہاری ضرورت ہے۔ میری طرف دیکھو زنجبخت! اور مجھے اس سوال کا جواب دو کہ اگر ایران کا تاج تمہارے ہاتھ میں دے دیا جاتا اور پھر تم سے یہ پوچھا جاتا کہ تمہارے خیال میں اس کا حقدار کون ہے تو تم کیا جواب دیتے؟ بولو کیا میں اس قابل نہیں ہوں؟“

زنجبخت کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن شہزادی کی مسکراہٹ نے اُس کے لبوں پر جبرنگا دی۔
آؤد میدخت بولی: ”اگر فریبرز کو گھر سے نکلنے اور اپنے لشکر کو خبردار کرنے کا موقع مل جاتا تو میں کو ایک خطرناک تباہی کا سامنا کرنا پڑتا۔ ان حالات میں اُس کی جان بچانا میرے بس کی بات نہ

تھی لیکن تبدیلی حالت مجھ سے مختلف ہے۔ اگر تم چاہو تو اپنے لئے کوئی خطرہ مول لئے بغیر سینکڑوں بلکہ ہزاروں جوانوں کو ہلاکت کا راستہ اختیار کرنے سے روک سکتے ہو۔ شاہی لشکر کے کئی افسر نوپوش ہیں اور مجھے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اہل دانش کو ایک علم بغاوت پر لگا رہے ہیں۔ میں نے اُس کی کمان سیکورٹی کو سونپ دی تھی لیکن وہ علم معانی کا اعلان کرنے کے بعد بھی باغی عناصر کو مطمئن نہیں کر سکا کسی نے یہ مشہور کر دیا ہے کہ فریبرز کی طرح تم بھی قتل ہو چکے ہو۔ میرا ابتلا سے ہی یاد دہانہ تھا کہ اگر تم ہذا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جاؤ تو شاہی رسالے کی کمان تمہارے سپرد کر دی جائے۔ میں چند باغیوں سے خوفزدہ نہیں ہوں۔ اگر میں چاہوں تو انہیں دو دن کے اندر اندر گرفتار کیا جاسکتا ہے لیکن میں ان کا احکام لے کر تعاون حاصل کرنا چاہتی ہوں اور مجھے اس مقصد کے لئے تمہارے تعاون کی ضرورت ہے۔ زنجبخت! مجھے یقین ہے کہ تم مجھے مایوس نہیں کرو گے۔ یہ باغی عناصر وہاں دخت کے ساتھ لپچکے ہیں لہذا کسی خفیہ پناہ گاہ سے حکومت کا تختہ اٹھانے کی سازش کر رہی ہے۔ ابھی تک ہمارے جاسوس اس کا سراغ لگانے میں کامیاب نہیں ہو سکے لیکن تمہارے لئے یہ بات مشکل نہیں ہوگی۔ میں یہ چاہتی ہوں تم چند دن کے لئے نوپوش ہو جاؤ اور باغی افسروں سے رابطہ پیدا کر کے پھان دخت کی جگہ پناہ کا سراغ لگانے کی کوشش کرو۔ جب مجھے پھان کے خطرے سے نجات مل جائے گی تو محافظ فرج کی کمان تمہارا پہلا انعام ہوگا اور اس کے بعد تمہاری کوئی ایسی خواہش رد نہیں کی جائے گی جسے پورا کرنا ایران کی حکمرانی کے اختیار میں ہو۔

زنجبخت نے کہا: لیکن میری ایک خواہش ایسی ہے جسے ایران کی حکمرانی اس وقت بھی پورا کر سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ میں اپنے گھر و ماں کو اپنی بہن کو رہنے کا چاہتا ہوں کہ میں زندہ ہوں۔ آذربائیجان کی آنکھوں کی چمک اپنا تک مانہ پر لگتی اور اُس نے ایک دم سنجیدہ ہو کر کہا: "زنجبخت! تم قیدی نہیں ہو۔ تم جہاں چاہو جا سکتے ہو۔" میں کپ کا شکر گزار ہوں۔ زنجبخت یہ کہہ کر مڑا۔ لیکن آذربائیجان نے کہا: "مظہر! گھر جا کر نہیں پریشانی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔"

زنجبخت کا دل بیٹھ گیا۔ اُس نے کرب کی حالت میں آذربائیجان کی طرف دیکھا اور چلا یا سیر کیا؟ "وہ گھر میں نہیں ہے۔ لیکن کاش مجھے معلوم ہوگا کہ وہ کہاں ہے۔ وہ انقلاب کے دھڑوں کے بھگتوں سے غائب ہو چکی تھی اور تمہارے نوکر بھی اُس ساتھ نوپوش ہو چکے ہیں۔ وہاں صرف ایک بوڑھی خلوہ رہی ہے شاید مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے۔ وہ سکتے ہیں کہ حالت میں پڑی ہوئی تھی۔ جیسوں کی کوشش سے قہقہے دیر کے لئے ہوش آگیا تھا لیکن وہ تبدیلی بہن کے حصول کسی سوال کا جواب نہ دے سکی۔ اُس کی زبان مغرور ہو چکی ہے۔ میں نے ان واقعات کی اطلاع ملنے ہی شاہی طبیب کو تمہارے گھر بھیج دیا تھا لیکن وہ اس کی جان نہ بچا سکا۔ کاش میں دو دن قبل تمہاری بہن کا پتہ کر سکتی۔ لیکن مجھے اس بات کا کوئی علم نہ تھا کہ تمہاری بہن یہاں رہتی ہے۔ یہ محض اتفاق تھا کہ جاسوس پورا نخت ادا اس کا ساتھ دینے والے افسروں کی تلاش میں وہاں پہنچ گئے تھے۔ اب اگر تم اپنے دوستوں سے رابطہ پیدا کر دو تو تمہارے لئے اس کا سراغ لگانا مشکل نہیں ہوگا۔ انہوں نے پہلے دن ہی یہ افلاہ پھیلادی تھی کہ فریبرز کی طرح تم بھی قتل ہو چکے ہو اور اگر تمہاری بہن کی باتوں میں اگر پورا نخت کے پاس پہنچ گئی ہو تو مجھے تعجب نہیں ہوگا۔ زنجبخت تجھ کو اپنی آنکھوں سے آذربائیجان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کا خفقان اضطراب میں اور اضطراب خوف میں تبدیل ہو چکا تھا۔ وہ پچھتا رہا تھا لیکن اس کے حلق میں آواز نہ تھی۔ آذربائیجان نے آواز سے اُڑ کر آگے بڑھی۔ زنجبخت کی نگاہیں جھک گئیں۔ پھلے سے ایک ہلکی مہلک کے ساتھ آذربائیجان کے لباس کی سرسبز ہٹ محسوس ہونے لگی۔

"زنجبخت مجھ پر یقین کرو۔ میں تمہاری دشمن نہیں ہوں۔"

زنجبخت نے کرب کی حالت میں اپنی مٹھیاں بٹھکی لیں۔

"میری طرف دیکھو! شہزادی نے یہ کہہ کر اپنا ہاتھ اُس کے کندھے پر رکھ دیا۔

زنجبخت کا سارا وجود لرز اٹھا۔ اُس نے اُچانک گردن اٹھا کر آذربائیجان کی طرف دیکھا۔

وہ چند ثانیے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ ننگے کپڑے پر مسکراہٹوں کی جگہ اضطراب کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ آذربائیجان کی نگاہوں کا خوف نفرت میں تبدیل ہونے لگا۔ اُس نے کانپتی ہوئی آواز

میں کہا: اگر میں اپنی بہن کے متعلق آپ کی باتیں صحیح مان لوں تو میرا صرف ایک سوال باقی رہ جاتا ہے: آند میریخت نے پُرانا میرا کر کہا: پوچھنا میں تم سے کوئی بات نہیں چھپاؤں گی۔

آپ نے فریبرز کے ذکر میں کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟

اگر اُس کے ذکر مزاحمت نہ کرتے تو انہیں غلام نہ آتی۔ لیکن مجھے مونس ہے کہ چند آدمی اپنی حماقت کے باعث قتل ہو گئے تھے۔

نہجت نے کہا: میں آپ کا ایک بڑا ہی غلام اُس کے شوہر اور بیٹی کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں۔ ملکہ نے جواب دیا: مجھے یہ اطلاع ملی تھی کہ ایک غیبی پیش ذکر ادا اُس کی نوجوان لڑکی اچانک تیوں کی ندیں آکر ہلاک ہو گئے تھے۔

نہجت کے دل پر ایک چوکا لگا۔ اُس نے بحال سا ہو کر آند میریخت کی طرف دیکھا اور پھر اس کی نگاہوں سے نفرت اور انتقام کی آگ برسنے لگی۔

آند میریخت بولی: تم اس لڑکی کو جانتے تھے۔ میں نے سنا ہے کہ وہ خوبصورت تھی۔

نہجت چلایا: اس میں اُسے جانتا ہوں۔ میں نے اُس کی آنکھوں میں جو روشنی دیکھی تھی وہ میری نگاہوں سے کبھی اوجھل نہیں ہوگی۔ کاش میں اُسے یہ بتا سکتا کہ تمہارے آنسو ایران کی سلطنت سے زیادہ قیمتی ہیں۔

تو یہ اطلاع غلط نہ تھی کہ تم صرف اس لڑکی کی خاطر صبح و شام فریبرز کے گھر کا طواف کیا کرتے تھے۔

نہجت نے جواب دیا: سبب وہ ذرا تھی تو مجھے اُس کے متعلق سوچتے ہوئے بھی مذمت محسوس ہوتی تھی لیکن اب میں مدائن کے چوراہوں میں کھڑا ہو کر یہ اعلان کر سکتا ہوں کہ اس کے سر کا ایک ایک بال ایمان کی مغرور شہزادیوں سے زیادہ قیمتی تھا۔ نہجت کی نگاہوں کے سامنے آنسوؤں کے پردے مائل ہو رہے تھے۔

ایک تازیہ کے لئے آند میریخت کے دماغ سے پندار کا نشہ اُتر چکا تھا۔ ایک تازیہ کے لئے

دھرف ایک عورت تھی۔ اُس نے کہا: نہجت مجھے افسوس ہے۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ تم اس قدر کمزور ہو۔

نہجت نے ایسا محسوس کیا کہ اُس کے سر پر آگ کے انگارے رکھ دئے گئے ہیں وہ غضبناک ہو کر چلایا: مجھے اپنی کمزوری کا حشراف ہے۔ لیکن میں ظالموں سے رحم کی بھیک نہیں مانگوں گا۔ میں قاتلوں اور لٹیروں کا ساتھ نہیں دوں گا۔ مجھے معلوم ہے کہ ان پردوں کے نیچے تمہارے جلاوت کھڑے ہیں۔ تم انہیں آواز دے سکتی ہو۔ اب میں بھانسنے کی کوشش نہیں کروں گا۔

شہزادی نہجت کے الفاظ سے زیادہ اُس کی نگاہوں سے مرعوب ہو کر چند قدم پیچھے ہٹ گئی۔ پھر اُس نے ہنسنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا: تم واقعی پاگل ہو۔ لیکن تم نے اپنی بہن کے متعلق کیا سچا ہے؟

نہجت کو ایسا محسوس ہوا کہ اُس کی رنگوں میں عین کی گردش رک گئی ہے۔ وہ سکتے کے عالم میں اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ آند میریخت نے تالی بجائی۔ معاً سیاوش کے ساتھ آند میریخت آدی کرے میں داخل ہوئے اور انہوں نے نہجت کو گھیرے میں لے لیا۔

شہزادی نے کہا: اس یقوف کو کھینچنے کے لئے وقت کی ضرورت ہے اُسے لے جاؤ۔ جب نہجت نکل تو اردوں کے پہرے میں کمرے سے باہر نکل رہا تھا تو آند میریخت نے کوز دی: سیاوش ٹھہرو!

سیاوش نے اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ شہزادی نے اُسے بڑھ کر کہا: میں نے اُسے قید میں رکھنے کا حکم دیا ہے لیکن اس کے ساتھ کوئی سختی نہیں ہونی چاہیئے۔ مجھے یقین ہے کہ چند دن تک اس کا دماغ درست ہو جائے گا۔

سیاوش نے احتجاج کیا: آپ اس گھنگو کے بعد بھی اس سے یہ توقع رکھتی ہیں کہ اس کا دماغ ٹھیک ہو جائے گا؟

اں اگر وہ اس قدر سختی سے پیش نہ آتا تو میں اسے زیادہ جھٹکا نہ دیتی۔ اس وقت اس

کی حالت ایک ذہنی انسان کی تھی اور مجھے یقین ہے جب اس کے زخم مندمل ہو جائیں گے تو وہ زندگی سے اس قدر بیزاری کا اظہار نہیں کرے گا۔

”مگر عالم! ایسے آدمی کا زندہ رہنا نہایت خطرناک ہے۔ کہاؤں کہ اسے عمل کے اندر قید رکھ کر کسی طرح مناسب نہیں، مگر آپ اسے شہر کے قید خانے میں رکھنا مناسب نہیں سمجھتے تو اس کی نگرانی مجھے سونپ دیجئے۔ میں اسے اپنے مکان کے قید خانے میں رکھ سکتا ہوں۔“

آؤ میری سخت نے جواب دیا: ہم اس قدر عظیم خطرہ مول لے چکے ہیں کہ اب چھوٹے خطرات کی کوئی اہمیت نہیں رہی۔ اور تمہارے مکان کا کوئی حصہ ہمارے عمل کے زمرین دوز قید خانے سے زیادہ محفوظ نہیں ہو سکتا۔



زنجبخت کو تنہائی کی قید میں دین پہلے گزرنے چکے تھے۔ اسے باہر کے حالات کا کوئی علم نہ تھا۔ آج کھانے پینے کی کوئی تکلیف نہ تھی۔ اُس کی زمین دوز کو ٹھہری اس قدر تاریک تھی کہ اُس کے اندر دن کے وقت بھی چراغ کے بغیر دیکھنا مشکل تھا۔ صبح شام اُس کی دروازہ کھلتا اور شاہی غلام دست پر ہاروں کی حفاظت میں صفائی کرنے، خورد و نوش کا سامان پہنچانے اور چراغ میں تیل ڈالنے کے بعد رخصت ہو جاتے۔ آؤم کے لئے اُسے صاف ستھرا بستر تیار کیا گیا تھا۔ چند دن اس پر یہ احساس غالب رہا کہ آؤم میری سخت اُس کا امتحان لے رہی ہے اور وہ یہ سمجھتی ہے کہ تنہائی کی قید اُسے اپنی بے بسی کا اعتراف کرنے پر مجبور کر دے گی۔ چنانچہ اُس نے کسی سے ہلکا ہونے کی کوشش نہ کی۔ اُس نے دو دن کھانے کو بھی ہاتھ نہ لگایا لیکن پھر جب اسے باہر کے حالات کے متعلق اضطراب محسوس ہونے لگا اور اُس نے پہر واروں سے گفتگو کرنے کی کوشش کی تو اُسے اپنے سوالات کا کوئی جواب نہ ملا۔ وہ خاموشی سے کٹھری میں دھنسل ہوتے دیکھنے وقت کا بچا ہڑا کھانا اٹھا کر لے جاتے اور اُس کی جگہ تازہ کھانا رکھ دیتے۔ پھر جب آؤم نے دروازہ بند ہو جانا تو وہ دیر تک اپنے آپ کو کاٹتا رہتا۔

”میں واقعی پاگل ہوں۔ مجھے آؤم میری سخت کے ساتھ ذہنی سے پیش نہیں آتا چاہیے تھا۔ میں اس

قید خانے میں رہ کر اپنی بہن کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ اگر میں نے ذرا قبضہ سے کام لیا ہوتا تو وہ مجھے آزاد کرنے کے لئے تیار ہوتی۔ آزاد ہونے کے بعد میرے لئے کوئی جائے پناہ تلاش کرنا مشکل نہ ہوتا۔ اب مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ اس عمل سے باہر کیا ہو رہا ہے۔ میرے لئے یہی راستہ باقی رہ گیا ہے کہ میں ملک کو اپنی ذمہ داری کا قریب دے کر آزاد ہونے کی کوشش کروں۔“

پھر اُسے اپنی فکر دینی پر زنجبخت محسوس ہونے لگتی اور وہ اپنے آپ کو بھاسکی کوشش کرتا: زنجبخت! تم قیاد کے بیٹے ہو۔ تم اس ظالم کے سامنے سر نہیں جھکاؤ گے جس کے ہاتھ فریب و زور نیلوفر کے غلے سے ملے ہوئے ہیں۔ اپنی بہن کے متعلق سوچتے ہوئے بار بار اُس کے ذہن میں یہ سوال آتا کہ وہ بڑی عورت جس کی موت کا ذکر ملک نے کیا تھا کون تھی۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ قبائلی بیوی فریب ز کے گھر میں اپنے شوہر اور بیٹی کی لاشیں چھوڑ کر ملہ بانو کے پاس پہنچ گئی ہو؟ اگر ملہ بانو کو اُس نے خبر ملے کیا ہوتو اسے افسوس کے سوا اور کہاں جاسکتی تھی؟

میں دن کی روحانی اور ذہنی تانہ قوتوں سے متلو بہر اُس نے پہر واروں سے التجا کی کہ میں حاضر سے ملنا چاہتا ہوں۔ کوئی جواب نہ ملے بغیر چلے گئے۔

تھوڑی دیر بعد آؤم نے دروازہ کھولا اور ملہ بانو نے اندر داخل ہو کر کہا: آپ نے مجھے یاد فرمایا ہے؟

زنجبخت نے شکست خوردہ لہجے میں جواب دیا: ہاں مجھے ملہ بانو کے پاس سے ملو؟

اور وہ نے جواب دیا: ملک عالم یہاں نہیں ہیں۔

”وہ کہاں ہیں؟“ زنجبخت نے بے چین ہو کر پوچھا۔

”مخاف کیجئے میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔ لیکن اگر میرے آدمیوں نے آپ کی خدمت میں کوئی کوتاہی کی ہے تو میں آپ کی شکایت دُور کر سکتا ہوں۔“

”مجھ کوئی شکایت نہیں میں صرف ملہ بانو سے ملنا چاہتا ہوں۔“

”جب وہ آئیں گی تو ان کی خدمت میں آپ کی درخواست دے دوں گا۔“

داروغہ یہ کہہ کر باہر نکل گیا اور پیریلاروں نے دروازہ بند کر دیا۔

زرنجخت نے آٹھ دن اندر بے چینی کی حالت میں گزارے۔ پھر ایک ذات جب وہ نیم خالی کی حالت میں بستر پر پڑا تھا، کوٹھڑی کا دروازہ کھلا اور محل کا داروغہ دو سپاہیوں کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ زرنجخت جھری سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور جواب طلب نگاہوں سے داروغہ کی طرف دیکھنے لگا۔ داروغہ نے کہا: "آپ ملک حاکم کی تدبیر کی کسے تیار ہو جاہل؟"

"اس وقت؟"

"ہاں ابھی۔" داروغہ یہ کہہ کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ زرنجخت چند منٹ انتظار کی حالت میں کھڑا رہا۔ پھر دروازے سے باہر قدموں کی آہٹ سنا دی۔ دو مشعل بردار غوردار ہوئے اور دروازے سے باہر رگ گئے۔

داروغہ نے ٹھکر زرنجخت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "ملک عالم تشریف لاد رہی ہیں۔ زرنجخت کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔ وہ دم بخود ہو کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔

آذر میڈخت نمودار ہوئی۔ اس نے ایک تانہ کہنے لگ کر زرنجخت کی طرف دیکھا۔ پھر آگے بڑھی اور زرنجخت سے دو قدم کے فاصلے پر کھڑی ہو گئی۔ اس کے بال بکھوے ہوئے تھے۔ اس کا چہرہ اٹھا ہوا تھا اور اس کی نگاہوں میں بھیروں کی چمک کی بجائے برسنے والوں کی لڑائی تھی۔ لیکن اس کے باوجود اس کے منہ کی دنگشی اور جھانکی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ کچھ دیر زرنجخت کو اپنے گرد و پیش کی کوئی خبر نہ تھی۔ اس کی ساری حسیات آذر میڈخت کی اُناس نگاہوں میں گم ہو کر رہ گئی تھیں۔ پھر جب اسے اپنے گرد و پیش کا احساس ہونے لگا تو دروغہ اور اس کے ساتھی وہاں سے جا چکے تھے۔

آذر میڈخت نے اپنے ہونٹوں پر غموم مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا: "یہ عجیب بات ہے کہ آج جب کہ مجھے اپنے سامنے سے غمزہ ہوتا ہے، چاہئے میں تمہارے سامنے ننگی تلواروں کے پہرے کے بغیر کھڑی ہوں اور مجھے یہ اطمینان محسوس ہوتا ہے کہ اگر وہ یہاں پہنچ جائیں تو تم اپنی نفرت کے باوجود میرے لئے ڈھال بن جاؤ گے۔ چند دن قبل یہ کون کہہ سکتا تھا کہ وہ جہوں نے مرے دم تک میرا ساتھ دینے

کا وعدہ کیا تھا میرے دشمن بن جائیں گے اور میں اس سال میں تمہارے پاس آؤں گی۔ زرنجخت! میرا داغ ماؤف ہو چکا ہے۔ مجھے یہ سارے واقعات ایک خواب محسوس ہوتے ہیں۔ باؤ مجھے کیا کرنا چاہیئے؟

زرنجخت نے برسی شکل سے کہا: "میں اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا کہ میں ایک قیدی ہوں یا ہر کے حالات کا مجھے کوئی علم نہیں۔"

آذر میڈخت نے کہا: "مجھے شکست ہوئی ہے۔ فتح کے سرور دشمن کے ساتھ مل گئے تھے۔ اور جو شکر میرے ساتھ رہ گیا تھا وہ جنگ شروع ہوتے ہی میدان سے بھاگ گیا تھا۔ اب رسم ملائین کی طرف بڑھ رہا ہے۔ سیوخش یہاں سے دو منزل دور اس کا راستہ روکنے کی کوشش کرے گا لیکن اسے ملک کی ضرورت ہے۔ جو دستے میدان چھوڑ کر بھاگ آئے ہیں انہیں دوبارہ جمع کیا جاسکتا ہے۔ امراء اور کاہن بھی غرضائوں کے ہاتھوں شہر کی تباہی پسند نہیں کریں گے۔ اگر ہم صرف چند گھنٹے رسم کو ملائین سے دور رکھ سکیں تو ہماری کامیابی یقینی ہے۔ اہل ملان مغرور سپاہیوں کو گھروں سے نکال کر میدان میں دھکیل دیں گے۔ میں نے یہاں پہنچتے ہی شاہی فوج سے پانچ ہزار سواروں کو سیادخش کی فوری امانت کے لئے پیش قدمی کا حکم دے دیا ہے اور باقی دستوں کو تمہاری کمان میں دینا چاہتی ہوں۔"

"میری کمان میں؟"

"ہاں اور مجھے یقین ہے کہ اگر تم بہت سے کام تو موقع تک ملائین کا سارا شکر تمہارے گرد جمع ہو جائے گا۔ زرنجخت! اب باتوں کا وقت نہیں۔ میرے ساتھ آؤ؟"

آذر میڈخت نے یہ کہہ کر زرنجخت کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ اس کے ساتھ قید خانے سے نکلا۔ مشعل بردار سپاہی اور محل کا داروغہ جو دروازے سے چند قدم دور کھڑے تھے آگے آگے چل دیے۔ زرنجخت نے ایک بھڑکے انسان کی طرح آذر میڈخت کے ساتھ زمین دوڑا راستہ اور اس کے بعد ایک زینٹے کی پیچرود غلام گرد شہر اور برآمدوں میں سے گزرتے ہوئے محل کے ایک کشادہ کمرے میں داخل

ہوئے۔ آذرمیخت نہ حال ہی ہو کہ ایک کمری پر گر پڑی اور نہ بخت سے مخاطب ہو کر بولی۔ میں بہت
تھک گئی ہوں۔ میں نے آج ایک لمحہ آرام کئے بغیر تین منزل سفر کیا ہے۔ کاش میں تھوڑی دیر سو
سکتی۔ پھر کچھ دیر آنکھیں کھلنے کے بعد وہ محل کے داروغہ کی طرف مخاطب ہوئی: "تم کیلہ دیکھ رہے
ہو۔ نہ بخت اب تمہاری قید میں نہیں۔ اگر میں آٹھ پہر اور زندہ رہ سکی تو ایران کے سارے لشکر کی کمان
اس کے ہاتھ میں ہوگی۔ تم جاؤ اور جب وہ دربار میں جمع ہو جائیں تو ہمیں اطلاع دو اور دیکھو نہ بخت
کو بہترین اسلحہ اور گھوڑے کی ضرورت ہے۔"

داروغہ بھاگتا ہوا باہر نکل گیا اور آذرمیخت پر امید ہو کر نہ بخت کی طرف دیکھنے لگی۔

نہ بخت نے کہا: "مجھ نہ اور اسلحہ کی ضرورت نہیں۔ اب آپ کا آخری احسان مجھ پر یہی
ہو سکتا ہے کہ مجھے دوبارہ اس کوٹھری میں بھیج دیا جائے۔"

ملکہ کے چہرے پر زندگی چھا گئی۔ اُس نے کہا: "نہ بخت! تم مجھے دیکھو نہیں کرو گے۔ آج صبح
تمہاری ضرورت ہے اور مجھ سے زیادہ ایران کو تمہاری ضرورت ہے۔ تم مدائن پر خراسان کے شہر
کا قبضہ پسند نہیں کرو گے۔ میں آپس یقین دلاتی ہوں کہ جب تم محافظ دستوں کے ساتھ شہر میں گشت
کرو گے تو ان کی آن میں عائن کا پورا لشکر تمہارے گرد جمع ہو جائے گا۔ رستم نے پوران بخت کی شہ پر
فوج کشی کی ہے۔ وہ کہیں مدائن کے آس پاس چھپی ہوئی ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ جب عالم شہر
کی حفاظت پر کمر بستہ ہو جائیں گے تو وہ اپنی خفیہ پناہ گاہ سے باہر آکر کچھ بندوں رستم کا ساتھ دینے
کی جرات نہیں کرے گی۔ میں نے صوبہ کے حاکموں قبائل کے سرداروں اور جنوبی سرحد کی چوکیوں کے
سالاروں کو احکام بھیج دیئے ہیں کہ وہ اپنے اپنے لشکر کے ساتھ مدائن پہنچ جائیں لب ہادی کی راہ
کا دار و دار اس بات پر ہے کہ ہم کم از کم ان لوگوں کی آمد تک دشمن کو شہر میں داخل ہونے سے روک
سکیں یہ سیری بد قسمتی تھی کہ میں نے سید خوش کا مشورہ قبول نہ کیا اور رستم کا دستہ روکنے کے لئے اس
لشکر کو کافی سمجھ لیا جس کے رہنما دشمن کے ساتھ ملے ہوئے تھے لیکن اب بھی ہمارے لئے یاموس ہونے
کی کوئی وجہ نہیں تھوڑی دیر میں شہر کے اُتر اور کابن یہاں جمع ہو جائیں گے اور جب میں انہیں یہ

بتاؤں گی کہ تم مدائن کی حفاظت کی ذمہ داری قبول کر چکے ہو تو وہ پورے غلوں کے ساتھ تمہارا خیر مقدم کرے گی۔
نہ بخت نے کہا: "میں اس ذمہ داری کا اہل نہیں ہوں اور اگر ہوتا بھی تو میرا جواب یہی ہوتا کہ
میں اس جنگ سے الگ تھلگ رہنا چاہتا ہوں۔"

آذرمیخت تھلا کر اٹھی اور اپنا سر کڑک کر پھر پیچیدہ گئی۔ قدم سے توقف کے بعد اُس نے نہ بخت کی
طرف دیکھا اُس کی آنکھوں میں غم و غصہ کی بجائے التجائیں تھیں۔ نہ بخت: "اُس نے گھٹی ہوئی آواز
میں کہا: "تم میرا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے۔"

اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔ آذرمیخت دوبارہ اٹھی، لڑکھڑاتی ہوئی نہ بخت کی طرف بڑھی۔
پھر اچانک اُس کی حالت جواب سے گئی اور وہ قائلین پر گر پڑی۔
ایک لمحہ کے لئے نہ بخت نے ایسا محسوس کیا کہ اُس کی رگوں میں نعل کی گردش رک گئی ہے پھر
اُس نے اچانک آگے بڑھ کر آذرمیخت کو اپنے مضبوط بازوؤں میں اٹھا کر دیوان پر لٹایا اور دونوں
ہو کر کتے جھنجھوڑنے لگا۔

"آذرمیخت! آذرمیخت! اُس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ پھر وہ بلند آواز میں جھلایا: "مکمل ہے؟
چند خواجہ مراد کنیزیں جھگڑتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے اور وہ آٹھ کڑیے ہٹ گیا۔ ایک
کنیز آذرمیخت کی بغلیں ٹھوٹے ہوئے چلائی: "طیب کو بلاؤ۔ ملکہ عالم بیہوش ہو گئی ہیں۔"



تھوڑی دیر بعد شاہی طبیب آذرمیخت کے حیار داروں سے کہہ رہا تھا: "ملکہ عالم کو دلو سے
زیادہ آرام کی ضرورت ہے۔ یہ بہت جلد ہوش آئیں آجائیں گی۔ لیکن اس کے بعد انہیں سوچنا
چاہیئے؟"

ایک خواجہ مراد نے کہا: "ملکہ عالم دوبارہ لگانے کا حکم دے چکی ہیں۔ اس لئے آج رات کو
کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"
کنیزیں ملکہ کو اٹھا کر دوسرے کمرے میں لے گئیں اور نہ بخت کی طرف کسی نے توجہ دینے کی

ضرورت محسوس نہ کی۔ وہ کچھ دیر کمرے میں ٹہلتا رہا اور پھر دیوان پر بیٹھ گیا۔ دوپہر بڑھ کر کمرے میں داخل ہوئے اور وہ نیا لباس نئی زندہ اور تیار اس کے سامنے رکھ کر بیٹھ گئے۔

زندہ نے دوبارہ اٹھ کر ٹہلنا شروع کر دیا۔ اچانک اس کے دل میں یہ سوال پیدا ہوا: کیا میں لباس تبدیل کر کے یہاں سے نکل سکتا ہوں؟ اور اس کے ساتھ ہی اس کے دل کی دھڑکن تیز ہونے لگی۔ پھر وہ سوچ رہا تھا: میں ملک کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ لیکن موجودہ حالات میں میرا یہاں رہنا بھی ٹھیک نہیں۔ آؤ میری خدمت ہوش میں آتے ہی میری طرف متوجہ ہوگی اور اپنے حکم کی تعمیل سے انکار کی صورت میں میری بوٹیاں نوپنچے کے لئے تیار ہو جائیں گی۔ لیکن کیا میں انکار کر سکوں گا؟ مجھے دوبارہ اس آزمائش میں نہیں پڑنا چاہیئے۔ میں ایک قیدی ہوں اور میرا فرض ہے کہ میں بھاگنے کی کوشش کروں۔ اگر کسی نے میرا راستہ روکنے کی کوشش کی تو میں اسے یہ کہہ کر مطمئن کر سکوں گا کہ میں ملک کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں۔ مجھے وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔

زندہ نے جلدی جلدی لباس تبدیل کیا۔ زندہ پہنی۔ جب وہ توار کا تسمہ اپنی کمرے باز دروازہ تھا تو ایک کنیز کمرے میں داخل ہوئی اور اس نے کہا: ملک عالم نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔

زندہ کا دل بیٹھ گیا۔ وہ باہر ناخواستہ کنیز کے پیچھے ہویا۔

آؤ میری خدمت مکے کے سہارے بستر پر بیٹھی تھی۔ وہ زندہ کو دیکھ کر مسکرائی: مجھے یقین تھا کہ تم میرا ساتھ نہیں چھوڑو گے۔

اس نے بددلی سے جواب دیا: آپ کو مجھ پر اس قدر اعتماد نہیں کرنا چاہیئے۔

ملکہ نے کہا: اب ایسی باتوں کا وقت نہیں۔ میں اس بات پر نادم ہوں کہ میں نے تمہارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ میں اپنی غلطیوں کی تلافی کر سکوں گی۔ میں کبھی یہ فراموش نہیں کروں گی کہ انتہائی ناپسندیدہ کسی کے وقت تم میرا آخری سہارا تھے۔

ایک غلام کمرے میں داخل ہوا اور اس نے کہا: ملک عالم! داروغہ قدم بوسی کی اجازت چاہتا ہے۔

اُسے کہہ میں ابھی آ رہی ہوں۔

غلام باہر نکل گیا اور آؤ میری خدمت نے زرجبت سے مخاطب ہو کر کہا: دربار میں میرا انتظار ہو رہا ہے۔ تم میرے ساتھ چلو۔ میں گداز کے سامنے تمہارے نئے عہدے کا اعلان کروں گی۔

ایک نوٹڈی نے کہا: ملک عالم! عجیب کہتا تھا آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔

”نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں۔ میرا تاج لاؤ۔ مجھے مراثی کی حفاظت کے متعلق اطمینان کئے بغیر ریند نہیں آئے گی۔“

داروغہ کمرے میں داخل ہوا اور اس نے تین بار فرشی سلام کرنے کے بعد کہا: ملک عالم! میں اس گستاخی کے لئے معافی چاہتا ہوں لیکن حالات ایسے ہیں کہ میں۔۔۔۔۔

ملکہ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا: میں حالات سے بے خبر نہیں ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ دربار میں میرا انتظار ہو رہا ہے۔ تم جا کر اعلان کر دو کہ میں آ رہی ہوں۔

داروغہ نے کہا: ملک عالم! ایوان خالی پڑا ہے۔ قاصدوں نے جن لوگوں کو گھروں سے نکالا تھا وہ راستے ہی سے لوٹ گئے ہیں۔

ملکہ بستر سے اتر کر کھڑی ہو گئی۔ تم کیا کہہ رہے ہو؟

ملکہ عالم! قاصد یہ اطلاع لائے ہیں کہ لوگوں کے ہجوم گلیوں اور بازاروں میں نعرے لگاتے ہیں۔ انہیں ہماری شکست کی اطلاع مل چکی ہے۔ شہر میں یہ افواہ بھی گرم ہے کہ پورا ان دخت مراثی میں موجود ہے۔

یہ غلط ہے۔ اگر وہ شہر میں ہوتی تو اب تک گرفتار ہو چکی ہوتی۔

ہو سکتا ہے کہ وہ شہر سے باہر کسی جگہ پھٹی ہوئی ہو۔ لیکن لوگ اس کے حق میں غصے لگا رہے ہیں۔

آؤ میری خدمت نے ڈھال سی ہو کر ایک کرسی پر بیٹھ گئی اور اس نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا میں سنہ شہر کے دروازے بند رکھنے کا حکم دیتا ہوں۔ خیال تھا کہ عوام صبح تک شکست سے بے خبر

رہیں گے اور ہمیں تیاری کا موقع مل جائے گا لیکن ہمارے دشمن ہم سے زیادہ مستعد ہیں۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ فغانوں کے بلبلی بچے سے پہلے یہاں پہنچ گئے ہوں؟ کیا یہ ممکن ہے کہ ملائی کے لوگ ان فغانوں کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو جائیں جنہوں نے یارن کو رستم کے پاس فروخت کر دیا ہے۔ زنجبخت! تم اپنے لشکر کے پڑاؤ میں پہنچنے کی کوشش کرو اور انہیں حکم دو کہ وہ شہر میں پھیل جائیں اور عوام کا اعتماد بھال کونے کی کوشش کریں۔

دادو نے کہا: ملکہ عالم! میری اطلاع یہ ہے کہ فرج کے سپاہی عوام کے ساتھ شامل ہو چکے ہیں۔ خلاف نعرے لگا رہے ہیں۔ محافظ فرج کے چند افسروں کو ان کی راہنمائی کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔

برآمدے میں بھلے گتے ہوئے آدمیوں کا شور مٹا دیا۔ وہ دم بخود ہو کر دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔

شہر کا کووال اور شاہی محل کے محافظ دستوں کے دو افسرانے اپنے کانپتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ اور کووال نے کسی تمہید کے بغیر کہا: ملکہ عالم! عوام کا ہجوم محل کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ہم نے انہیں پل کے قریب روکنے کی کوشش کی تھی لیکن میرے جیسے بچپس آدمی ہلاک اور اس سے کہیں زیادہ زخمی ہو چکے ہیں۔ میں نے محافظ فرج سے مدد مانگی تھی لیکن اس کا پڑاؤ غلی ہو چکا ہے۔ وہاں آپ کے وفادار یا تو قتل ہو چکے ہیں یا بھاگ گئے ہیں۔ باغی سپاہیوں نے شہر کے شمالی دروازے پر قبضہ کر لیا ہے۔ میں آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ شاہی محل خطرے میں ہے۔

آندریخت نے حشراتِ آمیز بلبے میں کہا: تمہیں یہ شہرہ مٹانے کے لئے یہاں آنے کی ضرورت نہ تھی۔ اب جاؤ اور ہمیں شہر کے حالات سے باخبر رکھو۔ اپنے آدمیوں سے کہو کہ وہ عام شہریوں کے جیسے ہیں شہر کے اندر پھیل جائیں اور عوام کو ان خطرات سے خبردار کریں جو انہیں غولیاں کی طرح کی صورت میں پیش آ سکتے ہیں۔ اگر تمہارا کوئی جانباز پودا ان دخت کو تلاش کر کے موت کے گھاٹ اتار سکے تو اسے اس کے وزن کے برابر سونا انعام دیا جائے گا۔

کووال! ادب سے سلام کرنے کے بعد کمرے سے نکل گیا اور ملکہ فرجی افسروں کی طرف متوجہ ہوئی۔ تمہیں باہر کے حالات سے پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ میں ملائی کے عوام کو جانتی ہوں۔ اگر وہ آج میرے خلاف ہو چکے ہیں تو کل میرے دشمنوں کے خلاف بھی نعرے لگا سکتے ہیں انہیں صرف خواہش ہے کہ ہمیں اپنے رائے خطرات کا احساس دلانے کی ضرورت ہے۔ اگر ہمارے جاسوس نے اپنا فرض پُر کیا تو کل تک شہر کی فضا بدل جائے گی۔ تمہاری پہلی اور آخری ذمہ داری شاہی محل کی حفاظت ہے۔ جاؤ اپنا فرض پُر کیا کرو۔

افسر کے سے باہر نکل گئے۔ محل کا دادو نے بھی ان کے ساتھ ہر لیا۔ آندریخت نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور خواجہ برلہ کنیز سے بھی کمرے سے باہر نکل گئیں۔ پھر وہ زنجبخت کی طرف متوجہ ہوئی۔ میں تمہیں ایک کام ہم پر بھیج رہی ہوں۔ تم ان لوگوں کی سیاحت کے پاس پہنچنے کی کوشش کرو۔ جو سوار میرے پاس آئے تھے ان میں سے ایک تمہارے ساتھ جائے گا۔ تم سیاحت کے کہو کہ وہ دشمن کو روکنے کی بجائے ملائی پہنچ جائے۔

زنجبخت اس سے زیادہ اور کچھ نہیں چاہتا تھا کہ اسے کسی پہلے محل کی چادر دیواری سے باہر نکلنے کا موقع مل جائے اور وہ اپنے دل میں یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اگر اسے بھاگنے کا موقع نہ ملا تو اس کے لئے ملکہ کے پاس رہنے کی بجائے قید خانے میں پناہ لینا بہتر ہوگا۔ چنانچہ اس نے بلا تکلف جواب دیا: میں تیار ہوں۔ ملکہ نے اپنے ہاتھ سے انگوٹھی اتاری اور زنجبخت کی طرف بڑھتے ہوئے کہا: شاید سیاحت تم پر شک کرے لیکن جب تم میری انگوٹھی دکھاؤ گے تو اسے اطمینان ہو جائے گا۔ زنجبخت نے ملکہ کے ہاتھ سے انگوٹھی لے کر حیب میں ڈال لی۔

ملکہ نے کہا: میں نے تمہارے لئے بہترین گھوڑا تیار رکھنے کا حکم دیا تھا۔ چلو میں دروازے تک تمہارے ساتھ جیتی ہوں لیکن ٹھہرو! میں مانگتی ہوں: ملکہ یہ کہہ کر باہر کے کمرے میں چلی گئی۔ چند ثانیے بعد وہ واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں ایک چھلکا ہوا جام تھا۔ اس نے کہا: میں تمہارے چہرے پر تیرموی اور مہادی آنکھوں میں نیر اور تھکاوٹ دیکھ رہی ہوں۔ یہ پینے کے بعد تم تازہ دم ہو جاؤ گے۔

اور جب زنجبخت چند ثانیے تذبذب کی حالت میں کھڑا ہوا تو حکمرانے ایک گھونٹ پینے کے بعد باہر اس کی طرف بڑھائے ہوئے کہا: یہ شراب نہیں: زنجبخت نے حکمرانے کے ہاتھ سے جام پکڑ لیا اور اس میں پانی پیا۔

پھر حکمرانے سے باہر نکلے۔ حکمرانے اُس کا بازو تھام رکھا تھا۔ جبکہ قدیوں کی مدد میں باہر بل آمد اور سب مہر کے راستوں سے گزر کر وہ محل مرا اور بیرونی عمارات کے درمیان بلع میں داخل ہوئے۔ انھوں نے اس کی چاندنی ایک دلکش منظر پیش کر رہی تھی۔ حکمرانے اچانک دُک کر زنجبخت کی طرف دیکھا اور کہا: زنجبخت! میں جس کشتی پر سوار ہوں اُس کے پینے میں کئی سہار پیدا ہو چکے ہیں اگر ملاح سے باہر نکل کر تم یہ محسوس کر دو کہ تم اپنے پیچھے ایک ڈوبتا ہوا جہاز چھوڑ آئے ہو اور پھر پیچھے مڑ کر دیکھنا پسند نہ کرو تو سب سے تم سے کئی گنا نہیں ہوگا۔ لیکن میں تمہیں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ اگر نہیں شہزادی نہ ہو کئی اور میرے محل میں ایران کی ملکہ کھلانے کا شوق پیدا نہ ہوتا تو مجھے تمہاری رفاقت سے سوا کوئی اور خواہش نہ ہوتی۔

آدمیہ زخمت کے آخری الفاظ سسکیوں میں دب کر رہ گئے اور زنجبخت پہلی بار یہ محسوس کر رہا تھا کہ ایران کی ملکہ صرف ایک عورت ہے۔ ایک تائر کے لئے اُس کے دل میں نفرت کی بجائے رحم کے جذبات بیدار ہوئے۔ لیکن پھر اس کی حالت سمندر کے ساحل کی اس چٹان کی سی تھی جس پر سے پانی کی ایک لہر گزر گئی ہو۔

اُس نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا: ملکہ! مجھے دیر ہو رہی ہے۔ ملکہ نے شکایت کے بھیجے کہ: میرا نام آدمیہ زخمت ہے۔ جب تم واپس آؤ گے تو میں تمہاری زبان سے کوئی اور نام سُنا پسند نہیں کر دوں گی۔ تم جلد واپس آؤ گے نا؟

زنجبخت نے بڑی مشکل سے جواب دیا: کاش مجھے معلوم ہو تاکہ میں اب باتوں کا وقت نہیں۔ مجھے دیر ہو رہی ہے۔ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ آپ واپس جائیں اور آرام کریں؟ میں جلد میں نہیں نہت کر کے بعد فیصلہ کرچکے گا توں گی تم میری فکر نہ کرو۔ میں بالکل ٹھیک

ہوں۔ چلو! حکمرانے یہ کہہ کر اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔



بیرونی ڈیوڈھی سے کچھ فاصلے پر انہیں انسانوں کے جھوم کی آواز دیکھ سائی دینے لگی۔ آدمیہ زخمت نے کہا: وہاں ہے میں۔ وہ اس طرف آ رہے ہیں۔
تھوڑی دیر بعد وہ دروازے کے سامنے مسلح سپاہیوں کے درمیان کھڑے جھوم کے غریبے سن رہے تھے۔

محل کا داروغہ برج کے زینے سے غوردار ہوا اور اُس نے آگے بڑھ کر کہا: ملکہ عالم بگھوڑا تیار ہیں لیکن ہم دوا نہ نہیں کھول سکتے۔
حکمرانے کہا: انہیں مشرق یا مغرب کے دروازے سے باہر نکال دو۔
"وہاں بھی یہی حالت ہے۔ اب ہم دوا نہ نہیں کھول سکتے۔ آپ انہیں سڑک کے سامنے باہر نکال دیں۔"

"میں دیکھنا چاہتی ہوں۔ ملکہ یہ کہہ کر زینے کی طرف بڑھی اور زنجبخت اور داروغہ اُس کے پیچھے ہوئے۔ برج پر پہنچ کر انہیں حلقہ ایک انسانوں کا جھوم دکھائی دیا۔ وہ کچھ دیر اُن کے غور سُنتے رہے۔ بالآخر زنجبخت نے کہا: میں دروازے سے دوا داروغہ ہٹ کر فیصل سے نیچے اتر سکتا ہوں۔ مجھے صرف ایک رستے کی ضرورت ہے۔ میں محل سے نکلنے کے بعد گھوڑے کا انتظام کر سکوں گا۔"

داروغہ نے کہا: لیکن بلوائی ہر جگہ موجود ہیں۔ انہوں نے پورا محل محاصرے میں لے لکھا ہے۔ اور اس کے بعد تمہیں شہر کے دروازوں پر بھی بلوائیوں کے جھوم کا سامنا کرنا پڑے گا۔
آدمیہ زخمت بولی: نہیں زنجبخت! تم مجھے ان حالات میں چھوڑ کر نہیں جاؤ گے۔ اگر اس جھوم نے محل پر حملہ کر دیا تو مجھے تمہاری مدد کی ضرورت پڑے گی۔ تم میرے ساتھ آؤ۔ ہم دونوں نکل سکتے ہیں۔"

کھانے کھینچے ہوئے ہاتھ سے زنجیر کا بازو پکڑ لیا اور دروازے سے مخاطب ہو کر بولی: اگر تم صبح تک بڑھائیوں کو عمل کے دروازوں سے نکل کر کھ سکو تو ہم بچ سکتے ہیں۔ پہرہ داروں کو تسلی دینے کی کوشش کرو کہ ایک بہت بڑی فوج ہماری مدد کے لئے آرہی ہے۔ اگر جوابی آجے بڑھیں تو تم تیر چلا سکتے ہو۔ لیکن تمہاری کوشش یہی ہونی چاہیئے کہ اُس کے ساتھ تصادم نہ ہو۔

زنجیر نے کہا: کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ میں اُن لوگوں کے ساتھ رہوں اور آپ کچھ دیر آرام کریں؟

”نہیں تم میرے ساتھ چلو۔ میں ایک فردی کام تمہارے پیڑ کو کرنا چاہتی ہوں۔“

زنجیر نے ہلکے سے چل دیا۔ زینے سے اترتے ہوئے اُس نے غصے سے کہا کہ ملکہ کے پاؤں لنگا

رہے ہیں دروازے سے تھوڑی دُور زنجیر کے بازو پر اُس کے ہاتھ کی گرفت ڈھیلی ہونے لگی۔

اُس نے لڑکھڑاتے ہوئے چند قدم اٹھائے اور پھر اچانک اُس کی ہمت جواب دے گئی۔ وہ یہ ہوش

ہو کر گرنے کو تھی کہ زنجیر نے اُسے اپنے مضبوط بازوؤں میں تھام لیا۔ پھر وہ اُسے اٹھا کر بھاگتا ہوا

اُس کے بڑھا۔ دوسری دُور ڈھکی کے دروازے پر چند پہرہ داروں میں سے دو آدمی اُس کے ساتھ ہوئے۔

باب ۲۱

آدمیرخت کو ہوش آیا تو وہ اپنے بستر پر لیٹی ہوئی تھی اور چند غماز سر ا غلام اور کنیزیں اُس کے

مرد جمع تھے۔ بڑھاپہ حبیب اور زنجیر اُس کے بستر کے قریب کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ملکہ نے

چاند طرف نگاہ دوڑائی۔ پھر اُس کی نگاہیں زنجیر کے چہرے پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔

طبیعی شکایت کے سبب میں کہا: اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ ہوش میں آتے ہی بھاگنے کی کوشش

کریں گی تو میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہاں سے نہ ہٹتا۔

”میں کتنی دیر بے ہوش رہی ہوں؟“ ملکہ نے سوال کیا۔

”اب صبح ہونے وال ہے۔ میں نے آپ کو غینہ آور دو اڑھائی گھنٹے۔ لیکن ابھی آپ کی غینہ پوری

نہیں ہوئی۔ آپ کو کم از کم ایک پہرہ اور سونا چاہیئے تھا۔“

ملکہ عملاً کراٹھ بیٹھی اور اُس نے کہا: تم بہت بیوقوف ہو۔ تمہارے پاس کوئی ایسی دوا یا معنی

جو مجھے دائمی غینہ دلا سکتی؟ اگر تم مجھے دشمن کی آمد تک بے ہوش رکھ سکتے تو وہ تمہیں بڑے سے بڑے

انعام کا مستحق سمجھتے۔ طبیب پریشان ہو کر زنجیر کی طرف دیکھنے لگا۔

آدمیرخت چلائی: زنجیر تم خاموش کیوں ہو تم نے اس بیوقوف کو یہ کیوں نہیں بتایا کہ وہ

عمل میں داخل ہوتے ہی مجھ پر مجھ کے بھیڑیوں کی طرح ٹوٹ پڑیں گے تم نے مجھے جگانے کی کوشش

کیوں نہ کی؟

زنجیر نے جواب دیا: میں نے بھی یہی محسوس کیا تھا کہ آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔

”کیا وہ جاچکے ہیں؟“

”نہیں ابھی تک انہوں نے عمل پر عمل کرنے کی کوشش نہیں کی۔“

طبیعی طور پر زندگی کی طرف متوجہ ہوتے دیکھ کر قدم سے اطمینان محسوس کیا اور بولا: ”مگر عالم انہیں اندیشہ تھا کہ آپ ہوش میں آنے کے بعد ایک لمحہ کے لئے بھی آرام سے نہیں بیٹھیں گی اور میں نے اُن کا مشورہ لینے کے بعد آپ کو خیزد آلودہ چلائی تھی۔“

ملک نے حیرت زدہ ہو کر زندگی کی طرف دیکھا اور کہا: ”تمہیں یہ معلوم تھا کہ ہم ہر لمحہ موت کے قریب جا رہے ہیں۔“

”ہاں، لیکن مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ ہمارے لئے فراڈ کا کوئی راستہ نہیں۔ میں نے باہر نکلنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن ہر دروازوں نے مجھے فصیل کے قریب ہی نہیں جانے دیا۔“

”تم مجھے نیند کی حالت میں چھوڑ کر جا رہے تھے؟“

”ہاں، میں خیال تھا کہ اگر میں باہر نکل سکوں تو شاید۔۔۔۔۔“

زندہ بخت اپنا فقرہ پورا نہ کر سکا، اُس کی نگاہ حلق میں جھک کر رہ گئی۔

ملک نے پورے طبیع کی طرف دیکھا اور کہا: ”تم جاؤ؟“

طبیعی بادل ناخواستہ اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

ملک نے غلاموں اور خواجہ سراؤں کی طرف توجہ ہو کر کہا: ”تم دو دانے سے باہر کھڑے رہو۔ اگر پھر پلڑا اس طرف آئیں، انہیں یہ کہو کہ میں آرام کر رہی ہوں۔“

انہوں نے حکم کی تعمیل کی اور کمرے کے اندر صرف چار نوٹیاں رہ گئیں۔

زندہ بخت نے کہا: ”اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں باہر نکلنے کا خطرہ مول لینے کے لئے تیار ہوں۔ مگر میں پورا گیا تو بھی لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے میل یہ کہہ دینا کافی ہوگا کہ میں آپ کی قید میں تھا۔“

ملک نے جواب دیا: ”باہر نکلنے کے لئے تمہیں کوئی خلو مول لینے کی ضرورت نہیں مگر تم طبیع

کو خیزد آلودہ پلانے کا مشورہ دیتے تو اس تک ہم بہت دُور جا چکے ہوتے۔ اب بھی ہمارے لئے آخری راستہ بند نہیں ہوا۔ مجھے عمل سے باہر لوگوں کی توجہ سے بچنے کے لئے صرف لباس تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ تم تھوٹی دیر ساتھ واسلے کمرے میں میرا انتظار کرو۔“

زندہ بخت اٹھ کر باہر کے کمرے میں چلا گیا۔ تھوٹی دیر بعد جب وہ بے چینی کی حالت میں ٹہل رہا تھا آذریخت ایک سپاہی کا لباس پہننے کمرے میں داخل ہوئی۔ اُس کے ساتھ ایک بوڑھا خلیفہ برسرِ آلودہ فہم تھے جن میں ایک چھٹا سا صندوق اٹھائے اور دوسرے کپڑوں کی گھڑی اٹھائے ہوئے تھا۔ خواجہ سرا کے ایک ہاتھ میں مشعل اور دوسرے میں کسی بڑے آلے کی چابی تھی۔

زندہ بخت نے پوچھا: ”آپ میرے ساتھ باہر جا رہی ہیں؟“

”ہاں!“

”لیکن رانی میں آپ کہاں چھپ سکیں گی کیا یہ نیت نہیں ہوگا کہ آپ یہیں رہیں۔“

آذریخت نے جواب دیا: ”راشی کے لوگوں کی ساری توجہ اس طرف ہوگی اور وہ مجھ سے لباس میں پہچانتے کی کوشش نہیں کریں گے۔“

”لیکن آپ سفر کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ آپ کہاں جائیں گی؟“

”میں صرف اس محل سے باہر نکلنا چاہتی ہوں۔ اس کے بعد یہ سوچنا تھا کہ کام ہوگا کہ ہم کہاں جاسکتے ہیں۔“

”آپ نے مجھے سیاوش کو خبردار کرنے کے لئے کہا تھا۔ میرے لئے آپ کو ساتھ لے کر کئی کوس سفر کرنا ممکن نہیں ہوگا۔“

ملک نے کہا: ”مگر ہے کہ باہر کے حالات دیکھ کر تمہیں سیاوش کے پاس جانے میں کوئی فائدہ نظر نہ آئے اور تم میرے تحت اور تاج کی حفاظت کی بجائے صرف میری جان بچانے پر مطمئن ہو جاؤ۔ زندہ بخت! اب باتوں کا وقت نہیں۔ ہم فیصلہ بعد میں کریں گے کہ مجھے شہر کے اندر یا شہر کے دور کسی جگہ پناہ مل سکتی ہے۔ سرپرست ہمارے سامنے سبک دہم مسئلہ یہ ہے کہ ہم یہاں سے نکل جائیں تو کتنا

ہے غلام مجھے کندھوں پر اٹھا کر واپس لے آئیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں اُن کے پاؤں سے زخمی جاؤں
لیکن کچھ بھی ہو مجھے یہ اطمینان ضرور ہو گا کہ تم میرے ساتھ ہو۔"

لکھنے خواجہ سزا کو اشارہ کیا اللہ وہ ان کے آگے بولیا۔ نہ بخت یہ سوچ کر اُن کے ساتھ چل پڑا کہ
عمل سے باہر نکلے ہی اُن کے راستے ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے۔

وہ قین کشدہ کروں سے گزرنے کے بعد ایک متغزل دروازے کے سامنے ڈکے۔ خواجہ سزا نے
جلدی قفل کھولا اور چوتھے کمرے میں داخل ہوئے۔ اس کمرے کے کونے میں انہیں ایک زینہ دکھائی
دیا۔ وہ اس زینے سے نیچے اتر کر ایک زمین دزد کمرے میں داخل ہوئے۔ اوپر کے کمروں کی طرح یہ کمرہ
بھی کافی کشادہ تھا۔ تمام قالینوں اور سیول اور خوبصورت دیوان پر جمی ہوئی گرد سے بھرا ہوا تھا کہ یہ
ذات سے غیر آباد ہے۔ خواجہ سزا کے اشارے سے ایک نعیم نے دیوان کو دھکیل کر ایک طرف کڑیا۔
پھر اُس نے قالین اٹھایا تو نیچے لکڑی کا ایک تختہ دکھائی دیا۔

خواجہ سزا نے اپنی مشعل سے دیوار کے خلیچے میں ایک چراغ روشن کرتے ہوئے کہا: یہ تختہ
اکٹادہ!

نعیم نے تختہ اٹھایا تو انہیں ایک اندازہ نظر آنے لگا۔

لکھنے خواجہ سزا سے مخاطب ہو کر کہا: اب تمہیں اس سے آگے جانے کی ضرورت نہیں جب
ہم گزرتے ہیں تو تم فدا یہ راستہ بند کر کے واپس چلے جاؤ۔ لیکن عمل کے کسی پیر مدار کو یہ شبہ نہیں ہونا
پایہ کھینچ کر میں یہاں نہیں ہوں۔ فکر کرو کہ ایت کر دو کہ وہ اپنی زبانیں بند رکھیں۔

خواجہ سزا نے کہا: آپ ہماری طرف سے مطمئن رہیں۔ اس سرنگ کے اختتام پر آپ کو وہ ہے
کی ایک چوٹی نظر آئے گی اور اُسے گھمانے کے بعد قدیم ہتھکڑی کا دروازہ کھل جائے گا۔

نہ بخت نے حیران ہو کر کہا: قدیم ہتھکڑی! یہ تو شہر سے باہر ہے۔

لکھ بول: ہاں وہ شہر سے باہر ہے۔ اب تمہاری یہ پریشانی دُور ہو جائی چاہیے کہ اہل مدافعی
عمل سے نکلے ہی ہماری بوٹیاں نوح ڈالیں گے۔

"لیکن وہ تو کافی دُور ہے اور آپ؟"

"تم میری فکر نہ کرو۔ میں تمہاری رفاقت میں دُنیا کے آخری کونے تک سفر کر سکتی ہوں۔"

"چلو!"

مشعل بردار غلام اُن کے آگے ہوئے اور وہ چند سیڑھیاں نیچے اتر کر ایک سرنگ میں داخل
ہوئے جس کی دیواروں اور بخت سے پانی نیچے بس رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ٹھٹھٹھ پانی میں چل
رہے تھے۔ آندریخت نہ بخت کے ہندو کا سہارا بنے ہوئے تھی۔

نہ بخت نے کہا: یہ سرنگ کافی گہری ہے اور پانی ذلیلہ جتنا جا رہا ہے۔ آپ کو یقین ہے کہ ہم
قدیم ہتھکڑی سے ہمیں پہنچ جائیں گے؟

"مجھے یقین ہے اور میرے یقین کی وجہ صرف یہی نہیں کہ پودان دخت اسی راستے سے فرار
ہوئی تھی بلکہ میں بذاتِ خود اس سرنگ کا معائنہ کر چکی ہوں۔ یہ میری بدقسمتی تھی کہ میں اس پر توقف خواجہ سزا
کو انقلاب سے قبل اپنے ساتھ نہ ملا سکی۔ ورنہ پودان دخت کو بھانسنے کا موقع دیتا۔"

"شاہو پور کو اس راستے کا علم نہیں تھا؟"

"اُسے علم تھا لیکن وہ محل کے دوسرے حصے میں رہتا تھا۔ پودان دخت اُس کی نسبت زیادہ
ہوشیار تھی۔ وہ اس کمرے میں سو رہی تھی جہاں تم مجھے دیکھ چکے ہو۔ اس سے وہ پیر مداروں کی طرح بچاؤ
نہیں ہی بھاگ گئی تھی۔ ہم اُسے دودن محل کے اندر تلاش کرتے رہے۔ بالآخر خواجہ سزا کو گرفتار کیا گیا۔
تو اُس نے جان بخشی کا وعدہ لینے کے بعد مجھے اس سرنگ کا پتہ دیا۔"



وہ کچھ دیر خاموشی سے چپے رہے۔ بالآخر نہ بخت نے کہا: آپ اس راستے پر جا رہی ہیں جس
کے متعلق پودان دخت کو علم ہے۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ اس سرنگ کے کسی موڑ پر اس کے ساتھی چلا
آتا ہے کہ وہ یہاں؟

ایک نازیہ کے لئے ملکہ کا سارا وجود لرز اٹھا اور اُس نے دُوبتی ہوئی آواز میں کہا: نہ بخت ایسی

باتیں نہ کرو۔ پریان کے دل میں یہ خیال نہیں آسکتا کہ میں بھاگنے کی کوشش کروں گی۔ پھر سڑنگ کا آخری دروازہ صوف اندر سے کھولا جاسکتا ہے۔

”لیکن وہ دروازہ تو درگاہ بھی تو اندر آسکتے ہیں؟“

”نہیں میل ایک غلام وہاں موجود رہتا ہے اور وہ طبل بجا کر ہمیں خبردار کر سکتا ہے۔“

”لیکن اتنی دُور سے طبل کی آواز کیسے پہنچ سکتی ہے؟“

”یہ ابھی یہی خیال تھا کہ طبل کی آواز ہمارے کانوں تک نہیں پہنچ سکتی۔ لیکن یہ تجربہ کر چکی ہوں۔“

طبل کی آواز سے سڑنگ کے اندر ایک خوفناک گڑگڑاہٹ پیدا ہوتی ہے۔

”تو آپ کو اس بات کا خدشہ تھا کہ کسی دن آپ کو اچانک بھاگنے کی ضرورت پیش آئے گی؟“

”نہیں مجھے یہ خدشہ نہیں تھا تاہم تخت کے لئے اپنی جان کی باندی ٹھکانے کے بعد میں نے ہر ممکن احتیاط سے کام لیتے کی ضرورت محسوس کی تھی۔ میں نے قدیم آتشکدے کے پتھر لیں اور موبد کو بھی وہاں سے تبدیل کر دیا ہے۔ تمہیں پریان دخت کے متعلق پریشان نہیں ہونا چاہئے مگر وہ مائن میں داخل ہو چکی ہے تو وہ اس وقت ہمایوں کے ساتھ ہوگی۔“

وہ کچھ دیر اور خاموشی سے چپے رہے۔ سڑنگ کے اندر پانی بتدیہ حکم بھرا تھا لیکن نقابت اور تھکاوٹ کے باعث آند میردخت کی ٹانگیں لڑکھڑکی رہی تھیں۔ وہ تین مرتبہ دم لینے کے لئے ٹکی۔ اور بالآخر وہ بڑی طرح نڈھال ہو چکی تھی۔ تنگ سڑنگ اچانک کشادہ ہو گئی۔ پھر انہیں ایک بھاری طبل اداس کے قریب ایک سیاہ فام غلام دکان دیا جو ایک چھوٹے سے چتر سے پریشان گہری غنید سورا تھا۔ چتر سے آگے یہ سڑنگ ایک زینے پر ختم ہو جاتی تھی۔

مگر نے پاؤں کی ٹھوک سے غلام کو جگایا۔ وہ بڑبڑا کر اٹھا اور بدحواسی کی حالت میں حکم اور اس کے ساتھی کی طرف دیکھنے لگا۔

مگر نے کہا: چلو اور دروازہ کھولو، ہم باہر جا رہے ہیں۔

وہ زینے پر چڑھنے لگے اور پندہ میں بیڑیاں ملے کرنے کے بعد ایک دیوار کے سامنے

ٹکی گئے جہاں ایک لوہے کی چرخ دیو کھلا دے رہی تھی۔ قوی میل غلام آگے بڑھ کر چرخي ٹھکانے لگا۔ دیوار کے نیچے جتنے میں کھڑکھڑاہٹ پیدا ہوئی اور اس کے ساتھ ہی ایک بھاری میل آہستہ آہستہ اوپر اٹھنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد دیوار میں ایک قابل گزردار ستہ پیدا ہو چکا تھا۔ مگر کے اشارے سے وہ سارے غلام نے مشعل بھا کر چمچ لکھ دی۔ پھر وہ یکے بعد دیگرے ایک گول کوسے میں داخل ہوئے جس کے درمیان آگ جل رہی تھی اور تھوڑی جلدی مل آہستہ آہستہ نیچے کھسکتی ہوئی اپنی جگہ پر آگئی۔

ایک بجلی مقدس آگ کے گرد چاندی کے جھنگے سے باہر بیٹھا ہوا تھا۔ مگر اداس کے ساتھی اس کے قریب سے گزرتے تھے۔ لیکن اس کے انتہاک کا یہ عالم تھا کہ اس نے مڑ کر دیکھنے کی بھی ضرورت محسوس نہ کی۔ وہ کشادہ دروازہ سے باہر نکل کر ایک گول برآمدے میں داخل ہوئے وہاں کوئی نقابا۔ مگر نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا: اب دیا کا اندھ کر داند کوئی کشتی کا ش کرنے کی کوشش کرو۔

درخت اپنے دل میں ایک ارادہ کر چکا تھا اور اس ارادہ کو عمل جامہ پہنانے کے لئے اُس وقت ایک بہانے کی ضرورت تھی۔ اُس نے کہا: آپ آہستہ آہستہ دیا کی طرف چلیں میں اتنی دیر میں کوئی کشتی تلاش کر لوں گا۔

”نہیں نہیں؟“ مگر نے اس کے ساتھ چٹھن کی کوشش کرتے ہوئے کہا: دیا زیادہ دُور نہیں ہم ابھی وہاں پہنچ جائیں گے۔

درخت اُسے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس بعد سے آگے ہمارے راستے ہمیشہ کے لئے جدا ہو جائیں گے۔ میں تم سے فریبرز اور نیلوفر کے قتل کا انتقام نہیں لے سکتا۔ لیکن تمہارا ساتھ دینا ایک جرم ہے میری وفاداری ایمان کے ساتھ ہے اور تم پر ان کی دشمنی۔ میں اپنی بہن کے سر کے ایک ایک بال پر تم جیسی ہزاروں ٹوکوں کو قربان کر سکتا ہوں۔ لیکن اس کی قوت فیصلہ جواب دے چکی تھی اُسے اپنی حماقت اور بے بسی پر رحم کر رہا تھا۔

آند میردخت نے کہا: چلو! درخت تم کیا سوچ رہے ہو؟

وہ کچھ کہے بغیر اس کے ساتھ چل دیا۔ وہ براہ سے آگے ایک کنارہ چلیٹ قائم سے گزر کر
دیسح من کی طرف اترنے لگے۔ پھر جب وہ باہر کے دروازے سے کوئی میں قدم ڈالتے تو انہیں بند
دیوار کے ساتھ درختوں کی طرف آہٹ محسوس ہوئی اور وہ ٹھٹھک کر رہ گئے۔

گھنے درختوں سے آواز سنائی دی۔ "ٹھہرو! تم ہمارے تیلوں کی زردیں ہو اور تمہارے سے
جلانے کے تمام راستے مسدود ہو چکے ہیں۔ اور اُس کے ساتھ ہی آٹھ آدمی درختوں کی اوٹ سے
نکل کر اُن کے سامنے آ گئے۔

آذر میدخت مرا سب کی حالت میں اندخت کا بازو چھو کر دو قدم پیچھے ہٹ گئی اور چلائی۔
"ندخت مجھے بچاؤ! مجھے بچاؤ!"

عقب سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ "اب تمہیں کوئی نہیں بچا سکتا۔"
پوران دخت "اُس نے دہشت زدہ ہو کر کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ بیہوش ہو کر گر پڑی۔
ندخت بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ اس کے سامنے آٹھ آدمی اپنی کمائیں سیدھی کئے ہوئے تھے اور تین
آدمی دائیں اور تین بائیں طرف سے نکلی تواریں اٹھائے آگے بڑھ رہے تھے۔
اُس نے مرکز کی پیچھے دیکھا تو سلسلے آدمیوں کا ایک لودگر وہ پوران دخت کے ساتھ جوڑے پر
کھڑا تھا۔

"ٹھہرو! اُس نے دونوں ہاتھ بند کرتے ہوئے کہا۔ میں ملکہ کا ساتھی نہیں ہوں۔ یہ لوگ ندخت
ہے لیکن اگر تم مجھے گرفتار کرنا چاہتے ہو میں مزاحمت نہیں کروں گا اور یہ غلام بھی مزاحمت نہیں کریں گے۔
پھر اُس نے اپنی تلوار اُتار کر پھینک دی۔

پوران دخت میرے پیروں سے اتر کر آگے بڑھی اور اُس نے کہا: تم فرخ زاد کے محافظ تھے؟
"ہاں اور مجھے آذر میدخت نے قید کر لیا تھا۔"

"تم مجھے دھوکا نہیں دے سکتے۔ میں تمہاری باتیں سن چکی ہوں۔"

"میں بھی کہتا ہوں۔ میں جگان چاہتا تھا لیکن میرے سامنے علی چار دیواری سے بچنے کی نو۔"

کوئی صورت نہ تھی۔ آپ ان غلاموں سے پوچھ سکتی ہیں کہ میں مل کے زمین و آسمان میں پڑا ہوا تھا۔
"تمہارے پیچ اور جھوٹ کا فیصلہ صرف فرخ زاد کا کیا کر سکتا ہے۔ پوران دخت یہ کہہ کر سلسلے آدمیوں
کی طرف توجہ دہائی۔ انہیں گرفتار کر لو۔"

ندخت چلا آیا۔ شہزادی! میں بے گناہ ہوں! اگر آپ مجھے معافی پیش کرنے کا موقع دیں تو
میں آپ کو مطمئن کر سکتا ہوں۔ فرخ زاد کے عوامانی مہمان اس بات کی گواہی دیں گے کہ ہمیں اس
رات کوئی نشانہ آذر میر بلادی گئی تھی۔ اس کے بعد میں سر میں چوٹ کھا کر بے ہوش ہو گیا تھا۔ آپ حیر
سر میں زخم کا نشان دیکھ سکتی ہیں۔"

پوران دخت نے جواب دیا: وہ خروسانی رستم کے پاس پہنچ چکے ہیں اور انہیں اس بات کا یقین
ہے کہ تم انہیں بیہوش اور فرخ زاد کو قتل کرنے کی سازش میں شریک تھے اور یہیں اس سے زیادہ
اور کسی ثبوت کی ضرورت نہیں کہ گرفتاری کے وقت تم آذر میدخت کے ساتھ ہو۔

"لیکن میں قید میں تھا۔ مجھے عمل میں لانے سے قبل دانش سے چند کوس دور رکھا گیا تھا اور مجھے
یہ بھی معلوم نہیں کہ میری بہن کہاں ہے؟ میں اُسے تلاش کرنے کے لئے قید سے آزاد ہونا چاہتا تھا۔
اب آج جب آذر میدخت نے مجھے اپنے ساتھ فرار ہونے کے لئے کہا تو میں صرف اس امید پر اس کا
ساتھ دینے پر آمادہ ہو گیا تھا کہ عمل سے باہر نکلے ہی میرا راستہ جدا ہو جائے گا۔"

پوران دخت نے حکمت آمیز لہجے میں کہا: تم فرخ زاد خروبرزادہ شاہ پور سے غداری کر چکے
ہو اور اب اس بے بس عدوت کے ساتھ بھی غداری کر رہے ہو جس نے تمہیں اپنا آخری سہارا بنا لیا تھا۔
یہ تمہاری بد قسمتی تھی کہ آذر میدخت کے تسلی سے غلامات دوست ثابت ہوئے ہیں اور میں نے بروقت
اس کے لئے فرار کا آخری راستہ بند کر دیا تھا۔

"میں مقدس آگ کے سامنے کھڑا ہو کر قسم کھانے کے لئے تیار ہوں کہ میں بے قصور ہوں۔ خروبرزادہ
میرے حسن تھا اور اُس کا دلدادہ بھی یہ گواہی دے گا کہ میں اُس کا جانا نہ لیا تھا۔ آپ نے اسے اغویاں سے
بلا کر پوچھ سکتی ہیں۔"

”جگہ کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ تم مسلح تھے اور میں یہ جاننے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ صرف ان غلاموں کے خوف سے آذرمیدخت کا ساتھ نہیں چھوڑ سکے۔“

زنجبخت نے کہا: ”میں اس ملک سے نفرت کر سکتا تھا جس کے ہاتھ میرے بہترین دوستوں کے خون میں رنگے ہوئے تھے لیکن اس بے بس صورت کو جو اس وقت آپ کے سامنے بیہوش پڑی ہوئی ہے میں نفرت کے قابل نہیں سمجھتا۔“

”تم اُسے قابلِ نفرت نہیں سمجھتے لیکن میں یہ جانتی ہوں کہ اگر میں اُس رات گرفتار ہو جاتی تو یہ میرے ساتھ کیا سلوک کرتی۔“ پوران دخت یہ کہہ کر سپاہیوں کی طرف متوجہ ہوئی۔ ”تم کیا دیکھ رہے ہو؟ انہیں بے جاؤ اور اگر کوئی بھاگنے کی کوشش کرے تو اُس کی گردن مار دو۔ آذرمیدخت کو اٹھا کر آشکورے کے اندر پہنچا دو۔ چار آدمی اس کی حفاظت کے لئے کافی ہیں۔ ہم محل پر قابض ہوتے ہی اُسے خفیہ راستے سے اندر لے جائیں گے۔“

سپاہیوں نے زنجبخت اور اس کے ساتھیوں کو ایک تنگ گھیرے میں لے لیا اور پوران دخت دروازے کی طرف چل پڑی۔ صحن سے باہر چند آدمی گھوڑوں کی باگیں تھامے کھڑے تھے۔ پوران دخت ایک گھوڑے پر سوار ہو گئی۔



طلوعِ صبح سے قبل پوران دخت شاہی محل پر قابض ہو چکی تھی اور آذرمیدخت اس زمین دوز قید خانے میں پڑی ہوئی تھی جہاں زنجبخت نے چند دن گزارے تھے۔ ایک دن بعد اذان میں خیر مشہور ہو چکی تھی کہ سیاہوش نے رستم کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد بھاگنے کی کوشش کی تھی لیکن اُس کی فرج نے اُسے گرفتار کر کے رستم کے حوالے کر دیا ہے۔ اگلے روز رستم فتح کے نثار سے بجا تا بڑا شہر میں داخل ہوا تو حرم اُس کے راستے میں پھول پھینکا کر رہے تھے۔ پوران دخت اندازن کے اکابر نے محل کے دروازے پر اُس کا خیر مقدم کیا۔ پھر ایک ساعت بعد شاہی ایوان میں پوران دخت کی تخت نشینی کی رسمات ادا ہو رہی تھیں اور ایوان سے باہر آذرمیدخت کے حامیوں کو گرفتار کیا جا رہا

تھا۔ غروبِ آفتاب سے قبل محل کے سامنے کھلے میدان میں سیاہوش، دلاور غلام کو توال کے علاوہ تیس اور آدمیوں کی کاشیں پھانسیوں پر لٹکی ہوئی تھیں۔ ان میں سے بائیس فرج کے وہ بڑے افسر تھے جنہوں نے آخر وقت تک سیاہوش کا ساتھ دیا تھا اور باقی وہ لوگ اور غلام تھے جو چند دن آذرمیدخت کے زیرِ سایہ شاہی محل کے تمام ملازموں پر حکومت کر چکے تھے۔ خواجہ سراؤں کے سردار نے یہ بیان دے کر اپنی جان بچال بھی کہ اُس نے آذرمیدخت کے فرار ہوتے ہی محل کے محافظوں اور سپہ سالاروں کو بھڑا کر دیا تھا اور ان محافظوں اور سپہ سالاروں نے یہ خبر سننے ہی ماروہ کو فیصل سے نیچے پھینک کر محل کے دروازے کھل دئے تھے۔ اس کے بعد وہ دن کے اندر اندر قریباً پانچ سو آدمی گرفتار کر کے قید خانے میں بھیجے جا چکے تھے۔ پوران دخت نے تخت پر بیٹھتے ہی رستم کو ملک کے سیاہ و سفید کا مالک بنادیا تھا۔ دو سلطنت کا وزیرِ اعظم بھی تھا اور سپہ سالار بھی اور دربار میں اُس کی سنہری کرسی ملک کے ساتھ رکھی جاتی تھی۔ اُس نے قیدیوں کے خلاف مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لئے خاص عدالتیں قائم کر دی تھیں۔ تاہم سراؤں کو تخفیف یا زیادتی کا آخری اختیار اپنے پاس رکھا تھا۔ ذاتی طور پر وہ صرف بااثر امرا و بایان مجرموں کے منہدات کا فیصلہ کرتا تھا جو اُس کے باپ کے قتل میں لوث تھے۔ صرف آذرمیدخت کا مقدر ایسا تھا جس کا فیصلہ کرنا اُس کے دائرہ اختیار سے باہر تھا۔ وہ شاہی خاندان سے تعلق رکھتی تھی اور چند دن کرسی کے تخت پر بیٹھ چکی تھی۔ اس لئے اُس کی منزل کا فیصلہ صرف نئی ملکہ پوران دخت ہی کر سکتی تھی۔

پوران دخت کی تاج پوشی سے تین دن بعد آذرمیدخت اُس کے دربار میں کھڑی تھی اور وہ اس سے پوچھ رہی تھی: ”آذرمیدخت! ہم اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتی ہو؟“

اُس نے اطمینان سے گردن اٹھائی اور نفی میں سر ہل دیا۔

”تم اپنے جواہر کا اعتراف کرتی ہو؟“

آذرمیدخت نے کوئی جواب نہ دیا۔

”کیا یہ درست ہے کہ تم نے ایران کے تخت برقصہ کرنے کے لئے سازش کی تھی اور فرخ کدو

فرخ زاد شاہ پر قتل کرنے کے لئے سیاوش کی خدات حاصل کی تھیں؟

آذرمیدخت کچھ دیر خاموشی سے پوران دخت کی طرف دیکھتی رہی، پھر اس کی نگاہیں اس کی شکل اور خوش وضع نوجوان کے چہرے پر مرکوز ہو کر رہ گئیں جو کہ کے دائیں طرف ایک کرسی پر رونق افروز تھا۔ اُس نے کہا: اگر ایران کی حکومت کی خواہش ایک مجرم ہے تو میرے ساتھ تم بھی اس جرم میں شریک ہو۔ میں یہ تسلیم کرتی ہوں کہ میں بازی مار چکی ہوں، لیکن کاش ایران کے تخت کی زبان ہوتی اور یہ اس کمال کا جواب دے سکتا کہ وہ کسے اپنی زینت کے قابل سمجھتا ہے اور وہ کون ہے جس کا بوجھ اٹھاتے ہوئے اُسے شرم اور ندامت محسوس ہوتی ہے؟

دوبارہ میں سناٹا چھا گیا اور پوران دخت نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا: تم قاتل ہو اور تمہارے ساتھی تمہارے خلاف گواہی دے چکے ہیں۔ میں تمہاری سزا کا حکم سنانے کے لئے کسی بحث میں الجھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتی۔ میں نے تمہیں اس لئے یہاں بٹھایا ہے کہ شاید تمہارے بیان سے کسی بیگناہ کی جان بچ جائے۔ کیا یہ درست ہے کہ فرخ زاد کو قتل کرنے سے قبل تم نے اسی نوجوان کو اپنے ہاتھ سے ہٹا دیا تھا جسے فرخ زاد کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی تھی؟ میں مذمت کے متعلق پوچھ رہی ہوں۔

”مذمت؟“ آذرمیدخت نے پُر امید ہو کر سوال کیا۔ کیا وہ زندہ ہے؟

”اس کی زندگی یا موت کا انحصار تمہارے بیان پر ہے۔ کیا یہ درست ہے کہ جب فرخ زاد کو قتل کیا گیا تھا تو وہ مردہوش اور زخمی تھا؟“

”اگر تم وعدہ کرو کہ اُس کے ساتھ بے انصافی نہیں ہوگی تو میں اس سوال کا جواب دینے کے لئے تیار ہوں۔“

دستم نے کہا: ایران کی حکومت کو ایک مجرم کے ساتھ کوئی وعدہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر وہ تمہاری سازش میں شریک نہیں تھا تو بھی اُسے بدترین سزا دینے کے لئے یہ کافی ہے کہ اُس نے اپنے فرض میں کوتاہی کی تھی۔

آذرمیدخت نے پوران کی طرف دیکھا اور کہا: پوران دخت میں جانتی ہوں کہ تم کس قدر بے بس اور بے اختیار ہو۔ تاہم میں تمہارے سوال کا جواب دینے کے لئے تیار ہوں، جس طرح فرخ زاد بیہوشی کی حالت میں قتل ہوا تھا اسی طرح زرتشت بھی بیہوشی کی حالت میں زخمی اور گرفتار ہوا تھا۔ وہ دونوں ایک ہی شے کی شراب بنی چکے تھے۔

دستم نے اٹھ کر کہا: ملکہ عالم! اگر وہ میرے باپ کے قتل کی سازش میں شریک نہیں تھا تو بھی اس کے ساتھ زیادہ سے زیادہ یہ رعایت کی جاسکتی ہے کہ اسے پھانسی کی سزا نہ دی جائے لیکن اُسے اپنی غفلت اور کوتاہی کی سزا ضرور دینی چاہیے۔ اس کے متعلق ہمیں صرف اتنا سوچنا پڑے گا کہ اس کے لئے قید اور کون سا قید خانہ موزوں ہوگا لیکن اس وقت آپ کے سامنے ایک ایسا مجرم کھڑا ہے جس کے لئے کوئی سزا بڑی نہیں ہو سکتی۔

پوران دخت نے کہا: اسے لے جاؤ۔

آذرمیدخت بولی: مجھے معلوم ہے کہ تم میری موت کا فیصلہ کر چکی ہو۔

لیکن میں تمہاری زبان سے سننا چاہتی ہوں۔

”اسے لے جاؤ۔“ پوران دخت اپنے گھجھلا کر کہا۔

دوسپاہی آگے بڑھے لیکن آذران کے ہاتھ جھٹک کر چلائی۔ پوران میں جانتی ہوں کہ میں تمہیں دوبارہ نہیں دیکھوں گی لیکن میں موت سے نہیں ڈرتی۔ میں نہیں صرف ایک نصیحت کرنا چاہتی ہوں، بجائے پھیلنے کے چرواہے نہیں بنتے۔ تم ایران کا مستقبل ایک خطرناک آدمی کے ہاتھ میں دے رہی ہو۔ فرخ زاد کے بیٹے کو اپنی کرسی سے اٹھ کر تمہارے تخت پر بیٹھنے اور تمہیں اپنے تخت سے اتر کر تختہ دار پر چڑھنے میں دیر نہیں لگے گی۔

دستم نے کہا: میں اُنہ کو کھڑا ہو گیا لیکن پوران دخت کے ہاتھ کے اشارے نے اس کے ہونٹوں پر ہنر لگا دی۔

پوران دخت نے آذر سے مخاطب ہو کر کہا: تم زندہ رہو گی آذر! لیکن تم مجھے دوبارہ نہیں دیکھو۔

سکری رخ غروب آفتاب سے قبل تہاری دونوں آنکھیں نکال دی جائیں گی۔

آذریدشت کچھ در بنے جس و حرکت کھڑی رہی۔ پھر وہ چلائی: "نہیں نہیں پوران دخت! مجھے جلا وطن کر دو مجھے قتل کر دو۔ میں تختہ دار پر لٹنے کو تیار ہوں لیکن مجھ پر یہ ظلم نہ کرو۔" ایلان کے مستقبل کے سب سے بڑا خطرہ تہاری آنکھیں ہیں۔ پوران دخت یکہ کر اٹھی اور عقب کے دروازے کی طرف چل پڑی۔

"پیدان ٹھہرو! مجھ پر رحم کرو۔"

لیکن پوران دخت تہاری پردے کے پیچھے چھپ کر اپنے آنسو بچھ رہی تھی۔ رستم کے اشارے سے سپاہیوں نے آذریدشت کو بازوؤں سے پکڑ لیا۔ لیکن اُس نے کوئی مزاحمت نہ کی۔

باب ۲۲

شاہ پور کی موت کے بعد ایران میں جو حالات پیدا ہوئے تھے وہ شکر اسلام کی پیش قدمی کے لئے انتہائی سازگار تھے۔ چنانچہ ششی ابن حملو نے ملک کے لئے ایک وفد حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں روانہ کیا اور اس کے بعد مدائن کی طرف سفر شروع کر دی۔ ایرانیوں کے لئے ان کا یہ جملہ غیر متوقع تھا۔ ششی ابن حملو کو مدینہ سے کسی بڑے پیمانے پر ملک طغی کی امید نہ تھی۔ وہ آنا جانتے تھے کہ مدائن کے حالات جس قدر سازگار ہیں اسی قدر اُن کے اپنے حالات نامساعد گاہ ہیں۔ لیکن اُن کا فیصلہ اس اوال العزم انسان کا فیصلہ تھا جس نے اپنی سپاہیانہ زندگی میں انتہائی نامساعد حالات سے بہترین نتائج پیدا کئے تھے۔ انہیں یہ معلوم تھا کہ ایران میں اس گئی گزری حالت میں بھی لاکھوں سپاہی میدان میں لاسکتا ہے اور اس کے ساتھ فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لئے جن وسائل کی ضرورت ہے ان عشر عشر بھی ان کے پاس نہیں لیکن وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ایران کے مغربی علاقوں پر قابض ہونے کے لئے دشمن کو ہر وقت یہ احساس دلانے کی ضرورت ہے۔ کہ حالات کی تبدیلی کے باوجود مسلمانوں کے عزم و بہمت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ انہوں نے بحرین کے منہی بھر رضا کاہوں کے ساتھ جس جگہ کی ابتدا کی تھی اس کا پہلا اصول یہی تھا کہ دشمن کو حملہ کا موقع دینے کی بجائے مداخلت پر مجبور کر دیا جائے۔

چنانچہ ایک طوفانی صبح کے چند دن بعد مدائن کے راستے واپس ہوتے وقت انہیں حبیہ اس بات کا انوس تھا کہ وہ فوج کی تبت کے باعث ایک منزل اور آگے نہیں جاسکے اسی قدر

اس بات کا اطمینان تھا کہ اب اہل فارس کو کچھ عرصہ کے لئے حیرہ پر مدد بارہ قبضہ کرنے کی بجائے اپنے دارالسلطنت کو بچانے کی فکر ہوگی۔

حیرہ واپس آنے کے بعد مثنیٰ بن حارثہ مدینہ سے ملک کا انتظام کر رہے تھے انہوں نے اپنی درخواست میں یہ بھی لکھا تھا کہ مجھے ان مرتد قبائل کو فوج میں بھرتی کرنے کی اجازت دی جائے۔ جو مسلمانوں سے جنگ لڑنے کے بعد تائب ہو چکے ہیں۔ لیکن ابھی صدیق اکبر کا جواب نہیں آیا تھا کہ ملائن میں ایک اور انقلاب آگیا اور انہیں یہ اطلاع ملی کہ ایران کی نئی ملکہ نے ملک کے سیاسی اور فوجی معاملات کی باگ ڈور ایک ایسے فوجوان کے ہاتھ میں سونپ دی ہے جو عوام اور خاص میں یکساں مقبول ہے۔ پھر رستم کی کادگزار کی متعلق چند اور اطلاعات موصول ہوئیں۔ اور مثنیٰ بن حارثہ کی بے چینی میں اضافہ ہونے لگا۔

”ابوقت ہمارے خلاف جارہا ہے“ انہوں نے ایک شام اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اگلی صبح وہ صدیق اکبر کے ساتھ بالمشافہ گفتگو کرنے کے لئے مدینہ کا رخ کر رہے تھے۔



بحرین کا الامام العزم مجاہد اس خفیہ ولاغیر انسان کے ساتھ ہمکلام تھا جس کی نگاہوں میں عزم و یقین اور خلوص کے مسند و جرن تھے اور جس کے ضمیر کی روشنی نے قافلہ حجاز کو عجم کی وسعتوں میں نئے راستے اور نئی منازل دکھائی تھیں۔

مثنیٰ بن حارثہ اس وقت مدینہ پہنچے تھے جب کہ صدیق اکبر اپنا سفر حیات ختم کرنے والے تھے اور اپنے بعد عمر فاروق کو خلیفہ مقرر کر چکے تھے۔ ان حالات میں حضرت مثنیٰ کو یہ یقین نہ تھی کہ وہ حضرت ابو بکر صدیق سے کوئی بات کر سکیں گے یا مدینہ میں ان کی آمد کو کوئی اہمیت دی جائے گی۔ راستے میں انہوں نے جن لوگوں سے گفتگو مثنیٰ تھی وہ صرف خلیفہ اول کی بیاری اُن کے جانشین کی شخصیت اور شلم کی عظیم فتوحات کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کر رہے تھے۔ چنانچہ ابو بکر صدیق کے گھر کے دروازے میں قدم رکھتے ہوئے مثنیٰ بن حارثہ کے دل میں

انہیں دیکھ لینے کے سوا اور کوئی خواہش نہ تھی۔ لیکن صدیق اکبر ان کی طرف دیکھتے ہی اٹھ کر بیٹھ گئے اور مثنیٰ کو اچانک یہ محسوس ہونے لگا کہ اُس کے دل کی کوئی بات اُن سے پوشیدہ نہیں۔ انہوں نے مثنیٰ کے ساتھ مصافحہ کرنے کے بعد اُسے اپنے پاس بٹھالیا اور پھر اطمینان سے بیٹھے پر سر رکھتے ہوئے فرمایا ”تمہیں میری علامات سے پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ میں تمہاری باتیں سننا چاہتا ہوں۔“

مثنیٰ نے جھجکے ہوئے گفتگو شروع کی اور انتہائی اختصار کے ساتھ ایران کے حالات بیان کرنے کی کوشش کی۔ لیکن حضرت ابو بکر کے سوالات نے اس کی حوصلہ افزائی کی اور وہ پوری تفصیل کے ساتھ ایران کی صورت حال پر تبصرہ کرنے لگے۔ پھر جب انہوں نے ایران کے عہد کا پرانہ نقشہ پیش کر دیا تو خلیفہ اپنے تیار داروں کی طرف متوجہ ہوئے۔ ”عمر بن الخطاب کو بلاؤ“ فرمادیں۔ دیر بعد حضرت عمرؓ اسلام کے عظیم رہنما کی آخری نصیحت سن رہے تھے اور وہ یہ بھی کما کر آج شام سے پہلے میرا سفر حیات ختم ہو جائے تو تمہیں کل تک مثنیٰ کو روانہ کر دینا چاہیئے۔ اور پھر صدیق اکبر کی نگاہوں کے سامنے موت نے اپنے ہاتھ تان دیئے اور اس مرد حق اگاہ کے دل کی دھڑکنیں خاموش ہو گئیں جس کی خلافت کے سائیں ہمینوں کا ایک ایک دن اور ایک ایک لمحہ انسانیت کے عروج کی ان گنت داستانوں سے لبریز تھا۔ امیر المومنین عمرؓ کی خطابت کے سامنے اولین مسئلہ اپنے پیش رو کی آخری خواہش پورا کرنا تھا۔ چنانچہ انہوں نے مسجد نبوی کے صحن میں پرچم نصب کر دیا اور مجاہدین کو دایاں جمع ہونے کی دعوت دی۔ لیکن مدینہ کے بیشتر مجاہد شام کے محاذ پر جا چکے تھے اور جو لوگ مسجد میں جمع ہوئے تھے ان کی زیادہ تعداد ان محترم صحابیوں پر ختم تھی جن کا مدینہ میں رہنا ضروری خیال کیا جاتا تھا۔ اہل مدینہ نے امیر المومنین کو یہ شورہ دینے کی کوشش کی کہ ہمیں ایک نیا محاذ کھولنے سے پہلے پورا شلم فتح کر لینا چاہیئے۔ جب ہماری افواج اس محاذ سے فارغ ہو جائیں گی تو انہیں ایران کا رخ کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔ لیکن عمر فاروق کو اپنے حیل اٹھانے چاہیئے کہ حکم کی تعمیل میں معمولی تاخیر بھی گوارا نہ تھی۔ مثنیٰ کا وہ نقشہ اُن کی نگاہوں کے سامنے تھا۔

جس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصل پہنچا تھا اور اہل مدینہ کو ہرآن دشمنان دین کی بیخار کا
خوف تھا۔ لیکن غلیفہ اہل نے تمام خطرات سے بے پروا ہو کر مسلمانوں کا لشکر شام کی طرف روانہ کر دیا
تھا اور اس اقدام کے جواز میں ان کی پہلی اور آخری دلیل یہ تھی کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم
ہے اور کوئی بڑے سے بڑا مخلوق مجھے اس حکم کی تعمیل سے نہیں روک سکتا۔ چنانچہ اب وہ بھی اسی
عزم و یقین کے ساتھ اہل مدینہ کو جہاد کی دعوت دے رہے تھے جس کا مظاہرہ خلیفہ اول نے تنہائی
مخلوش حالات میں کیا تھا اور عراق کے مجاہدوں کو کمک بھیجنے کے حق میں ان کی سب سے بڑی دلیل
یہی تھی کہ یہ صدیق اکبر کی آخری خواہش ہے۔

امیر المومنین نے اپنی تقریر ختم کرنے کے بعد شعی بن حارثہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: "مثنیٰ! تم کچھ
کہنا چاہتے ہو؟"

مثنیٰ بن حارثہ اُٹھے۔ انہوں نے حاضری پر نگاہ دوڑائی اور پھر مسجد نبوی میں اس نقیب کی
آواز کو گونجنے لگی جو کاندھان ملت کو مدائن کا راستہ دکھانے کے لئے آیا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے: "میں
اسلام کا ایک انڈی خادم ہوں اور یہاں آقاؐ کے دو جہاں کے وہ نامور صحابی موجود ہیں جو بدر و خنین کے
معرکوں میں حق سے چمکے ہیں۔ میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ مجھے ان بزرگوں کے سامنے جہاد کی
اہمیت بیان کرنے کی ضرورت ہے۔ میں صرف ایران کے تازہ حالات بیان کرنے پر اکتفا کروں گا۔
اور اس بات کا فیصلہ ان بزرگوں پر چھوڑوں گا کہ ہمارے لئے فوری پیش قدمی زیادہ سودمند ہے یا
کچھ عرصہ انتظار کرنا زیادہ مناسب ہے۔ پھر اگر آپ میرا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جائیں تو یہ میری
خوش قسمتی ہوگی۔ بصورت دیگر میں تنہا یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا اور اپنی ہمت اور وسائل کے
مطابق اپنا فرض پورا کرنا ہوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کو ایران کی مہم کی اہمیت محسوس کرنے
میں دیر نہیں لگے گی۔"

مثنیٰ یہاں تک کہ کڑک گئے۔ پھر انہوں نے ایران کی مایہ جتوں اور تازہ حالات پر
تبصہ شروع کر دیا۔ وہ ان لوگوں سے جملہ کام تھے جو فوجی خطابت سے باہر تھے اور جو عام گفتگو

دوران بھی فصاحت اور بلاغت کے دریا بہا دیا کرتے تھے۔ اس جبری انسان کی نگاہیں جبر کی ہمت
سے عجم کے بکھلاؤ لڑا اٹھتے تھے۔ اصحاب رسول کی عظمت کے احساس سے جھکی جاتی تھیں۔ کچھ فیر
حضرت مثنیٰ کی زبان پر چھپکا ہٹ غالب ہی۔ پھر آہستہ آہستہ ان کی آواز بلند ہونے لگی اور مابین
کو ایسا محسوس ہونے لگا کہ ایک پُر سکون ندی اچانک اپنے کناروں سے باہر نکل کر دیا بن گئی ہے
اور دیا میں ایک مسند پر کاظم پیدا ہو رہا ہے۔ مثنیٰ بن حارثہ اس ملک کا نقشہ کھینچ رہے تھے،
جس کے میدان صحرا پہاڑ اور دریا انہیں اپنے ہاتھ کی کیروں کی طرح یاد تھے۔ وہ ان بنادوں
اور مملاتی سانہ شوں کا ذکر کر رہے تھے جن کے باعث ان کی سلطنت اند سے کھوکھل ہو چکی تھی
اور پھر وہ مستقبل کے ان خطرات کی نشاندہی کر رہے تھے جو ایران کی جنگ کو فتویٰ کرنے اور مدائن
کی نئی حکومت کو مستحکم ہونے کا موقع دینے کی صحت میں پیش آ سکتے تھے۔

حضرات! انہوں نے اختتام پر کہا: مجھے معلوم نہیں کہ آپ مجھے کتنے رضا کار فرما کر سکتے
ہیں لیکن آپ کو یقین دلاؤں کہ میں نے جس جنگ کی ابتدا کی ہے وہ جاری رہے گی۔ اور مدائن کے
رستے میں وہ مجاہد آپ کا انتظار کریں گے جنہوں نے پہلے ہی حملے میں ایرانی سلطنت کی بنیادیں
ہو دیں تھیں۔ میں دشمن کو موقع نہیں دوں گا کہ وہ دافعہز جگہ کے سوا کچھ اور سوچ سکے۔ میں آپ
کو بتانے آیا تھا کہ اہم کے برسرِ قدم آجیلے کے بعد ایران کی حالت بڑی تیزی سے تبدیل ہو
رہی ہے۔ ملک کی تمام فعال قوتیں اس کے گرد جمع ہو رہی ہیں۔ قبائل کے سرداروں و مرزبانوں اور
بحری کاہنوں کو اپنے ساتھ لانے کے بعد اسے لشکر کو منظم کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔ اور جب
ایران کا لشکر منظم ہو جائے گا تو وہ مجاہد جو عراق میں اسلام کا پرچم تھامے ہوئے ہیں اس کا پہلا
ہدف ہوں گے۔ ان حالات میں یہ ممکن ہے کہ چند او یا چند سال بعد جو قافلہ یہاں سے روانہ
ہوئے وہاں اور فزات کی دلدلیوں میں آپ کا انتظار کر لے والوں کی بجائے صرف ان کی قبریں یہ
بتا سکیں کہ یہ راستہ مدائن کی طرف جاتا ہے۔"

مثنیٰ کی تقریر کے خاتمہ پر حلف کے زینس ایران میں مسعود ثقفی اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور

انہوں نے کہا: امیر المومنین! میں اپنے آپ کو جہاد کے لئے پیش کرتا ہوں اور میرے قبیلے کا ہر آدمی میرا ساتھ دے گا۔

پھر چاروں طرف سے مشن بن حارث کی تائید و حمایت میں آوازیں اٹھنے لگیں اور سینکڑوں رضاکاران کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس کے بعد لشکر کی قیادت کا مسئلہ پیش ہوا۔ امیر المومنین کی خواہش تھی کہ یہ ذمہ داری انصارِ ماہاجرین میں سے کسی مقتصد صحابی کو سونپی جائے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے فرمایا: ابو عبیدہ جہاد کی دھوت پر بیک کہنے میں سبقت کر چکا ہے۔ اس لئے میں لشکر کی قیادت بھی اسی کو سونپتا ہوں۔

امیر المومنین کے اس اعلان کے بعد حاضرین کی نگاہیں مشن بن حارث پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ شاید ابو عبیدہ کے تقرر کو اپنی حق تلفی خیال کریں گے لیکن ان کے چہرے پر ذرا ساطال نہ تھا۔ وہ مسکرا رہے تھے اور ان کی مسکراہٹ اس مرد حق الگاہ کی ذہنی آسودگی کی آئینہ دار تھی جو اپنے مقصد قیادت کو اپنی ذات سے بلند سمجھتا تھا۔

حضرت عمرؓ نے کہا: مشن! اب ہمیں یہاں رکنے کی ضرورت نہیں۔ تم آج ہی روانہ ہو جاؤ۔ ابو عبیدہ بہت جلد تم سے آئے گا۔

ایک ساعت بعد مشن بن حارث مدینہ سے حیرہ کا رخ کر رہے تھے اور غروب آفتاب سے قبل امیر المومنین کی طرف سے قبائل کے سرداروں کے نام یہ فریاد جاری ہو چکا تھا کہ جو لوگ ارتداد سے تائب ہو کر جہاد میں حصہ لیتا چاہتے ہیں انہیں سابقہ پابندیوں سے آزاد کر دیا گیا ہے۔ مشن حیرہ پہنچے تو انہیں یہ اطلاع ملی کہ ایران کا ایک لشکر نرسی کی قیادت میں دجلہ اور فرات کے درمیان کسکر کے قریب پہنچ چکا ہے اور دوسرا جابان کی گمان میں فرات کے ساتھ ساتھ حیرہ کا رخ کر رہا ہے۔ وہ ابو عبیدہ کی آمد تک اپنا عقبہ محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے حیرہ سے کوچ کیا اور صحرا کی جانب تختان کے مقام پر پڑاؤ ڈال کر ابو عبیدہ کا انتظار کرنے لگے۔

ابو عبیدہ جلد ہزار بجاہدوں کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے لیکن راستے کی منازل میں قبائلِ ضالہ

ان کا ساتھ دینے کے لئے موجود تھے۔ چنانچہ جب یہ لشکر تختان پہنچا تو اس کی تعداد دس ہزار تک پہنچ چکی تھی۔

اہل مدائن اس بات پر خوشیاں منا رہے تھے کہ مسلمان حیرہ خالی کر کے صحرا کی طرف ہٹ گئے ہیں۔ اور انہیں یقین تھا کہ جابان اور نرسی کی افواج حیرہ کی حدود سے ان کے مکمل انخلا تک اپنی پیش قدمی جاری رکھیں گی۔



نورجخت مدائن کے قید خانے میں پڑا ہوا تھا۔ ایک ناقابلِ برداشت کرب و اضطراب نے اس کے ذہنی اور جسمانی قویٰ منہض کر دیے تھے۔ اُس نے قید کے ابتدائی ایام ایک تنگ و تاریک کونٹری میں گزارے تھے۔ اب اُسے نسبتاً کشادہ کمرے میں منتقل کر دیا گیا تھا جہاں دریا کی سمت کھلنے والے تنگ دروازے کی آہنی سلاخیں تمام کر دی تھیں۔ وہاں اس نے سانس لے سکتا تھا۔ اس کمرے میں منتقل ہونے کے بعد اُس کے خورد و نوش کا انتظام بھی عام قیدیوں سے بہتر تھا۔

اب تک اُس نے کسی پیر و پار سے باہر کے حالات معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ حکومتِ ادویہ بس کے احساس کی شدت نے اُس کی ہڈیوں پر مہر لگا رکھی تھی۔ اُسے رات کے وقت خشکے میں منتقل کیا گیا تھا۔ اور آواز ہوا کے ہلے ہلکے جھونکے محسوس کرنے کے بعد اس نے دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر پہلی بار ساروں کی مسکراہٹیں دیکھی تھیں۔ اُس رات اُسے دیر تک نیند نہ آئی۔

پھر جب وہ بیدار ہوا تو دیکھا کہ اُس کے سامنے کھڑے تھے۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ایک پہرہ دار نے اُس کے سامنے کھانے کا شستہ رکھتے ہوئے کہا: آج آپ بہت دیر سوئے ہیں۔

اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔ پہرہ دار پہلے غصہ دار انہوں نے بھاری دروازہ بند کر دیا۔ نورجخت کچھ دیر پر مختلف کھانوں سے بھرے ہوئے شستہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر اچانک اُس کا سارا وجود

کچکا اٹھا۔ اُسے معلوم تھا کہ اس قسم کی ملاقات صرف اپنی قیدیوں کو دی جاتی ہیں جن کی موت کا فیصلہ ہو چکا ہو۔ یہ میری آخری ضیافت ہے۔ اُس نے اپنے دل میں کہا اودا اُس کی نگاہوں کے سامنے موت کی تاریکیاں چھا گئیں۔ وہ لہذا ہڑا اٹھا۔ اُس نے دستپے کی ڈبھی ملائیں تمام میں۔ نہیں نہیں نہیں ہو سکتا۔ میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ میں اپنی مظلومیت بے بسی، ذلت اور سوائے کے باوجود زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ میں بے گناہ ہوں وہ مجھے قتل نہیں کر سکتے۔

پھر وہ دستپے سے ہٹ کر دروازے کے سامنے چلا رہا تھا۔ جب اس کی چمچیں سسکیوں میں تبدیل ہونے لگیں اور دروازہ توڑنے کی کوشش میں اُس کے ہاتھ ٹل ہو گئے تو باہر جاتے ہوئے پیریاہوں کی گنج پھل سنا دی۔ پھر کمرے کا دروازہ کھلا اور قید خانے کا دروازہ چار مسلح پیریاہوں کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔ کیا ہوا؟ داروغہ نے سوال کیا۔

زندہ بخت کے کرب انگریز بھی میں کہا۔ میں یہ جانتا چاہتا ہوں کہ میں کتنی دیر زندہ رہوں گا۔ ادم نے تختہ دار پر کھانے کے لئے کوئی جگہ منتخب کی ہے؟

داروغہ نے پیریاہوں کی طرف دیکھا اور کہا تم باہر نکل جاؤ اور دروازہ بند کر دو۔ انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ پھر وہ زندہ بخت کے مخاطب ہوا۔ جب تم ایک تاریک کوٹھری میں پڑے ہوئے تھے تو سب سے تمہارے میرا دروازے پر حیرت ہوئی تھی اور لب جب کہ تم تمہارے ساتھ ایک شاہی مہلن کا سا سلوک کر رہے ہیں تو تم ایک زخمی پنچے کی طرح جھج رہے ہو۔ تمہارے دل میں یہ خیال کیسے آیا کہ تمہیں پچانسی دی جا رہی ہے؟

زندہ بخت نے غصت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: کیا یہ میری آخری ضیافت نہیں؟ نہیں۔ اور اگر یہ سب داروں سے تمہارے ساتھ ملا کر ہے تو میں تمہارے سامنے اُن کی کھالیں اُترا دوں گا۔

زندہ بخت نے لڑتے ہوئے باتوں سے اُس کے بازو پکڑنے لگا۔ کہا: پیریاہوں نے

مجھے کوئی بات نہیں کی۔ لیکن اگر میری قسمت کا فیصلہ ہو چکا ہے تو میں مرنے کے لئے تیار ہوں۔ داروغہ نے کہا: میں تمہیں یہ بتا سکتا ہوں کہ تمہیں موت کی سزا نہیں دی جائے گی۔ اور آئندہ تمہارے ساتھ علم قیدیوں کا سا سلوک بھی نہیں کیا جائے۔ رستم کو بتیں ہو چکا ہے کہ تم اس کے باپ کے قتل کی سازش میں شریک نہیں تھے۔ شاہی محل کے ملازم اور خواجہ سر قلم کے متعلق آؤ یہ سخت کے بیان کی تصدیق کر چکے ہیں۔

زندہ بخت کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔ اُس نے پوچھا: آؤ یہ سخت نے میرے حق میں بیان دیا تھا؟

اُن

وہ زندہ ہے؟

اُن وہ زندہ ہے۔ لیکن اُس کی زندگی موت سے بدتر ہے۔ اُس کی آنکھیں نکلا دی گئی ہیں۔

وہ قید میں ہے؟ زندہ بخت نے گھٹی ہوئی آواز میں سوال کیا۔

نہیں۔ آنکھوں سے محروم ہونے کے بعد اُس کی داخلی حالت ایسی بدتر تھی کہ وہ اسے قید میں رکھنے کی ضرورت محسوس کرتے۔ لہذا وہ ان سخت نے اُسے اُس کے پرانے مکان میں منتقل کر دیا ہے اور میں نے سنا ہے کہ وہ تمہیں بھی رہا کرنا چاہتی تھی لیکن رستم تمہیں قید میں رکھنے پر مصر تھا۔ کل ہی صبح حکم کی طرف سے یہ حکم ملا تھا کہ قید خانے میں تمہارے آرام کا خیال رکھا جائے۔ لیکن یہ کھانا اہمیت سے کھا سکتے ہو۔ مجھے افسوس ہے میں رات کے وقت تمہارے پاس نہ آ سکا۔ آج اگر تم شور نہ مچاتے تو بھی دوپہر تک میں تمہارے پاس ضرور آتا۔

میں کب تک یہاں رہوں گا؟

مجھے معلوم نہیں۔ اب حکومت کی باگ ڈور رستم کے ہاتھ میں ہے۔ وہ تمہیں قتل کرنا چاہتا تھا لیکن پوران سخت کی مداخلت کے باعث تمہاری جان بچ گئی ہے۔ تاہم وہ یہ بھڑکنے لگے

ندجست نے پرچارہ نہیں معلوم ہے کہ میں قید میں ہوں۔

”نہیں میں نے اپنے اچھے کو صرف تہلہ ہی بہن کا سراغ لگانے کی ہدایت کی تھی اور اُسے تہلہ متعلق کچھ نہیں بتایا تھا۔ میں سہ اُسے ہدایت بھی کی تھی کہ وہ بذات خود سروس کے پاس جانے کی بجائے کسی اور ذریعے سے تہلہ ہی بہن کا پتہ کرے۔ چنانچہ اس نے اصغیان پہنچ کر ایک عورت کی خدمات حاصل کی تھیں۔ اگر اچھی تہلہ سے متعلق کوئی اطلاع دیتا تو یہ ممکن تھا کہ سروس سب سے پہلے اسی کے متعلق تحقیقات شروع کر دیا اور وہ یہ بتانے پر مجبور ہو جاتا کہ اُسے میں نے مدائن بھیجا ہے۔ پھر سروس کی طرف سے وہ اسی کے لیے تحقیقات کرنے کے لیے مصیبت کا باعث بن جاتی۔ لیکن تمہیں یائوس نہیں ہونا چاہیے جب مناسب وقت ملے گا تو انہیں تمہارے متعلق اطلاع بھیج دی جائے گی۔ شاید کچھ عرصہ تک وہ خود بھی مدائن پہنچ جائیں۔ مدائن میں مسلمانوں کے خلاف پیشقدمی کی تیاریاں ہو رہی ہیں اور درمجم حکم کے قلم روماس کے نام پر نزلن جاری کر چکا ہے کہ وہ اپنے لشکر تیار رکھیں مگر فرسٹ یہاں آگیا تو تمہارے حالات اس سے پوشیدہ نہیں رہیں گے۔“

ایک ماہ بعد جاپان اور ترکی کی قیادت میں ایران کی افواج کی پیشقدمی شروع ہو چکی تھی۔ قیغنے کے واروٹھے کا مہول تھا کہ اُسے جب کوئی نئی خبر ملتی تھی وہ سارے کام چھوڑ کر ندجست کے پاس پہنچ جاتا اور اُسے پیشقدمی کرنے والی افواج کی رفتار کا حال سننے کے بعد یہ سوال کرتا: ”بتاؤ اب بھی تمہارا یہی خیال ہے کہ مسلمان جوابی حملہ کریں گے؟“

اور ندجست جواب دیتا: ”ہاں! میل ہی خیال ہے۔“

ایک شام داورہ پانچا ہوا کرے میں داخل ہوا اور بولا: ”ندجست! تمہارا خیال غلط تھا۔ مسلمان متحلیہ نہیں کریں گے۔ وہ مجھ کے کنارے اپنے انگریز پڑاؤ کے سوا سارا عراق خالی کر چکے ہیں جاپان نے کسی دھمیت کا سامنا کئے بغیر دیا جو کر کے فائق میں ڈیرے ڈال دئے ہیں۔ نرمی کا شکر لکھ کر پہنچ چکا ہے اور تم چند دن کے اندر یہ خبر سونگے کہ یہ دونوں لشکر صحرا کی دستبرد میں پہنچ کر دشمن

کے ہمت خستہ دستوں کو بھیج کر رہے ہیں۔“

ندجست نے جواب دیا: ”اگر جاپان نے نرمی کے لشکر کا انتظار کئے بغیر دیا جو کر دیا ہے تو میں ایک المناک خبر سننے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔“

داورہ نے جگر کر کہا: ”تمہارا اب بھی یہی خیال ہے کہ مسلمان ہمارا مقابلہ کریں گے؟“
”اگر دشمنی ہی عارضہ زندہ ہے تو میں پورے دنوں کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ اب نہ کسی تاخیر کے بغیر جوابی حملہ کریں گے اور جاپان کے لئے یہ حملہ جس قدر غیر متوقع ہوگا اسی قدر شدید ہوگا۔ وہ ہماری دونوں فوجوں کو ایک محاذ پر جمع ہونے کا موقع نہیں دیں گے۔ تم اس بات پر خوش ہو کہ وہ عراق خالی کر چکے ہیں اور میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنی پوری قوت ایک منظم پر جمع کر لی ہے۔ جاپان اس خطرناک مقام کے قریب پہنچ چکا ہے۔“



ندجست کے یہ خدشات درست ثابت ہوئے۔ داورہ کے ساتھ اُس کی گھنگوہرے ایک ساعت نہیں گزری تھی کہ سرپٹ سڑھل کا ایک دستہ مدائن میں داخل ہوا۔ اور تھوڑی دیر بعد اس دستے کا سلاخہ دم کو خبر سارا تھا کہ ابو عبیدہ کا لشکر مدائن کو شکست دینے کے بعد کسک کی طرف بڑھ رہا ہے۔

درمجم کچھ دیر کے عالم میں کھڑا رہا۔ پھر اُس نے کہا: ”اگر جاپان بذات خود یہ خبر لے کر میرے پاس آتے تو میں اُس کی کھال کھینچا دیتا۔“

”جناب دشمن کا حملہ اس قدر غیر متوقع تھا کہ ہمیں سلیطنے کا موقع ہی نہ ملا۔ ہمیں صرف چند گھنٹے قبل یہ اطلاع ملی تھی کہ دشمن نے غروب آفتاب کے بعد خفان کا پڑاؤ خالی کر دیا ہے اور ان کا رخ صحرا کی طرف ہے۔ سپہ سالار کو یقین ہو چکا تھا کہ وہ عراق میں پسپا ہو رہے ہیں لیکن یہ اُن کی چال تھی۔ ہمیں اُس وقت پتہ چلا جب کہ وہ ہمارے پڑاؤ سے دو کوس دُور تھے۔“
درمجم نے بوٹ کاٹتے ہوئے کہا: ”تمہارے کیوں نہیں کہتے کہ دشمن کی پسپائی کی خبر سن کر تم نے

افسوس اطمینان سے جواب دیا: مجھے افسوس ہے کہ میں کوئی اچھی خبر نہیں ملایا۔ لیکن مجھے
یہ بتایا گیا تھا کہ میں ایک نڈر اندیش اور حقیقت پسند انسان کے پاس جا رہا ہوں اور مجھے ایک
تجربہ حقیقت کو حسین الفاظ کے باروں میں چھپانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔
رستم نے قدسے نرم ہو کر کہا: تمہارا نام کیا ہے؟
"جناب میرا نام آدمان ہے۔" اُس نے جواب دیا۔
"تم فرید سفر کر سکو گے؟"
"مجھے صرف تازہ دم گھوڑے کی ضرورت ہوگی۔"

رستم مسکرایا: "تمہیں میرے ذاتی اسطبل سے بہترین گھوڑا مل جائے گا اور یہ تمہارا انعام ہوگا۔
تم اسی وقت کسر روانہ ہوؤ اور نرمی کو پیغام دو کہ وہ کسی صورت بھی دشمن کو آگے بڑھنے کا موقع نہ
دے۔ میں اُس کی مدد کرنے جاؤں گا۔" اُس کی کمان میں دس ہزار سپاہی بھیج رہا ہوں۔"



چند دن بعد دشمن میں یہ اطلاع پہنچی کہ نرمی کی قیادت میں جو لشکر کسر کے قریب ایک
نخلستان میں جمع ہو رہا تھا وہ مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کھا چکا ہے اور جالینوس کی کمان میں
دس ہزار سپاہی بارہائیں رک گئے ہیں اور نرمی کے شکست خوردہ دستے بھی وہاں جمع ہو رہے ہیں۔
پھر اس ناقابل یقین اطلاع کے تین دن بعد اہل دشمن دم بخود ہو کر یہ سُن رہے تھے کہ ابو جہلیہ نرمی کی
طرح جالینوس کو بھی شکست دے چکا ہے اور وہ اپنے بقعہ السیف لشکر کے ساتھ واپس آشی
کا رخ کر رہا ہے۔

پھر ایک ہفتہ بعد پورے تخت کے دربار میں رستم کی آواز گونج رہی تھی: "میں شکست کھا چکے
ہیں۔ دشمن کی طاقت کے متعلق ہمارے اندازے غلط تھے۔ وہ حیرت پر دوبارہ قابض ہو چکے ہیں۔ انہوں
نے دیانے خرات سے آگے ہمارے زرخیز میدانوں کے لئے خطرہ پیدا کر دیا ہے۔ وہ بالکل جو خد
ہفتے قبل عربوں کی سپاہ سے بدل ہو کر ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ تھے اب ہم سے ایسے ہولناک

ملیحات جن میں ملایا تھا اور جب وہ تہلے پر اوڑ میں داخل ہو رہا تھا تو م شراب سے مدہوش
پوچھ پچھتے تھے۔"

"جناب ہمارے سپہ سالار کا حکم یہ تھا کہ تم علی الصبح پیش قدمی کے لئے تیار ہو۔ انہوں نے
یہ کہا تھا کہ رات کے وقت ہمیں بھاگتے ہوئے دشمن کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں لیکن اگر
اُس نے عراق کی حدود میں کسی اور جگہ پڑاؤ ڈالنے کی کوشش کی تو ہم دن کی روشنی میں اُن کا احاطہ
کر سکیں گے۔ لیکن جب ہم کوچ کی تیاری کر رہے تھے تو وہ ہمارے سر پر آپکے تھے۔"

"اور پھر انہیں دیکھتے ہی تم بھاگ اُٹھے اور تمہارا سپہ سالار سب سے آگے تھا۔
"جناب میں شکست کی جگہ کوئی اور نقطہ استعمال نہیں کروں گا لیکن جس دشمن کے ساتھ ہم
نے جنگ کی ہے وہ ہمیں بزدلی کا حصہ نہیں دے گا۔"

رستم نے گرجتی ہوئی آواز میں کہا: "مجھے بتاؤ کیا دشمن کی تعداد تم سے زیادہ تھی؟"
"نہیں۔" افسر نے سر جھکاتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا اُس کا اسلحہ تم سے بہتر تھا؟"

"نہیں بلکہ ان میں سے بیشتر زخمیوں کے بغیر تھے۔"

"تو پھر تمہاری شکست کی وجہ تمہارے سپہ سالار کی حماقت اور بزدلی کے سوا اور کیا
ہو سکتی ہے؟"

"جناب ہمیں ایک ایسے دشمن سے واسطہ پڑا ہے جس نے جنگ کے تمام قواعد اور فتح
اور شکست کے متعلق سارے نظریات بدل دیے ہیں۔ ہم صرف فتح کی امید پر لڑ سکتے ہیں لیکن
ان کے نزدیک صرف فتح ہی نہیں بلکہ موت ہی ایک انعام ہے۔ پانی کے سیلاب کا رخ ہمیشہ
نیشب کی طرف ہوتا ہے اور اُس کے راستے میں بند کھڑے کئے جاسکتے ہیں لیکن تند و تیز
آدھیوں کو پہلا بھی نہیں روک سکتے۔"

رستم نے تھکا کر کہا: "تم مجھے مرعوب کرنا چاہتے ہو؟"

کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ آج سے دو برس قبل کوئی ایرانی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بحران سے ایک گنا آدمی ہم پر حملہ کرے گا۔ لیکن اب یہ جنگ جسے ابتدا میں تم ایک مذاق سمجھتے تھے پہلے لئے اس دلد کا عظیم ترین مسئلہ بن چکی ہے۔ ہمیں اس دشمن کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے جس نے شام میں مدینوں کے پرچم سرنگوں کر دیئے ہیں۔ میں اس قلیل فوج کو جس کے ہاتھوں ہمارے تین آدمی کد سالار شکست کھا چکے ہیں اس عظیم لشکر کا ہر اول دستہ سمجھتا ہوں جس نے بیک وقت روم اور ایران کی سلطنتوں کے ساتھ اٹھنے کی جزا کی ہے۔ تم شام میں ان کی فتوحات کے متعلق حیرت انگیز خبریں سن چکے ہو۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ رومی کون سے میدان میں مسلمانوں کے ساتھ فیصلہ کن جنگ لڑنے کا فیصلہ کریں گے۔ لیکن میں تم کو یہ بتا سکتا ہوں کہ میں اس وقت کا انتظار نہیں کروں گا کہ عرب شام کے محاذ سے فارغ ہو کر اپنی ساری قوت عرق کے محاذ پہلے آئیں۔ ہماری طرف سے جو ابی کارروائی کا بہترین وقت یہی ہے۔ تمہارے سپہ سالاروں کی سب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ انہوں نے صرف دفاعی جگہیں لٹنے پر اکتفا کی ہے اور وہ اس خوش فہمی میں مبتلا رہے ہیں کہ چند معمولی سرگروں کے بعد ایران کے جنگی وسائل کی برتری کا احساس نہیں لے سکتے۔ ہونے پر مجبور کر دے گا۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ عربوں کے دلوں سے تمہارا ڈھب اٹھ گیا ہے۔ تم نے انہیں عرب کے دیگر زاروں کی طرف ہانکنے کی بجائے اپنے زرخیز میدانوں اور پُر رونق شہروں کا راستہ دکھا دیا ہے۔ تمہاری خود غرضیوں تمہاری سازشوں اور تمہاری بُنڈلی کے باعث ایران کی ہزار سالہ سلطنت خاک میں مل چکی ہے۔ پہلا اولین فرض یہ ہے کہ عربوں کو ایران کی حدود سے باہر ہانک دیا جائے اور میں یہ فرض پورا کروں گا۔ میں تمام صوبوں کے مزبانون قبائل کے سرداروں اور زمینداروں کو یہ پیغام بھیج چکا ہوں کہ وہ اپنی افواج کو بلا تاخیر روانہ کر دیں اور میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ اس حکم کی تعمیل میں ذرہ بھر غفلت یا کوتاہی برداشت نہیں کی جائے گی۔ مجھے امید ہے کہ چند دن تک مدائن میں ایک عظیم لشکر جمع ہو جائے گا اور اُس کی کمان کسی ایسے آدمی کے ہاتھ میں ہوگی جس کی فوجی قابلیت اجرات اور خجاعت پر فرزندان وطن اعتماد کر سکیں۔ یہاں فوج

کے آرمی کد سالار موجود ہیں اور میں اس بات کا فیصلہ اُن پر چھوڑتا ہوں کہ اس عظیم ذمہ داری کا اہل کون ہے۔

فوج کے سردار ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر ان کی نگاہیں ایک قوی ہیکل انسان پر مرکوز ہونے لگیں جس کے چہرے پر بڑھاپے کی بنجیدگ اور جوانی کی توانائی ترشح تھی۔ ایک مردانہ کہا۔ اس ذمہ داری کا اہل بہن کے سوا اور کون ہو سکتا ہے؟ اور پھر وسیع ہل کے ہر گوشے سے بہن کی حمایت میں آوازیں اُٹھنے لگیں۔

رستم نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور ہال کے اندر خاموشی چھا گئی۔ پھر اُس نے بہن سے مخاطب ہو کر کہا: "ہمیں تمہاری قابلیت اور تمہارا شاندار ماضی میری نگاہوں سے پوشیدہ نہ تھا۔ اگر میں تمہارے ساتھیوں سے مشورہ نہ لیتا تو بھی میری نگاہیں تمہارے سوا کسی اور کو تلاش نہ کرتیں۔ میں یہ تمہیں سونپتا ہوں۔"



ایک دوپہر قید خانے کا داروغہ زنجبخت کی کوٹھری میں داخل ہوا اور اُس نے کہا: "میں ہلرٹھ سے مل چکا ہوں۔ تمہارا حال سُنتے گئے بعد وہ کافی فکر مند دکھائی دیتے تھے لیکن انہوں نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ تمہاری رہائی کے متعلق انہوں نے کیا سوچا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ کسی مناسب وقت پر یہ مسئلہ ضرور اٹھائیں گے۔ لیکن ہر دست وہ رستم کو یہ تاثر دینا پسند نہیں کرتے کہ انہیں کسی ایسے آدمی کے ساتھ ہمدردی ہے جس کی غفلت کے باعث فرخ زاد قتل ہو چکا ہے تمہاری بہن کے متعلق انہوں نے یہ کہا تھا کہ وہ بخیریت ہے اور میں اُسے اپنی بیٹی سمجھتا ہوں۔ مجھے اُن کے ساتھ زیادہ دیر باقی کرنے کا موقع نہیں ملا۔ وہاں چند آدمی آگئے تھے اور وہ دیر تک فریبرز کی موت کے متعلق باتیں کرتے رہے۔ جب وہ اُٹھے تو انہیں فوج کے پڑاؤ میں جانے کی جلدی تھی۔ مجھے ایسا محسوس ہوا تھا کہ وہ مجھے کوئی جاسوس سمجھتے ہیں اور مجھ سے بچھا چھڑانا چاہتے ہیں۔ لیکن تمہیں بالواس نہیں ہونا چاہیے۔ یہ پہلی آخری ملاقات نہیں ہوگی۔ مجھے اُن کی

باتوں سے معلوم ہوا کہ وہ مدائن آتے رہیں گے۔ حکومت نے فریرز کا محل اُن کے سپرد کر دیا ہے۔
 زنجبخت نے سوال کیا: وہ وہاں ٹھہرے ہوئے ہیں؟

”ہاں وہ اپنے سپاہیوں کو پڑاؤ میں چھوڑ کر وہاں آگئے تھے۔ پرسوں ہمارا لشکر عراق کی طرف روانہ ہو جائے گا اور وہ اپنے دستوں کو رخصت کرنے کے بعد اصفہان روانہ ہو جائیں گے۔
 رستم نے انہیں یہ حکم دیا ہے کہ تمہیں اس عمر میں محاذ پر جانے کی بجائے اصفہان سے نیا لشکر
 بھرتی کرنا چاہیئے۔“

زنجبخت نے سوال کیا: تم نے وہاں کوئی عرب لڑکا دیکھا تھا؟

جب ہم باتیں کر رہے تھے تو پندرہ سولہ برس کا ایک چاق و چوبند لڑکا وہاں آیا تھا۔ لیکن
 مجھے وہ ایک عرب کی بجائے ایک ایرانی امیرزادہ معلوم ہوا تھا۔ میں نے اُس کی گتھگو سے بھی
 محسوس کیا تھا وہ سروش کا کوئی رشتہ دار ہے۔ ہاں ایک بات میں نے اُس کے متعلق خاص طور
 پر محسوس کی تھی۔ وہ پھر سے ایک نو عمر لڑکا اور قد و قامت کے اعتبار سے اچھا خاصا جوان
 معلوم ہوا تھا۔

”اُس کی پیشانی پر زخم کا نشان بھی تھا؟“

”ہاں، لیکن وہ کون ہے؟“

”وہ وہ میرا ایک چھوٹا سا دوست ہے۔“

”تم کوئی پیغام دینا چاہتے ہو تو میں اُسے تلاش کر سکتا ہوں۔“

”نہیں“ زنجبخت نے کرب انگیز لہجہ میں کہا: ”اُسے میری منظورتیت اور بے بسی کا علم
 نہیں ہونا چاہیئے۔“

باب ۲۳

بہن تیس ہزار سوار اور تین سو ہاتھیوں کے ساتھ مدائن سے نکلا۔ اس عظیم لشکر کے
 آگے درفش کاویانی لہرا رہا تھا جسے اہل فارس اپنی فتح کی ضمانت خیال کرتے تھے۔

چند دن بعد عرب و عجم کے لشکر بابل کے قریب دریائے فرات کے کناروں پر ایک دوسرے
 کے سامنے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔ بہن نے ابو عبیدہ کو پیغام بھیجا کہ تم ہمیں دریا عبور کرنے کا
 موقع دو گے یا خود ہماری طرف آؤ گے۔ لشکر اسلام کے آزمودہ کار سالاروں نے ابو عبیدہ کو کھجائے
 کی کوشش کی کہ ہمیں بذات خود دریا عبور کرنے کی بجائے دشمن کو اس طرف آنے کا موقع دینا چاہیئے۔
 فوج کی قلت کے پیش نظر وہ اپنا عقب محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔ لیکن ابو عبیدہ کی غیرت نے انہیں
 دشمن کے سامنے کمزوری کا مظاہرہ کرنے کی اجازت نہ دی۔ انہوں نے اپنے شیروں کو کہہ کر
 خاموش کر دیا: ”کیا تمہیں ان کی نسبت موت کا زیادہ خوف ہے؟“

پھر جب کشتیوں کا پل تیار ہو گیا تو وہ آزمودہ کار جنہیں امیر لشکر کی رائے سے اختلاف تھا
 دریا عبور کرنے میں سب سے آگے تھے لیکن ابھی انہوں نے دریا کے پار قدم نہیں چلائے تھے کہ ایرانیوں
 نے پشت قدمی شروع کر دی اور وہ میدان جو پہلے ہی ناکافی تھا ان کی آن میں اس قدر تنگ ہو گیا
 کہ مسلمانوں کی اگلی صفیں دشمن کے تیروں کی زد میں تھیں اور ان کے بازوؤں پر بھی دشمن کے دباؤ
 کی یہ حالت تھی کہ سواروں کے لئے ادا ہوا دھڑھٹنے کی کوئی گنجائش نہ تھی اور پھر ابھی اُن کے آخری
 دستے نے پل عبور نہیں کیا تھا کہ ایرانیوں نے پوری شدت کے ساتھ حملہ کر دیا۔

تین سو ہاتھی جن کی بھاری گھنٹیوں سے ایک مہیب شور پیدا ہوا تھا چنگھاڑتے ہوئے آگے بڑھے اور اس کے ساتھ ہی ان گنت نقادوں، نرسنگوں اور باجوں کی صدائیں بلند ہونے لگیں مسلمانوں نے ابھی تک ہاتھیوں کی اتنی بڑی تعداد کا سامنا نہیں کیا تھا۔ ہودوں پر بیٹھے ہوئے تیراندازوں پر تیروں کی بارش کر رہے تھے۔ مسلمانوں کے گھوڑے بدک رہے تھے۔ قلب میں ان کی صفیں ٹوٹ رہی تھیں اور اس کے ساتھ ہی میمنہ اور میسور پر ایرانی سواروں کے حملوں کی شدت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ وہ اس قدر سمٹ چکے تھے کہ ان کے لئے صرف کھڑا ہونے کی جگہ باقی رہ گئی تھی۔ ابو عبیدہؓ نے بلند آواز میں کہا: "مسلمانوں! میرا ساتھ دو" اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے گھوڑے سے کود کر ایک ہاتھی پر حملہ کیا اور ہودے کی ریتاں کاٹ کر ایک طرف اڑھکا دیا۔ مسلمانوں نے اپنے جری رہنما کی تقلید کی اور کئی ہاتھیوں کو زخمی کرنے اور ان کے ہونے گولنے کے بعد ان کا رخ دشمن کی طرف پھیر دیا۔ پھر وہ دشمن کے میمنہ اور میسور پر ٹوٹ پڑے اور اگلی صفیں توڑ کر رکھ دیں لیکن ان کی یہ کامیابی جنگ کا پانسہ نہ پلٹ سکی۔ ایرانیوں کو اگر کسی جگہ ان کے حملے کی شدت کے باعث جیسے جیسے ہٹنا پڑتا تھا تو ان کے عقب میں کشادہ میدان تھا اور اپنی تعداد کی برتری کے باعث انہیں صفیں درست کرنے اور جوابی حملہ کرنے میں دیر نہیں لگتی تھی لیکن مسلمان ایک تنگ گھیرے میں آچکے تھے اور ایرانیوں کے ہاتھی جس طرف رخ کرتے تھے وہاں تباہی پرج جاتی تھی۔

سفید رنگ کا ایک کود پھیر ہاتھی چنگھاڑتا اور ٹونڈ لگھاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا اور اُس کی مہبت کا یہ عالم تھا کہ دوسرا ہاتھی بھی اُس کے قریب نہیں آتا تھا۔ ابو عبیدہؓ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور آگے بڑھ کر اس پر حملہ کر دیا۔ ان کی تلوار کی ایک ہی ضرب سے ہاتھی کی سونڈ مستک سے الگ ہو گئی۔ پھر آنکھ جھپکنے کی دیر میں مہیب جانور انہیں پاؤں تلے کچل رہا تھا۔

ابو عبیدہؓ آغاز جنگ سے قبل ہی یہ وصیت کر چکے تھے کہ میری شہادت کے بعد میرے قبیلے کے فلاں فلاں آدمی کو بالترتیب شکر کی امدت سپرد کی جائے۔ چنانچہ ان کے گوتے سن

ان کے قبیلے کے ایک کوجران نے پرچم اٹھالیا لیکن وہ بھی جلد ہی زخموں سے بے حال ہو کر گر پڑا اور پرچم دوسرے مجاہد نے اٹھالیا۔ اسی طرح بنی ثقیف کے وہ ساتوں جانباز جنہیں ابو عبیدہؓ نے اپنے بعد شکر کے امیر نامزد کیا تھا باری باری شہید ہو گئے۔ اس عرصہ میں مسلمانوں کا شکر ایک قیامت کا سامنا کر رہا تھا۔ جب ابو عبیدہؓ کا ساتواں جانشین گر پڑا تو وہ یلوی کی حالت میں پُل کی طرف ہٹنے لگے۔ اب ان کی اگلی صفیں کھلی صفوں کو پُل جوڑ کرنے کا موقع دینے کے لئے دشمن کا سیلاب زدکنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ پھر کسی نے نعرہ بلند کیا "مجاہدو! اپنے رہنماؤں کی طرح جان بے دیا فتح حاصل کرو۔ تمہارے لئے فتح یا شہادت کے سوا اور کوئی راستہ نہیں" اور اس کے ساتھ ہی اُس نے بھاگ کر پُل کی پہلی کشتی کے رستے کاٹ دئے۔ ان کی آن میں پُل کے ٹوٹ جانے کی خبر شکر کے ایک سر سے دوسرے سر سے تک پھیل گئی اور وہ دستے جو پُل کے قریب پہنچ چکے تھے سراسیمگی کی حالت میں دریا میں کودنے لگے۔ پھر جب زندگی کے ہر اُنق پر موت کے سامنے نمودار ہو رہے تھے، ہشتی بن حادثہ جو دشمن کے میمنہ و میسور سے برسرِ پیکار تھے پچھلے قلب شکر میں پہنچ گئے اور انہوں نے پرچم اٹھا کر بلند آواز میں کہا "مسلمانو! اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو پُل کی برکت کرو اور منظم طریقے سے دریا عبور کرو۔ میں اُس وقت تک تمہاری حفاظت کروں گا جب تک کہ شکر کا آخری سپاہی دریا کے پار نہیں پہنچ جاتا" اس کے بعد بحریں کا شیر مٹھی بھر جانباڑوں کے درمیان جن میں بونٹے کے جیسائی نوجوان بھی شامل تھے، ایک پہاڑ کی طرح کھڑا تھا اور اُس کے حوصے اس وقت بھی قائم تھے جبکہ سینکڑوں مسلمان افراد تفری کی حالت میں دریا کی تندہ تیز لہروں کی نندہ ہو رہے تھے۔ وہ اس وقت بھی اسلام کا پرچم تھامے ہوئے تھا جبکہ اُس کے گرد ہاتھی چنگھاڑ رہے تھے اور دشمن کے نیزے کی ضرب سے زرہ کی کڑی اُس کے سینے میں دھنس گئی تھی اور اُس کا لباس خون سے تر ہو رہا تھا۔ پھر وہ لوگ جو کچھ دیر قبل چاروں طرف سے مایوس ہو کر دریا کی طرف بھاگ رہے تھے اُس کے دائیں بائیں صفیں باندھ کر دشمن پر حملے کر رہے تھے۔ کچھ دیر بعد پُل برکت ہو گیا اور مجاہدین ایک منظم طریقے سے دریا عبور کرنے لگے۔

اعانت کی امید ہو سکتی تھی اور غروب آفتاب سے ایک ساعت بعد وہ اپنی ربی پہن فوج کے ساتھ مردمر کے سرحدی مستقر کا رخ کر رہے تھے۔ اپنے پیچھے دشمن کے لشکر کی نقل و حرکت معلوم کرنے کے لئے انہوں نے جو جاسوس مقرر کئے تھے وہ انہیں یہ اطلاع دے چکے تھے کہ بہمن آگے بڑھنے کی بجائے واپس جا رہا ہے اور اُس کے لشکر کا ایک حصہ جاپان اور مردان شاہ کی رہائشی میں ہمارا پیچھا کر رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی شنی کو ایس کے قبائل کی طرف سے اپنے پیغامات کے حوصلہ افزا جواب موصول ہوئے اور وہ مردمر سے کوچ کر کے ایس پہنچ گئے وہاں پہلی بار انہیں بہمن کے اچانک مدائن پہنچ جانے کی وجہ معلوم ہوئی۔ اور وہ یہ تھی کہ مدائن کے گھرار کے ایک با اثر گروہ نے فیروزان کی قیادت میں رستم کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیا تھا اور رستم کا بیٹی عین اس وقت بہمن کے پاس پہنچا تھا جبکہ جس کی جنگ ایک فیصلہ کن مرحلہ میں داخل ہو چکی تھی۔

مدائن کے ایک نئے انقلاب کے آثار دیکھ کر وہ مذہب قبائلی بھی مسلمانوں کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے جو اس سے قبل ایرانیوں کا پتہ بھاری دیکھ کر مسلمانوں سے منہ پھیر چکے تھے۔ چند دن بعد شنی بن حارثہ جاپان اور مردان شاہ کے مقابلے کے لئے نکلے تو ایس والوں کی ایک فاعلی جمعیت اس کے ساتھ تھی چنانچہ انہوں نے جاپان اور مردان شاہ کی افواج کو ایک عبرتناک شکست دی۔

شنی نے اس جنگ سے فارغ ہوتے ہی حسان کو بلایا اور کہا کہ حسان میں تمہیں ایک اہم مہم پر بھیج دیا ہوں۔ ہمارے لئے ایران کے اندرونی حالات سے باخبر رہنا ضروری ہے۔ اس لئے تم آج رات یہاں سے روانہ ہو جاؤ اور بلا تاخیر حیرہ پہنچنے کی کوشش کرو۔ وہاں ایسے لوگ موجود ہیں جن کی وفاداری پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔ وہ تمہارے ساتھ تعاون کریں گے اور اُن کی بدولت تم مدائن کے حالات کے متعلق تازہ ترین اطلاعات حاصل کر سکو گے۔ اگر تمہیں کسی بڑے پیمانے پر دشمن کی نقل و حرکت کی اطلاع ملے تو فوراً واپس آ جاؤ۔ تمہارے لئے ایک ایرانی افسر کے ہمراہ سفر کرنا زیادہ مناسب ہو گا۔ میں یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا اور میرا گلا مستقر خفان کی سمت کسی ایسی

حسان ان گیارہ جانا زوں میں سے ایک تھا جو امیر لشکر کے ساتھ سب سے آخر میں پل عبور کر رہے تھے۔ اس کے بعد پل کے دستے کاٹ دئے گئے اور شکست خوردہ لشکر کے پانی پیا کے دوسرے کنارے اپنے رہائش گاہ جمع ہونے لگے۔ اُن کی زبانوں پر ان شہیدوں کے تذکرے تھے جن کی لاشیں جس کے میدان میں بکھری ہوئی تھیں اور اُن کی آنکھیں ان ساتھیوں کے لئے پر فہم تھیں جنہیں فرات کی تہ نہری اپنی آغوش میں لے چکی تھیں۔ اس جنگ میں مسلمانوں کا نقصان عراق کی تمام گذشتہ جنگوں سے زیادہ تھا۔ شہداء کی مجموعی تعداد چار ہزار سے زیادہ تھی جو مجاہد ابو عبیدہ کے ساتھ آئے تھے ان میں سے تقریباً دو ہزار لڑائی کے نقصان سے بددل ہو کر واپس جا رہے تھے۔



غروب آفتاب سے قبل ایک قاصد امیر المومنین کے نام شنی کا خط لے کر مدینہ کی سمت روانہ ہو چکا تھا اور چند اچھی عراق کی سرحد کے ساتھ ان قبائلی کے شعوبہ کی طرف جا رہے تھے جن سے فوری لے موکہ جبر کے بعد بھاگنے والوں میں سے جو لوگ مدینہ پہنچے تو ان کی یہ حالت تھی کہ وہ شرم و ندامت کے مات لوگوں کی نگاہوں سے بچتے پھرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کو ان کی حالت پر رحم آیا۔ آپ نے اہل مدینہ کو ان کی مہمت کرنے سے منع کیا اور انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

”مسلمانوں میں تمہارا ذمہ وار ہوں۔ تم میں سے جس کسی نے دشمن کا مقابلہ کیا اور تکلیف اٹھائی اُس کی قربانی میرا ذمہ ہے۔ اللہ ابو عبیدہؓ پر رحم فرمائے۔ اگر وہ زندہ ہوتے اور انہوں نے ریت کے کسی ٹیلے پر پناہ لی ہوتی تو میں انہیں بھی اپنی حفاظت میں لے لیتا۔ جو بخار کے مشہور قادی معاذ بھی اُن لوگوں کے ساتھ تھے ایک دن لوگوں کے سامنے قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے جب وہ اس آیت پہنچے: جس نے ایسے موقع پر پیٹھ پھری بلا کر جنگی چلن کے طور پر ایسا کرے یا کسی دوسری فوج سے جانے کے لئے۔ تو وہ اللہ کے غضب میں گھر جائے گا۔ اُس کا ٹھکانا جہنم ہو گا اور وہ بہت بڑی جانتے باز گشت ہے۔“ تو اُن کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب پھوٹ نکلا۔ امیر المومنین نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

”معاذ اللہ! میں تم بھاگ کر دوسروں کے پاس نہیں گئے بلکہ میرے پاس آئے ہو اور میں تمہارا ذمہ دار ہوں۔“

جنگ ہو گا جو ایس کی نسبت صحرا سے زیادہ قریب ہو :

غروب آفتاب سے کچھ دیر قبل گاؤں حسان کے نیچے میں داخل ہوا اور حیرت زدہ ہو کر اُس کی طرف دیکھنے لگا پھر اُس نے شکایت کُسنہیچے میں کہا : آپ نے مجھے یہ کیوں نہیں بتایا کہ آپ مدائن جا رہے ہیں اور آپ نے یہ کیسے سوچ لیا کہ وہاں پہنچ کر آپ میری مدد کے بغیر انہیں تلاش کر سکیں گے :

حسان مسکرایا : اگر میں مدائن جاتا تو تم یقیناً میرے ساتھ ہوتے لیکن ابھی وہاں جانے کا وقت نہیں آیا :

”لیکن یہ باس ؟“

”ایران صرف مدائن ہی میں نہیں ہے ، اُن کا ملک بہت وسیع ہے :“

”لیکن آپ کو اس وسیع ملک کے ہر شہر میں میری ضرورت پڑے گی ۔ وہ آپ کو اس باس میں دیکھ کر بھی شک کر سکتے ہیں لیکن مجھ پر کوئی شبہ نہیں کسے گا :“

حسان نے جواب دیا : ”اگر تہذیبی ضرورت ہو تو میں یقیناً تمہیں اپنے ساتھ لے جاتا :“

”آپ کس خطرناک جہ پر جا رہے ہیں ؟“

”نہیں یہ ہم خطرناک نہیں میں بہت جلد واپس آ جاؤں گا اور اگر مجھے کسی وجہ سے دیر ہو گئی تو ہو سکتا ہے کہ میں تمہیں اپنے پاس بلانوں :“

حسان نیچے سے ہرٹا : ”دعاؤں سے پر ایک سپاہی اُس کے گھوڑے کی باگ تھامہ کر رہا تھا ۔ وہ گھوڑے پر سوار ہو گیا ۔“



مثنیٰ بن عاص کا لشکر قدیر بادِ نفعان کے دریاں باخ کے مقام پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا صحرائی قبائل جو وہاں اُس کے جھنڈے سے جمع ہو رہے تھے اور بنو نضر اور بنو قریظہ کے عیسائی سردار بھی اپنے اپنے قبیلے کے رفاکاروں کے ساتھ وہاں پہنچے ہوئے تھے ۔ پھر انہیں امیر المومنین کی طرف سے بھی

یہ حوصلہ افزائی مقام وصول ہو چکا تھا کہ جریر بن عبد الشمس قیادت میں بنو بکر کا لشکر ان کی امانت کے لئے مدائن ہو چکا ہے ۔ وہ رفاکار بھی اس لشکر کے ساتھ آ رہے ہیں جو جریر کی جنگ کے بعد واپس جا چکے تھے مثنیٰ بن عاص نے جس کے میدان میں جو زخم کھایا تھا وہ ابھی مندمل نہیں ہوا تھا لیکن اُن کا عزم اور حوصلہ جہانی تکلیف کے احساس پر غالب آ چکا تھا ۔

ایک دن حبیب اُن کے زخم کی مرہم پی کر رہا تھا اودہ المہنان سے اپنے گمراہ جمع ہونے والے سالاروں کو ہدایت دے رہے تھے ۔ اچانک باہر گھوڑے کی ٹاپ سنائی دی اور پھر تھوڑی دیر بعد حسان نیچے میں داخل ہوا اور پریشانی کی حالت میں ان کی طرف دیکھنے لگا ۔

مثنیٰ نے کہا : میں بالکل ٹھیک ہوں ۔ حسان ! کہو کیا خبر لائے ہو ؟“

حسان نے جواب دیا : ”رستم اور فیروز ان کے درمیان مصالحت ہو چکی ہے لہذا انہوں نے حکومت کے اختیارات آپس میں تقسیم کر لئے ہیں ۔ حیرہ میں یہ خبر شہر ہو رہی ہے کہ ایران کا حکمران کی بجائے مہران کی قیادت میں مدائن سے پیش قدمی کے لئے تیار ہو رہا ہے :“

مثنیٰ بن عاص نے ایک نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا : ”تم ابھی مدائن ہو جاؤ ۔ جریر کا لشکر تمہیں دینے کے راستے میں ملے گا ۔ اُسے میرا پیغام دے کہ وہ کسی تاخیر کے بغیر پہنچ جائیں ہم باس میں اُن کا انتظار کریں گے :“ پھر وہ دوسرے سالار سے متوجہ ہوئے : ”تم مروجہ کاٹخ کو مدد دہاں سے تمام حملوں اور پھنکوں کو نکال کر تین منازل دُور لے جاؤ ۔ وہ جس قدر عراق کی سرحد سے دُور ہوں گے اسی قدر محفوظ ہوں گے :“

حبیب نے پی کی کو آخری گرہ دیتے ہوئے کہا : ”آپ کا زخم بگڑ رہا ہے ۔ میرا مشورہ یہی ہے کہ آپ کم از کم دو ہفتے گھوڑے پر سواری نہ کریں :“

”اگر تم دشمن کی پیش قدمی روکنے کا ذمہ لے سکو تو میں تمہارے مشورہ پر عمل کر سکوں گا ۔ مثنیٰ بن عاص نے یہ کہہ کر اپنے سالاروں کی طرف متوجہ ہوئے : ”ہماری منزل بوس ہے اور میں ایک ساعت کے اندر پُورے لشکر کو کوچ کے لئے تیار دیکھنا چاہتا ہوں :“

چند دن بعد مثنیٰ ابن حارثہ وہیب کے میدان میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ جریر بن عبد اللہ کے لشکر سمیت اس کے سپاہیوں کی تعداد دس ہزار تک پہنچ چکی تھی اور خرات کے دوسرے کنارے ایران کی افواج جمع ہو رہی تھیں۔

ایک دن مہران کا اٹھی مثنیٰ ابن حارثہ کے پاس یہ پیغام لے کر پہنچا کہ تم ہمیں دیا مجبور کرنے کا موقع دو گے یا خود ہماری طرف آنا پسند کرو گے؟

حضرت مثنیٰ نے جواب دیا: "تم اپنے سپہ سالار کو میری طرف سے یہ پیغام دو کہ میں دریا کے اس پار تہلدا انتظار کر رہا ہوں۔"

جب اٹھی واپس جانے لگا تو مثنیٰ ابن حارثہ نے کہا: "مہربان کو میری طرف سے یہ قتل بھی دو کہ ہم اپنے دشمنوں کو تنگی کا راستہ دکھا سکیں۔" مثنیٰ نے ان کی تعلیم نہیں کرتے جب وہ دیا مجبور کرنے کا تم ہماری فوج پُل سے ایک میل دور رہے گی اور اس وقت تک حرکت نہیں کرے گی جب تک کہ ایران کا آخری سپاہی دریا کے پار نہیں پہنچ جاتا اور وہ صفیں باندھ کر جنگ کے لئے تیار نہیں ہو جاتے؟



مہران کے لشکر نے دیا مجبور کرنے کے بعد تین حصوں میں تقسیم ہو کر مشرقی شروعات کی اور فریقین کے درمیان ایک میل کا فاصلہ بتدریج کم ہونے لگا۔ ایرانیوں کی صفیں مدنگاہ تک پھیلی ہوئی تھیں۔ ان کے نقاروں، باجوں اور چنگھاڑتے ہوئے ہاتھیوں کی گھنٹیوں کے شور سے زمین ہل رہی تھی۔ یہ ایک اور دس کا مقابلہ تھا۔ اپنے ظاہری، سیلاب کے پیش نظر کوئی سپہ سالار اپنی فوج کے متعلق مہران سے زیادہ پُر امید نہیں ہو سکتا تھا۔ ایران کے لاکھوں سپاہی اس بات پر حیران تھے کہ مسلمانوں نے انہیں کسی ہزیمت کے بغیر دریا کے پار اپنی صفیں درست کرنے کا موقع کیوں دیا ہے۔ پھر جب مسلمان ان کے سامنے ایک ناقابل یقین سکون اور اطمینان کا مظاہرہ کر رہے تھے تو ان کی حیرت پریشانی اور اضطراب میں تبدیل ہو رہی تھی۔

مثنیٰ ابن حارثہ اپنے برق رفتار گھوڑے پر لشکر کی صفوں کا معائنہ کر رہے تھے۔ وہ انہیں یہ حکم دے چکے تھے کہ جب میں تین مرتبہ تکبیر کہوں تو تم لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ اور جو بھی تکبیر یہ حملہ کرو۔ اور وہ سیسہ پلائی ہوئی دیواروں کی طرح کھڑے تھے۔ ان کا سکون اور اطمینان اس وقت بھی قابل دید تھا جب کہ دشمن کا سیلاب ان کے سر پر پہنچ چکا تھا۔

مثنیٰ ابن حارثہ نے ابھی پہلی تکبیر کہی تھی کہ ایرانی فوج کا ایک حصہ حیرہ میں جو محل کی صفوں پر ٹوٹ پڑا اور وہاں کھلبلی مچ گئی۔ پھر ایک سوار مثنیٰ کا حکم لے کر وہاں پہنچا اور اس نے بلند آواز میں جو محل کے سرداروں سے کہا: "امیر لشکر تمہیں سلام کہتے ہیں اور یہ درخواست کرتے ہیں کہ آج کے دن مسلمانوں کو رسوا نہ کرو۔"

جواب میں ایک ساتھ کئی آوازیں بلند ہوئیں: "نہیں ہم ایسا نہیں کریں گے!" اور پھر وہ حملہ آوروں کے سامنے ایک چٹان کی طرح کھڑے ہو گئے۔

تھوڑی دیر بعد عام لڑائی شروع ہو چکی تھی۔ ایرانی بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے۔ مسلمان ایک محاذ پر دشمن کو پیچھے دھکیلے۔ لیکن دوسرے محاذ پر ان کے شدید دباؤ کے باعث انہیں پیچھے ہٹنا پڑا۔ وہ ایک دستے کو پکارتے لیکن دوسرا آگے بڑھ کر اس کی جگہ لے لیتا تاہم بوسہ لکھتا جس کے میدان سے مختلف تھا۔ یہاں عرب سوار دشمن کے ہاتھیوں کی زد سے بچنے کے لئے باسانی نقل و حرکت کر سکتے تھے۔ جب ہاتھیوں کے دستے آگے بڑھتے تو وہ ان کے راستے سے کترا کر ادھر ادھر پھیل جاتے اور اپنا ہلک دایاں یا بائیں جانب سے ہاتھیوں کی قطار کے پیچھے دشمن کی صفوں پر ٹوٹ پڑتے۔ پھر جو باقی ایرانی لشکر سے کٹ کر آگے نکلتے تو انہیں عرب سواروں کے نیزے کھلے میدان کی طرف ہانک دیتے جو زخمی ہونے کے بعد واپس مڑتے۔ ان کے فیلیانوں کے لئے گرد و خراب کے تاریک بادلوں میں دوست دشمن کا امتیاز مشکل ہو جاتا۔ کئی ہاتھی جن کے بوسے گرائے جا چکے تھے اور جن کی کھلبلی ٹانگوں میں تیراؤ نیزے پر موت تھے کھلے میدان میں بھاگ رہے تھے اور کئی ایرانیوں کی اپنی صفوں میں تباہی مچا رہے تھے۔

مشی کے دستوں نے چٹ کر دو بارہ حمل کیا تو ایک بار پھر ان کی صفیں منتشر ہو گئیں۔ پھر دوسری سمت سے مسلمانوں کے باقی شکر نے ایک زوردار حمل کیا اور لاشوں کے انبار لگاتار ہوا مشی کے طوفانی دستوں سے آ رہا۔ اس کے ساتھ ہی مراد تغلب قبائل کے رضا کاروں نے مہران کے محافظ دستوں پر حمل کیا اور وہ دائیں جانب کھٹکے گئے۔

پھر جب گھسان کی لڑائی ہو رہی تھی اور گرد و خرابی تیزی میں فریقین کے نئے دوست اور دشمن کی تیز شکل تھی، ایک عیسائی نوجوان جس کی عقلمانی نگاہیں دیر سے مہران کی متلاشی تھیں، اپنے گھوڑے سے کود کر آگے بڑھا اور ان کی آن میں ایرانی سپہ سالار کے سر پر پہنچ گیا۔ پھر آگے جھپکنے کی دیر میں اس کے نیزے کی ضرب کے ساتھ مہران کی لاش خاک میں ترپ رہی تھی۔ یہ نوجوان اس کے گھوڑے پر سرار ہو چکا تھا۔

”میری طرف دیکھو آؤ، اچھل اچھل کر کہہ رہا تھا۔“ میں تو تغلب کا وہ نوجوان ہوں جس نے ایران کے سپہ سالار کو قتل کیا ہے۔“

اب بویب کی جنگ ایک نئے دور میں داخل ہو چکی تھی۔ ایرانیوں کا سپہ سالار مارا جا چکا تھا۔ انہوں نے اس یقین کے ساتھ جنگ کا آغاز کیا تھا کہ وہ کسی قابل ذکر نقصان کے بغیر مٹی بھر مسلمانوں کو پس کر رکھ دیں گے۔ لیکن اب انہیں فتح سے زیادہ اپنی جان بچانے کی فکر تھی۔ وہ سمجھ کر صفیں ہٹانے کی کوشش کرتے لیکن مسزور کے سپے درپے حملوں کی تاب نہ لا کر پھر منتشر ہو جاتے۔ وہ پھیل کر مسلمانوں کے گرد گھیراؤ اسنے کی کوشش کرتے لیکن بالواسی اور بدولی کی حالت میں اپنے مرکز سے کٹ جانے کا خوف انہیں زوردار پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیتا۔

غروب آفتاب کے قریب بویب کا میدان ایرانیوں کی لاشوں سے پٹا پڑا تھا اور وہ ایک منظم فوج کی بجائے ایک ہجوم کی شکل اختیار کرنے کے بعد گرد ہوں اور ٹوٹیوں میں تقسیم ہو چکے تھے۔ اور ہر گروہ دوسرے گروہ کو ڈھال بھٹاتا تھا۔ پھر جب ایک گروہ منتشر ہوتا تو اس کی چیخ پکار سن کر کئی ٹولیاں بھاگ نکلتیں۔ وہ انفرادی جنگ لڑ رہے تھے اور ان کا ہر قدم اجتماعی ہلاکت کی طرف

جب نصف النہار کا سورج گرد کے بادلوں میں چھپ چکا تھا اور فریقین یکساں اضطراب کی حالت میں ایک غیر یقینی صورت حال کا سامنا کر رہے تھے تو مسلمانوں کے مقدّمہ الجہش میں مشی بن حذر کی آواز سنائی دی۔ مجاہد میرے پیچھے آؤ اور بن جاناروں نے امیر شکر کی دھوت پر جیب کھنے میں سبقت کی ان میں مراد تغلب کے عیسائی سردار بھی شامل تھے۔ وہ اپنے والد العزم اپنا کی قیادت میں دشمن کی صفیں توڑتے، دوندتے اور حشر کرتے ہوئے آگے بڑھے اور اس کے قلب میں جا گئے۔ مشی کا چھوٹا بھائی مسعود بکر بن دامل کے جانبا ندوں کی راہنمائی کر رہا تھا۔ وہ دشمن کی صفیں چیرتا ہوا باقی شکر سے آگے نکل گیا اور جب دشمن سے چمکے ہوئے کے بعد اس کی طاقت جواب دے چکی تھی تو ایک مجاہد نے اسے اپنے گھوڑے کی زین پر ڈال لیا اور اس کے ساتھی اس کے گرد حصار بن کر کھڑے ہو گئے۔ وہ جاں کنی کی حالت میں چلایا:

”فرزندان بکر! اپنا پرچم بلند کرو، اللہ تمہیں بلند کرے گا۔“

امیر شکر نے اپنے جانثار بھائی کو موت سے بے فکر رہتے دیکھا اور آٹا دینا اور اب یہ راجہوں کہ اپنے ساتھیوں کو مخاطب کیا: مجاہدو! آگے بڑھو، اللہ کی نصرت تمہاری راہ دیکھ رہی ہے۔ وہ نئے نئے حوصلے کے ساتھ دشمن کے قلب کی حیرتے ہوئے عقب میں جا نکلے۔ پھر ایک سوار مشی کے قریب آکر چلایا: ہم بہت فدا آچکے ہیں۔ دشمن کے سینہ اور سرور کے دستے ہمیں باقی شکر سے کاٹنے کے لئے آگے بڑھ رہے ہیں۔ اس نے ہمیں آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے ہٹ کر اپنے پرچم کی حفاظت کرنی چاہیے۔“

”نہیں۔“ عزم دہش کے اس پیکر مجتہم نے جواب دیا۔ میرا کام پرچم کو آگے لے جانا ہے۔“

مسلمانوں نے پے درپے حملوں کے بعد دشمن کے عقب کی صفیں درہم برہم کر ڈالیں۔ مشی کے حکم سے ایک دستہ دایاں طرف بڑھا اور اس نے کشتیوں کا پل توڑ دیا۔ اس جہد میں مہران کے محافظ دستے جو کچھ دیر قبل مسلمانوں کی طیار کے سامنے دائیں طرف کھٹ گئے تھے۔ اپنے سینہ لاد میرو کی مدد سے قلب کے غلو کو گر کر چکے تھے۔ تاہم پل کٹ جانے کے باعث ان کی سرسریگی کا یہ عالم تھا کہ جب

کی طرف سے کسی مزاحمت کا سامنا نہ کرنا پڑا تو ہلے سے اُن کے متعلق پریشان ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ ہم کئی کس تک دشمن کا تعاقب کرنے کے بعد مدد حال ہو چکے تھے لیکن انہیں تھکاوٹ کا احساس تک نہیں تھا۔ ایک جگہ دشمن کے ایک دستے نے اچانک پلٹ کر ہم پر حملہ کیا اور اُن کی آن میں ہمد سے تین ساتھی شہید اور پانچ زخمی کر دیے جب ہم اُن پر قابو پا چکے تھے تو پاس ہی گھنی جھاڑیوں سے ایک ہاتھی جو غائباً زخمی تھا نمودار ہوا۔ لیکن حسان نے اپنے نیزے کی پہل ضرب کے ساتھ اس کا منہ بھریا اور وہ چنگھاڑا تو اور یوں گود پڑا۔

”تمہیں اس وقت پوری داستان بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ اُس کی بہت اور شجاعت کے متعلق تم سے زیادہ جانتا ہوں۔“ مثنیٰ بن حاد ثریہ کہہ کر دوسرے آدمیوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔

مجاہدین اسلام کو اس عظیم فتح کے بعد دن بھر کی تھکاوٹ کا کوئی احساس نہ تھا۔ وہ اپنے شہداء کی قبر پر کھودنے اور زخمیوں کی مریم پٹی کرنے میں مصروف تھے۔ مسلمانوں کی طرح ایرانی لشکر کے زخموں کو بھی مریم پٹی کے لئے ایک جگہ جمع کیا جا رہا تھا۔ شہیدوں کی نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد مثنیٰ اور مثنیٰ نے اپنے نوجوان بھائی سعود بن حاد کو کھد میں آٹا اور مجاہدین اپنے آنسو ضبط کر رکھے اور جب قبر پر مٹی ڈال جلد ہی مثنیٰ تو شیبانی قبیلہ کے ایک مجاہد نے مثنیٰ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: ”آپ کا بھائی ایک بہادر انسان تھا۔ ہم سب آپ کے غم میں شریک ہیں۔“

مثنیٰ نے دوسرے مجاہدوں کی لاشوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا: ”یہ سب میرے بھائی تھے اور ان سب نے سعود کی طرح بہادری سے جان دی ہے۔“

ایک نوجوان نے کہا: جس کے شہیدوں کا خون رائیگاں نہیں گیا۔ آج ہم ہر مسلمان کے بدلے میں کم از کم دس ایرانیوں کو موت کے گھاٹ اتار چکے ہیں۔“

دوسرے نوجوان نے جواب دیا: میرا اندازہ اس سے زیادہ ہے اور اگر ہم ابتداء میں ہی پُل کاٹ دیتے تو یہ رزائی دہیر سے پہلے ختم ہو جاتی اور ہمیں دشمن کے قتل عام کے لئے چند عیشیں

اٹھ رہا تھا۔

غروب آفتاب کے قریب وہ اس امید پر دیا کے کنارے پاؤں جمانے کی کوشش کر رہے تھے کہ انہیں رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر میدان سے بھاگنے کا موقع مل جائے گا۔ لیکن مثنیٰ نے آخری حملہ کیا اور اُن کی سب سے قریب صفوں میں کئی شکاف پیدا کر دیے۔ پھر وہ جنہیں دریا عبور کرنے کے برا کوئی راستہ نظر نہ آیا پانی میں کودنے کے بعد مسلمانوں کے تیروں کی نندیں تھیں اور وہ جنہیں اپنے سامنے تند و تیز تیروں اور پچھے تیروں کی بارش کے خوف سے دریا میں کودنے کا حوصلہ نہ ہوا ان کے ساتھ ساتھ دائیں اور بائیں جانب بھاگ نکلتے۔ لیکن عرب سرداروں نے کئی میل تک اُن کا تعاقب جاری رکھا۔ جب رات کی تاریکی نے اپنے دامن پھیلایا تو وہ جنگی قیدیوں کے علاوہ دشمن کے بارہ گھوڑوں اور ہاتھیوں کو لٹکتے ہوئے واپس آ رہے تھے۔

ایک سو دشمنی کے قریب پہنچ کر گھوڑے سے کود پڑا اور بولا: میں آپ کے لئے حسان کا پیغام لایا ہوں۔“

”وہ کہاں ہے؟“ مثنیٰ نے مضطرب ہو کر سوال کیا۔

”وہ دشمن کے پڑاؤ کا حال معلوم کرنے کے لئے دریا کے پار چلے گئے ہیں۔“

مثنیٰ نے قدم سے مطمئن ہو کر کہا: ”اور ہم اسے زخمیوں میں تلاش کر رہے تھے۔ اس نے کب دریا عبور کیا تھا؟“

سوار نے جواب دیا: ”غروب آفتاب سے ایک ساعت بعد ہم واپس آ رہے تھے اور پڑاؤ اسے کوئی دو کس دور تھے کہ انہوں نے اچانک دریا کے پار جانے کا فیصلہ کیا۔ ہم اُن کے ساتھ جانا چاہتے تھے لیکن وہ کہتے تھے کہ اس ہم کے لئے ایک اچھے تیراک کی ضرورت ہے۔ پھر وہ گھوڑے اُتار کر دریا میں کود پڑے۔“

”تمہیں یقین ہے کہ وہ دریا کے پار پہنچ گیا ہوگا؟“

سوار نے جواب دیا: ”وہ بہترین تیراک مانے جاتے ہیں اور اگر دریا کے کنارے انہیں شخص

چند نقشے پڑے ہوئے تھے۔

حسان نیچے کے اندر داخل ہوا اور امیر لشکر کا اشارہ پا کر ان کے قریب بیٹھ گیا۔ شنی نے جلدی جلدی خط لکھوانے کے بعد اپنے سامنے کھلا ہوا نقشہ پیش کر رکھا اور حسان کی طرف حوجہ ہو کر کہا: "حسان آج رمضان کا آخری دن ہے اور ہم پانچ دن کے اندر اندر یہاں سے کوچ کر دیں گے۔ مجھے اہل جزیرہ کی طرف سے حوصلہ افزا پیغامات موصول ہوئے ہیں بعض قبائل نے اپنے ملائقوں سے ایرانیوں کی بلادستی ختم کرنے کے لئے کھلے بندوں ہمارا ساتھ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ موجودہ حالات میں ایرانیوں کی طرف سے یہ خدشہ نہیں کہ وہ فی الفور کسی جوابی کارروائی کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ ایران کے شہزادے یوب کی جنگ میں جو زخم کھائے ہیں انہیں مندمل ہونے میں کافی وقت لگے گا۔ تاہم میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ یوب کی جنگ ایران اور عرب کے درمیان ایک عظیم ترین معرکہ کا پیش خیمہ ہے۔ اس لیے ایرانی زیادہ تیاریوں کے ساتھ میدان میں آئیں گے۔ اس لئے میں یہ چاہتا ہوں کہ تم مدائن پہنچ کر مجھے وہاں کے حالات سے باخبر کرو۔ میں ایرانیوں کی خدمت میں یہ پیغام بھیج چکا ہوں کہ مجھے ایران کے ساتھ فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لئے بھاری ملک کی ضرورت ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے بالواس نہیں کریں گے۔ شام کی شاندار فتوحات کے بعد میں یہ توقع رکھ سکتا ہوں کہ اگر ہمیں کسی فوری خطرے کا سامنا کرنا پڑا تو ایرانیوں کی شام کے فاتحہ لشکر کو اس عہد پر منتقل کر دیں گے اور عراق کی سرحد کے آس پاس صحرا کے بدی قبائل بھی اب زیادہ جوش و خروش کے ساتھ ہماری اعانت کریں گے۔ میں اب کسی میدان میں جس کی جنگ کا اعادہ نہیں ہونے دوں گا۔ تاہم میری پہلی ضرورت یہ ہے کہ جب دشمن مدائن سے پیش قدمی کرے تو مجھے اُس کی صحیح تعداد کا علم ہو تاکہ میں ضرورت اور حالات کے مطابق آئندہ جنگ کے نقشے تیار کر سکوں۔ اگر ایران میں یوب کی شکست کا رد عمل کسی نے انتشار کی صورت میں ظاہر فرمایا تو یہ ہو سکتا ہے کہ ہم غنیمت مند مدائن کے دروازوں پر دستک سے دست بردار ہوں۔ لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ زیادہ محتاط و منظم ہو کر جوابی حمائیں کریں اور ہمیں ایک بار پھر کسی

شنی نے جواب دیا: "پُل کاٹ دینا کوئی ایسا کارنامہ نہیں جس پر ہم غور کر سکیں۔ ہمیں خفیہ کمانڈو کا موقع دینا چاہیے تھا اور پُل کاٹ جانے کے باعث وہ میدان میں ٹھہرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ ہماری جنگ ایران کے حوام کے خلاف نہیں بلکہ اُن حکمرانوں کے خلاف ہے جنہوں نے اللہ کی زمین کو ظلم سے بھر دیا ہے۔ یاد رکھو! جب ایران میں کسری کے اقتدار کے پرچم سرنگوں ہو جائیں گے تو یہی ایرانی اسلام کے شکر کی اگلی صفوں میں دکھائی دیں گے اور تم ان پر غور کر سکو گے۔ پھر ان کی آئندہ نسلیں یوب میں تہلہ دی عظیم فتح کو اپنی فتح خیال کریں گی۔"

شنی ابن حارثہ اپنے ساتھیوں سے باقی کر رہے تھے کہ دریا کے کنارے گشت کرنے والے پیریدانوں میں سے ایک سوار گھوڑا بھاگتا ہوا اُن کی طرف پہنچا اور اُس نے کہا: "جناب احسان آگیا ہے۔"

اور تھوڑی دیر بعد حسان امیر لشکر کے سامنے کھڑا یہ کہہ رہا تھا: "جناب دشمن کا پڑاؤ خالی ہے معلوم ہوتا ہے میدان سے بھاگنے والے دستوں نے وہاں دُکھنے کی کوشش نہیں کی اور پڑاؤ کے غلط جملوں کے پیچھے بھاگ گئے ہیں۔ ہم طلوع ہونے سے قبل پُل مرمت کر کے دیا عبور کر سکتے ہیں۔"

شنی نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "اب بھری کا وقت قریب ہے۔ ہم ان شاء اللہ روزہ رکھتے ہی دیا عبور کرنے کی کوشش کریں گے۔"



ایرانیوں نے یوب کی جنگ میں جس تباہی کا سامنا کیا تھا اُس کے پیش نظر مسلمانوں کو اُن کی طرف سے کسی فوری اقدام کا خدشہ نہ تھا۔ چنانچہ رمضان کے دنوں میں شکوہ اسلام کی سرگرمیاں زیادہ دھڑلے اور فرات کے درمیانی علاقوں میں ایرانیوں کی چوکیوں پر چھلنے کرنے یا ان قبائل کا اعتماد بجالا کرنے تک محدود رہا۔ جنہیں جس کی جنگ کے نتائج نے عراق میں اسلام کے مستقبل کے متعلق باور کر دیا تھا۔

ایک صبح شنی ابن حارثہ ایک کاتب کو خط لکھا اور احکام لکھوا رہے تھے اور ان کے سامنے

مختصر مقام پر پڑاؤ ڈال کر ملک کا انتظار کرتا پڑے۔ اس لئے تم آج غروب آفتاب کے بعد یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ تمہیں نادر راہ کے لئے ایک معقول رقم مل جائے گی۔ تاہم تمہارے لئے ایک ایرانی افسر کی بجائے معمولی سپاہی کی حیثیت سے داخل ہونا زیادہ آسان ہوگا۔

تھوڑی دیر بعد حسان اپنے خیمے میں کاؤس سے کھڑا تھا کہ کاؤس ہم مدائن جا رہے

ہیں۔

باب ۲۴

سردیوں کا موسم شروع ہو چکا تھا۔ اونچے پہاڑوں پر کہیں کہیں بگی بگی برف دکھائی دیتی تھی۔ اور شمال کی ہواؤں کے جھونکے وادیوں کے باغات میں انگور کی سیلوں اور سیب کے درختوں کے خشک پتے بکھیر رہے تھے۔

شام کے وقت ماہ بانو اور یاسمین اصفہانی سے چند کوس دور مردش کے قلعہ نامکان کے ایک کمرے کے سامنے بیٹھی ہوئی تھیں۔

ایک خادمہ نے دروازہ کھول کر اندر جھانکتے ہوئے کہا: "سہیل آگیا ہے۔"

یاسمین نے مضطرب ہو کر کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا: "ابا جان نہیں آئے؟"

"نہیں سہیل کہتا ہے کہ ابھی کچھ عرصہ وہ مدائن میں رہیں گے۔"

ماہ بانو نے کہا: "اُسے یہاں لے آؤ۔"

خادمہ واپس چلی گئی اور یاسمین نے ماہ بانو کی طرف متوجہ ہو کر کہا: "ابا جان وہاں کیوں تک

گئے ہیں؟ انہوں نے پیغام بھیجا تھا کہ وہ بہت جلد آجائیں گے۔ میں ان کی صحت کے متعلق

پریشان ہوں۔"

ماہ بانو نے کہا: "تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ ہمیں ابھی معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیوں

نہیں آئے۔ بیٹھ جاؤ۔"

یاسمین بیٹھ گئی۔

تھوڑی دیر بعد سہیل کمرے میں داخل ہوا اور چند قدم دور مقبض کی حالت میں اُن کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ بہت ڈبلا ہوا چٹا اور اُس کے چہرے کی لدا اسی شکست اور ناکامی کے احساس کی ترجمانی کر رہی تھی۔ وہ اپنی جیب سے ایک خط نکالتے ہوئے آگے بڑھا اور یاسمین کو پیش کرتے ہوئے بولا: آپ کے آبا جان کی خواہش ہے کہ آپ مدائن پہنچ جائیں۔ یان کا خط ہے۔

یاسمین خط کھل کر پڑھنے میں مصروف ہو گئی۔

ماہ بانو نے کہا: سہیل تم کھڑے کیوں ہو بیٹھ جاؤ؟

وہ جھجکتا ہوا ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ یاسمین نے خط پڑھنے کے بعد ماہ بانو کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: آبا جان نے ہم دونوں کو مدائن بلا دیا ہے۔ میرے خدشات بے بنیاد نہ تھے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ میں صحت کی خرابی کے باعث سفر نہیں کر سکتا۔ پھر وہ سہیل کی طرف متوجہ ہوئی: سہیل! خدا کے لئے مجھے ٹھیک ٹھیک بتاؤ وہ کیسے ہیں؟ انہوں نے جس کی جنگ کے بعد یہ لکھا تھا کہ مجھے ہتھوڑی زخم آیا ہے۔ پھر ان کا پیغام آیا تھا کہ مدائن کے حالات ایسے ہیں کہ میں کچھ عرصہ گھر نہیں آ سکتا۔ اس کے بعد ہمیں یہ اطلاع ملی تھی کہ انہوں نے اپنا لشکر مہران کی افواج کے ساتھ بھیج دیا ہے لیکن وہ بذات خود جنگ میں حصہ نہیں لے سکیں گے۔ اور میں نے دس دن ماہ بانو سے کہا تھا کہ ان کی طبیعت ٹھیک ہوتی تو وہ کسی حالت میں بھی جنگ کے میدان سے دور رہنا پسند نہ کرتے۔ یوب کی جنگ سے واپس آنے والے سپاہیوں نے مجھے یہ تسلی دینے کی کوشش کی تھی کہ ان کا زخم طبیعت ٹھیک ہو رہا ہے۔ لیکن مجھے اُن کی باتوں سے یہ محسوس ہوا تھا کہ وہ مجھ سے کوئی بات چھپا رہے ہیں۔ سہیل! تم خاموش کیوں ہو؟ یا تو وہ کیسے ہیں؟

سہیل نے جواب دیا: یہ درست ہے کہ اُن کی صحت ابھی نہیں۔ لیکن یوب کی جنگ میں شریک نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ مدائن کے اُمراء میدان جنگ کی بجائے مدائن میں اُن کی خدمات کی زیادہ ضرورت محسوس کرتے تھے۔ اگر وہ وہاں نہ ہوتے تو رستم اور فیروز ان کے باہمی اختلافات کے باعث مدائن میں قتل کی جگہ کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ ان کی مصالحت میں اُن کی ذاتی کوششوں کو

بڑا دخل ہے۔ پھر یوب میں ہمارے لشکر کی تباہی کے بعد ایران کے لئے ایک نیا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ اہ عوام اور اُمراء یہ غم سے گھرا رہے ہیں کہ موجودہ حالات میں ایران کی حکومت ایک کمزور عدوت کے ہاتھ میں نہیں ہونی چاہیے۔ لہذا ایران میں یزید گرد کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی ہیں اور رستم اور فیروز ان نے آپ کے آبا جان سے یہ کہا ہے کہ جب تک یزید گرد کی تاج پوشی نہیں ہو جاتی آپ کو مدائن میں ہی قیام کرنا چاہیے اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہیں مدائن میں کوئی اہم ضرورتی سونپ دی جائے۔

یاسمین نے کہا: یہ سچ کہہ اُن کی صحت زیادہ خراب تو نہیں۔ تم نے انہیں چلتے پھرتے دکھایا ہے؟ سہیل نے جواب دیا: مجھے صرف اُن سے یہ حکایت ہے کہ وہ آرام نہیں کرتے۔ وہ اگر صبح کے وقت رستم کے ساتھ ہوتے ہیں تو دوپہر کے وقت فیروز ان کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ پھر کادھی رات تک مدائن کے دوسرے اُمراء کے ساتھ اُن کی ملاقاتیں جاری رہتی ہیں۔ طبعی یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ چند دن آرام سے گھر بیٹھ سکیں تو ان کی صحت ٹھیک ہو جائے گی لیکن ان کا جواب یہی ہوتا ہے کہ جب تک مجھے ایران کے مستقبل کے متعلق اطمینان نہیں ہوتا مجھے آرام نصیب نہیں ہو گا۔

یاسمین نے کہا: میں فوراً مدائن پہنچ چاہتی ہوں۔ اگر مجھے تمہاری تھکاوٹ کا احساس نہ ہوتا تو میں بھی وقت روزانہ ہوجاتی۔

سہیل نے جواب دیا: میرے چند ساتھی اپنے اپنے گھر چلے گئے ہیں۔ وہ کل شام تک واپس آ جائیں گے اور ہم پھر صبح علی الصبح یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ پھر وہ ماہ بانو کی طرف متوجہ ہوا: میں آپ کے لئے بھی ایک اہم خبر لایا ہوں۔ آپ کے بھائی کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ قید میں ہیں۔

کہاں؟ ماہ بانو نے مضطرب ہو کر سوال کیا۔

مدائن میں۔ انہیں رستم کے حکم سے قید کیا گیا تھا۔

یاسمین نے آنکھوں میں آنسو لاتے ہوئے پوچھا: اور آبا جان نے اُس کی سالانہ کوشش

تو دگر بارے عقب میں پہنچ گئے تھے۔ میں نے دجلہ اور فرات کی طغیانیاں دیکھی ہیں لیکن یہ
سیلاب ان سے کہیں زیادہ ہولناک تھا۔ مجھے اب بھی یقین نہیں آتا کہ ہم شکست کھا چکے ہیں
مجھے بویب کے میدان میں طلوع آفتاب سے لے کر غروب آفتاب تک کے تمام واقعات ایک
بسیانک خواب معلوم ہوتے ہیں۔ ہمارے لشکر کے جو پانچ سو سوار یہاں سے گئے تھے ان میں سے
صرف پونہ سٹھ آدمی زندہ واپس آئے ہیں اور ان میں سے بھی بیس کے قریب زخمی ہیں۔ میرا زندہ بچ
نکلنا بھی ایک معجزہ تھا۔ ہم میدان سے نکلے تو دشمن کا ایک گروہ ہمارے پیچھے تھا۔ ہم نے اچانک
پلٹ کر حملہ کیا اور چند سوار گرا دیے لیکن اس کے بعد دشمن کا جوابی حملہ اس قدر شدید تھا کہ ان کی
آن میں میرے ساتھیوں کے پاؤں اٹھ گئے۔ انہوں نے اپنی جانیں بچانے کے لئے دریا میں کودنے
کی کوشش کی لیکن کئی سواروں کے گھوڑے دلدل میں پھنس گئے۔ میں نے انہیں کنارے کی
دلدل سے نڈر رہنے کا حکم دیا لیکن اچانک میرے گھوڑے کی اگلی ٹانگیں کچھڑیں دھنسن گئیں اور
وہ اٹ گیا۔ میں قلابازی کھا کر گر کر تو کچھ دیر مجھے اپنے گرد پیش کی کوئی خبر نہ تھی۔ پھر جب ہوش آیا
تو ایک سوار کا نیزہ میری گردن چھو رہا تھا۔ اُس کے ہاتھ کی ایک جنبش مجھے موت سے جھکا کر
سکتی تھی۔ میں سوار کی بجائے نیزے کے پیل کی طرف دیکھ رہا تھا جو خون میں ڈوبا ہوا تھا پھر
نا معلوم اُس کے جی میں کیا آئی کہ اُس نے اچانک اپنا نیزہ ایک طرف کرتے ہوئے پوچھا "تم کون
ہو؟" میں نے نفرت سے ہونٹ نہ پھینچ لئے۔

وہ اچانک نیزہ زمین میں گاڑ کر گھوڑے سے کود پڑا اور مجھ پر بھٹکے ہوئے بولا۔ "تم زخمی
ہو؟ درد نہیں؟ ہم تمہارا دلنے والوں کو قتل نہیں کرتے۔" اُس کی آواز میں غصے سے زیادہ گھبراہٹ
تھی۔ گھوڑے سے گوتے وقت میں اپنے طوے محروم ہو چکا تھا۔ اُس نے اپنے ہاتھ سے میری
پیشانی پر کھیرے ہوئے بال ایک طرف ہٹا دیے۔ مجھے خیال آیا وہ یا تو مجھے قتل کرنے سے
پہلے میرے دل میں زندگی کی امید پیدا کرنا چاہتا ہے اور یا یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ اگر مجھے ظلم
بنایا جائے تو میں کتنا رازہ ثابت ہو سکتا ہوں۔ میں نے اپنا خنجر نکالنے کی کوشش کی لیکن اچانک

نہیں کہ؟

وہ یہ کہتے ہیں کہ ابھی رستم کے سامنے اُن کی رہائی کا مطالبہ پیش کرنے کا وقت نہیں آیا تاہم
انہیں یقین ہے کہ ایران کے نئے شہنشاہ کا پہلا حکم زنجبخت کی رہائی کے متعلق ہوگا۔
ماہ بانو کی آنکھوں سے آنسو چھلک رہے تھے۔ اُس نے بڑی شکل سے اپنی سسکیاں ضبط
کرتے ہوئے کہا: "مجھے یقین تھا کہ میرا بھائی غرار نہیں ہوا۔ لیکن رستم نے اُسے کس جرم میں قید کیا ہے؟"
سہیل نے جواب دیا: "مجھے معلوم نہیں۔ یا ہمیں کے آبا جاب نے اس وقت زنجبخت کا ذکر
کیا تھا جب میں گھوڑے پر سوار ہوا تھا اور جب نے اُن سے وجہ دریافت کرنے کی کوشش کی تو
اُنہوں نے مجھے یہ کہہ کر خاموش کر دیا تھا کہ اب باتوں کا وقت نہیں۔ تم جاؤ اور اُس کی بہن کو تسلی دو
کہ وہ بہت جلد رہا ہو جائے گا۔"

کمرے میں کچھ دیر خاموشی چھائی رہی۔ بالآخر ہمیں نے کہا: "جب بویب کے میدان میں پہلے
لشکر کی شکست کی خبر آئی تھی تو مجھے یقین نہیں آتا تھا۔ ماہ بانو یہ کہا کرتی تھی کہ اگر شمشاد کا سپہ سالار
مشق ابی حارثہ ہے تو ہمیں بدترین خبریں سننے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ لیکن بویب میں ایرانی
لشکر کی تباہی کی خبریں اُسے بھی ناقابل یقین معلوم ہوتی تھیں۔"

سہیل نے اپنے چہرے پر ایک غموم مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا: "مجھے اب بھی یہ یقین
نہیں آتا کہ ہم شکست کھا چکے ہیں اور ہماری جیتر فوج تباہ ہو چکی ہے۔"
یاہیں نے پوچھا: "کیا یہ درست ہے کہ دشمن کی تعداد بہت کم تھی؟"

سہیل نے جواب دیا: "اگر میں غائب خود وہاں نہ ہوتا اور کوئی دوسرا مجھے یہ اطلاع دیتا
کہ اُن کی تعداد بارہ تیرہ ہزار سے کسی صورت زیادہ نہیں تھی اور ایران کے سپاہیوں کی جو
لائشیں بویب کے میدان میں بکھری ہوئی ہیں اُن کی تعداد دشمن کی مجموعی تعداد سے کئی گنا زیادہ
ہے تو میں اُس کا منہ فوج لیتا۔ لیکن میں یہ تباہی اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔ وہ انسان نہیں
تھے انہیں نے ہمارے ہاتھوں کو ترتر کر دیا تھا۔ وہ ہمارے نیزوں اور تلواروں کی دھاری

میری نگاہیں اُس کے چہرے پر مرکوز ہو کر رہ گئیں اور میری ہمت حجاب دے گئی۔
اُس نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟

لیکن پشیز اس کے کہیں اُسے کوئی جواب دے سکا۔ قریب ہی گھنٹی جھلنے کی آواز
سے ایک ہاتھی نکلا اور چھوڑا ہوا ہماری طرف بڑھا۔ ایک آنکھ جھپکنے میں وہ آدمی
اپنے گھوڑے پر کود پڑا اور اپنا نیزہ اٹھا کر ہاتھی پر حملہ کر دیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ اس کا نیزہ
ہاتھی کی سونڈ میں پڑ گیا۔ اُس کا برق رفتار گھوڑا کتر کر ایک طرف نکل گیا ہے
ہاتھی نے مڑ کر اس کا بچھا کیا اور وہ کھلے میدان کی طرف نکل گئے۔ میں اٹھ کر بھاگا۔ دیکھ کے
کنارے جھاڑیوں میں چھپ کر اپنی زندہ آدھی اور دریا میں کود پڑا۔ منجھڑا کے قریب پہنچ کر
میں نے دیکھا کہ دشمن کے جو سوار میرے ساتھیوں کے تعاقب میں آگئے نکل گئے تھے وہیں
آدھے تھے اور کنارے پر میری تہاش شروع ہو چکی تھی۔ پھر جب میں دیا کے دوسرے کنارے
پہنچا تو انہیں شام کی سیاہی پھیل رہی تھی۔

یہاں سے سوال کیا: تمہارا مطلب ہے کہ اس سولہ نے تمہاری جان بچانے کی کوشش کی تھی؟
ہیل نے جواب دیا: مجھے یقین ہے کہ اگر وہ ہاتھی پر حملہ نہ کرتا تو میری ہلاکت یقینی
تھی۔

اور جب تم نے خنجر نکالنے کا ارادہ کیا تھا تو اس کا چہرہ دیکھ کر تمہاری ہمت جواب
دے گئی تھی؟

ہاں اور اس کی آواز نے بھی مجھے بہت متحیر کیا تھا۔

یہاں سے پوچھا: لیکن اس کی وجہ؟

ہیل نے جواب دیا: اگر میں اپنے دل کو یہ فریب دے سکتا کہ میرا بھائی مسلمانوں کے
شکر میں شام ہو چکا ہے تو اس آدمی کی صومت دیکھنے وہ اس آدمی کی آواز سننے کے بعد مجھے
سبے اختیار اُس کے ساتھ لپٹ جانا چاہیے تھا۔

ماہ بانو خاموشی سے اُن کی گفتگو سن رہی تھی اور اُس کے چہرے پر کئی رنگ آنچکے تھے۔
جب ہیل اُس کی طرف متوجہ ہوا تو وہ اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر سسکیاں لینے لگی۔
ہیل نے کہا: میں آپ کو وصلے سے کام لینا چاہیے۔ یوہب کی جگہ ہماری انہی جگہ
نہیں۔ ہم نے ایک خطرناک دشمن کو حقیر سمجھنے کی سزا پائی ہے۔ لیکن اب پورا ایران دشمن کے مقابلے
کو اٹھ کھڑا ہو گا اور ہم اس شکست کا انتقام لے سکیں گے۔

ماہ بانو نے اپنی گدن اٹھائی۔ آنسوؤں سے بھیگی ہوئی نگاہوں سے ہیل کی طرف دیکھا اور
لڑتی ہوئی آواز میں کہا: اس کا نیزہ تمہاری گدن کے قریب پہنچ کر رگ گیا تھا اُس کی شکل اور
آواز تمہارے بھائی سے ملتی تھی۔ اُس نے تمہاری پشانی پر پڑانے زخم کا نشان دیکھنے کی کوشش کی
تھی اور اُس نے تمہیں بچانے کے لئے ہاتھی پر حملہ کر دیا تھا اور اس کے باوجود تم یہ نہ سمجھ سکے کہ وہ
کون تھا؟

”کاش مجھے معلوم ہو سکتا کہ وہ کون ہے۔ اُس کے چہرے پر نگاہ ڈالتے ہی میرے حواس گم ہو
گئے تھے اور اُس کی آواز بھی میرے بھائی کی آواز سے مختلف نہ تھی۔ مجھے یقین ہے کہ یہ میرا وہم تھا۔
لیکن اس کے باوجود مجھے بار بار خیال آتا ہے کہ کاش ہاتھی اچانک حملہ نہ کرتا اور میں اُسے اچھا علاج
دیکھ لیتا۔ اب مجھے وہ لمحہ ایک خواب محسوس ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ گھوڑے سے گرنے کے بعد
مجھے ایسی طرح ہوش نہ آیا ہو۔ لیکن میرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں کہ ایک مسلمان نے
مجھے قتل کرنے کی بجائے میری جان بچانے کی کوشش کیوں کی تھی؟

ماہ بانو کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا اور اُس نے کرب انگیز بے میں کہا۔

”وہ تمہارا بھائی تھا ہیل۔ لیکن اُسے یہ معلوم نہ تھا کہ تم زندہ ہو۔“

ہیل دیر تک پھٹی پھٹی آنکھوں سے ماہ بانو کی طرف دیکھتا رہا۔

بالآخر یہاں سے کہا: تمہارا مطلب ہے کہ ہیل کا بھائی زندہ ہے اور وہ مسلمانوں کے

ساتھ شامل ہو چکا ہے۔

”اے ماہ بانو نے آنسو پونچھے ہوئے جواب دیا۔ وہ زندہ ہے اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ وہ مسلمان ہو چکا ہے۔ زرنجبت کو بھی یہ معلوم تھا۔ لیکن لاش اُس کی دشمنی جنگ کے میدان تک محدود رہ سکتی۔“

ہیمل اور یاسمین دم بخود ہو کر ماہ بانو کی طرف دیکھ رہے تھے اور کچھ دیر کے بعد اُس کی دہلی دہلی سسکیوں کے سوا اور کوئی آواز نہ تھی۔ پھر وہ ہیمل کی طرف متوجہ ہوئی۔ ہیمل ہیر سے بھائی کو معاف کر دو۔ اب حالات نے اُسے مظلوم بنا دیا ہے اور میں بھی تم سے معافی مانگتی ہوں۔

ہیمل کے نزدیک ماہ بانو اور زرنجبت اُن لوگوں میں سے تھے جو کوئی بُرائی یا فطلی نہیں کر سکتے تھے۔ اُس نے بری شکل سے کہا: ”آپ نے مجھے بتایا تھا کہ جب آپ دیا جو رکھ دی تھیں تو کسی مُسلمان نے آپ کا پیچھا کیا تھا کیا یہ ہو سکتا ہے کہ وہ نیز لھائی ہو۔ اگر یہ بات تھی تو آپ مجھے بتا سکتی ہیں۔ اب میری زبان سے آپ اپنے باپ کے قاتل کا ذکر نہیں سنیں گی۔“

”وہ میرے باپ کا قاتل نہیں تھا ہیمل آ۔“

لیکن اُس نے آپ کا تعاقب کیا تھا اور میرے لئے یہ بھنا مشکل نہیں کہ اُس وقت اُن کی کیا حالت ہوگی۔ آپ مجھ سے یہ بات اس لئے چھپاتی رہی ہیں کہ مجھے صدمہ ہوگا لیکن میرے لئے آپ کے آنسوؤں سے زیادہ اور کوئی بات تکلیف دہ نہیں ہو سکتی۔“

ماہ بانو نے کرب انگیز لہجے میں کہا: ”میرے آنسو اس انسان کے لئے ہیں جو بہت رحم دل اور بہت نیک تھا۔ ہیمل! تم اپنے بھائی پر فخر کر سکتے ہو اور میں بھی اس بات پر نادم نہیں ہوں کہ کبھی میں بھی اُسے جانتی تھی۔ وہ میرے باپ اور بھائی کا دشمن بن کر نہیں آیا تھا۔“

ہیمل کے چہرے سے اچانک حُزن و ملال کے بادل پھٹ گئے اور اُس نے جی ہو کر کہا: ”بہن خدا کے لئے مجھے سارے واقعات سنائیے۔“

ماہ بانو نے یاسمین کی طرف دیکھا اور بولی: ”اب میں تم سے بھی کوئی بات نہیں چھپا سکتی لیکن یہ وعدہ کرو کہ تم مجھ سے نفرت نہیں کرو گی۔“

اور یاسمین نے پیار سے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ”میری بہن! اس دنیا میں اس سے زیادہ بد قسمت کون ہو سکتا ہے جو تم سے نفرت کر سکے۔“

ماہ بانو نے مختصر لکھائی سے فرار ہونے کے واقعات سنائے۔ پھر جب ہیمل اُٹھ کر مہمان خانے میں چلا گیا تو ماہ بانو، یاسمین کے اُن گنت سوالات کے جواب میں اپنی سرگزشت کی تفصیلات بیان کر رہی تھی۔



چند دن بعد صبح کے وقت ہیمل اور اس کے ساتھی دھند کا پل عبور کرنے کے بعد واٹن کے بالمقابل پہر خیر میں داخل ہوئے۔ راستے میں انہیں یہ اطلاع ملی کہ قریبی نزد گرد واٹن پہنچا ہے اور اُمراءِ سلطنت نے ملکہ پوران کا آج اُس کے سر پر رکھ دیا ہے۔ یاسمین کو اپنے باپ کے متعلق تشویش تھی۔ اس لئے اُس نے راستے کی چار منازل دو دن میں طے کی تھیں۔ جب وہ پُر دہلی سڑکوں اور بازاروں سے گزرتے ہوئے لڑ بڑکے محل کے قریب پہنچے تو ڈیڑھ گھنٹہ کا دھواڑہ بند دیکھ کر یاسمین کا دل جھٹ گیا۔ وہ گھوڑے سے اتر پڑے اور ہیمل نے آگے بڑھ کر بھاری دروازے پر ہاتھ مارے ہوئے کہا: ”دروازہ کھولو! اندر سے زنجیر کی کھڑکھڑاہٹ سنائی دی۔ دروازہ کھلا اور پیردار مخموم نکلا ہوں سے اُن کی طرف دیکھنے لگے۔“

ہیمل نے پوچھا: ”کیا بات ہے؟ تم نے دروازہ کیوں بند کر رکھا ہے؟ آقا کہاں ہیں؟“

عمر رسیدہ لوگ نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا: ”تمہیں اطلاع نہیں ملی؟ ہم نے اسی دن دو آدمی دروازہ کر دئے تھے۔“

”کون سے آدمی؟“

لوگ نے ہیمل کو جواب دینے کی بجائے آبدیدہ ہو کر یاسمین کی طرف دیکھا اور کہا: ”آپ کے آبا جنان فوت ہو چکے ہیں۔“

ماہ بانو نے جلدی سے آگے بڑھ کر یاسمین کا بازو تھام لیا۔ وہ چند ثانیے کے عالم

میں کھڑی رہی اور پھر چھین مالتی ہوئی ماہ بانو سے پٹ گئی۔

تھوڑی دیر بعد وہ مکان کے کشادہ کمرے میں بیٹھی سسکیاں لے رہی تھی اور سردش کا
بڑھا کر سہیل کے ساتھ دروازے کے قریب کھڑا نہیں بتا رہا تھا۔ سہیل کو آپ کی طرف مدد مان
کرنے کے بعد ان کی طبیعت ٹھیک ہو رہی تھی۔ طیب بھی یہی کہتے تھے کہ اب انہیں کئی مصلوہ نہیں۔
یکس پانچ دفن بعد انہوں نے آدمی مات کے وقت آواز دی۔ میں بھاگتا ہوا ان کے کمرے میں
داخل ہوا تو وہ بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ میں نے ایک آدمی طیب کی طرف دوڑا دیا لیکن وہ
اُس کی آمد سے پہلے ٹھنڈے ہو چکے تھے۔ میں نے اُسی وقت دو آدمی اصفہان روانہ کر دیے
تھے لیکن آپ شاید ان کے پہنچنے سے پہلے روانہ ہو چکی تھیں۔ میں یہ امید نہ تھی کہ آپ اتنی جلدی
یہاں پہنچ جائیں گی۔

سہیل بے حس و حرکت کھڑا تھا۔ ماہ بانو نے اُس کی طرف متوجہ ہو کر کہا: سہیل! بیٹھے جاؤ۔
وہ ایک کمری پر بیٹھ گیا۔ یامین کی یہ حالت تھی کہ وہ تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو جاتی لیکن پھر
اچانک اس کی سسکیاں دہلی پھجوں میں تبدیل ہو جاتیں اور اُس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا
ایک نیا سیلاب بہہ نکلتا۔

سہیل کا دل پساجار ہوا۔ وہ اُسے تسلی دینا چاہتا تھا لیکن کوشش کے باوجود وہی اصطلاح کی زبان پر آئے۔
ماہ بانو نے اپنے اسٹروپوٹھتے ہوئے کہا: میری بہن لب ہالے نے ممبر کے سرا کوئی چاہہ نہیں۔
اور اس نے دھڑکیں مار مار کر دتے ہوئے جواب دیا: ماہ بانو اب دنیا میں میرا کوئی نہیں
رہا۔ اب میں کہاں جاؤں گی۔ میں کیا کروں گی۔

سہیل کی قوت برداشت جواب دے چکی تھی۔ اُس نے بھڑائی ہوئی آواز میں کہا: یامین!
میں آپ کا بھائی ہوں۔

اُس نے دُکھ سے یامین سے مخاطب ہو کر کہا: بیٹی! آؤ کی موت کی خبر سن کر رستم اور فیروز ان
بھی یہاں آئے تھے اور انہوں نے مجھے تسلی دی تھی کہ تمہارا خیال رکھیں گے۔

باب ۲۵

ایک دوپہر رستم فرج کے مستقر کا معائنہ کرنے کے بعد واپس آ رہا تھا۔ چار مسلح سوار اُس کے
ساتھ تھے۔ جب وہ اپنی قیام گاہ کے دروازے پر پہنچا تو ماہ بانو نے اچانک آگے بڑھ کر اُس کا راستہ
دوک یا اور اُس کے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہا: فرخ زاد کے بیٹے! تم میری فریاد سننے بغیر
آگے نہیں جا سکتے۔ رستم نے اپنا کمر باندھ لیا لیکن لڑکی کے چہرے پر نگاہ ڈالتے ہی اُس نے اپنا
ہاتھ نیچے کر لیا۔ دروازے سے دوپہر بھاگ کر آگے بڑھے اور انہوں نے ماہ بانو کو پکڑ کر رستم کے
راستے سے ہٹانے کی کوشش کی۔ لیکن اُس نے گھوڑے کی باگ نہ چھوڑی۔

رستم نے گرجی ہوئی آواز میں کہا: ٹھہرو!

پہرے دار سہم کر ایک طرف ہٹ گئے۔

”تم کوئی پروا رستم نے ماہ بانو سے پوچھا۔

”میں زنجبخت کی بہن ہوں۔ میں تمہیں آپ کے دروازے پر دستک دے چکی ہوں لیکن

آپ کے نوکر دوں نے مجھے اندب جاننے کی اجازت نہیں دی۔

”میرے نوکر دوں کو معلوم ہے کہ میرے پاس گناہم عورتوں کے ساتھ باتیں کرنے کے لئے وقت

نہیں۔ زنجبخت کون ہے؟

”وہ ایک بے گن و قیدی ہے۔“

سکتی تھی۔ اگر کسی کی بیوی قاتلوں کے ساتھ شامل ہو جائے تو اُس کو کون بچا سکتا ہے۔ مجھے
 سلسلے حالات معلوم نہیں تاہم میں پُرس سے یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ میرا بھائی بے گناہ تھا۔
 رستم نے جواب دیا: تم ایک بہن کے ذہن سے سوچتی ہو اور میری بد قسمتی یہ ہے کہ میں صرف
 ایران کے سپہ سالار کے ذہن سے سوچ سکتا ہوں۔ تم اُس کے ہزاروں جرائم پر پردے ڈال
 سکتی ہو لیکن میرا اس کی معمولی لغزش بھی معاف نہیں کر سکتا۔

”آپ اُسے اس لئے معاف نہیں کر سکتے کہ وہ آپ کے باپ کو قتل ہونے نہ بچا سکا۔
 لیکن آپ حادثہ کے اُن اُمراء اور کارکنوں کو کیا سزا دیں گے جو اُسے ایک مغرور اور خود پسند شہزادی
 کے ساتھ شادی کرنے زور دے سکے؟“

”اگر ان میں سے کسی نے میرے باپ کی حفاظت کی ذمہ داری قبول کی ہوتی اور پھر مجھے یہ معلوم
 ہوتا کہ وہ مجھے کے وقت تمہارے بھائی کی طرح شرب سے مہوش تھا تو میں اُس کے ساتھ بھی یہی
 سلوک کرتا۔ اور تم نے شاید ابھی تک یہ سوچنے کی کوشش نہیں کی کہ فرخ زلو صرف میرا باپ ہی نہیں
 تھا بلکہ ایران کی سلطنت کا ذریعہ بھی تھا۔“

ماہ بانو نے کہا: ”کیا اس سلطنت پر اس خاندان کا کوئی حق نہیں جس کی نسلیں اس کے لئے
 قربانیاں دے چکی ہیں؟“

رستم نے جواب دیا: ”اگر تم کسی ایسی قربانی کا ذکر کرنا چاہتی ہو جس کا صلہ تمہارے خاندان کو
 نہیں دیا گیا تو میں سننے کے لئے تیار ہوں۔“

ماہ بانو نے کرب انگیز لہجے میں کہا: ”میرا دادا ان سپاہیوں کے ساتھ تھا جو ایران کا پرچم
 انطاکیہ کے دروازے تک لے گئے تھے۔ میرا باپ اس لشکر کے ہراول میں تھا جو بحیرہ روم کے
 ساحل تک پہنچ گیا تھا اور میرا بھائی ان جانباڑوں کا ہم رکاب تھا جو ارمیاہ کے میدان میں رومیوں
 کے سامنے سینہ سپر ہوئے تھے۔ کاش آج ایران کی مٹی کو تو تباہی گویائی عطا ہو سکتی اور وہ آپ کو
 یہ بتا سکتی کہ آپ جس خاندان کا آخری چراغ بجھانے پر تھے ہوئے ہیں اس کی قربانیاں کیا ہیں؟“

رستم نے قد سے نرم ہو کر کہا: ”ہر قیدی کی بہن اپنے بھائی کو بے گناہ سمجھتی ہے۔“
 ماہ بانو نے کہا: ”میرا بھائی آپ کے باپ کا محافظ تھا۔“

رستم نے اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا: ”اسے اندسے آؤ!“
 تھوڑی دیر بعد ماہ بانو عمل کے ایک کشادہ اور بیش قیمت ساز و سامان سے کراست کرے
 میں رستم کے سامنے کھڑی تھی۔

رستم نے کہا: ”میں تمہارے بھائی کے متعلق بد میں گفتگو کروں گا۔ پہلے یہ بتاؤ تمہیں یکے
 معلوم ہوا کہ وہ قید میں ہے؟“

”ایک بہن اپنے بھائی کی مصیبت سے بے خبر نہیں رہ سکتی۔ مجھے سوش نے یہ پیغام بھیجا تھا
 کہ اُسے آپ کے حکم سے قید کیا گیا ہے۔“

”سوش کو کس نے بتایا تھا؟“
 ”اگر وہ زندہ ہوتا تو آپ اُس سے پوچھ سکتے تھے۔“
 ”تم سوش کو کیسے جانتی ہو؟“

”وہ فریبرز کا داماد تھا۔ فریبرز میرے باپ کا دوست تھا اور مجھے اپنی بیٹی سمجھتا تھا۔“

رستم نے کہا: ”تمہارے بھائی کا جرم صرف یہی نہیں کہ اس کی وجہ سے میرا باپ قتل ہوا تھا
 بلکہ اُس کی غفلت اور کوتاہی نے پورے ایران کے لئے تباہ کن حالات پیدا کر دیے تھے۔ اگر وہ
 فرض شناسی کا ثبوت دیتا تو آؤ میری سخت اپنی سازش میں کامیاب نہ ہوتی۔ یہ اُس کی غوش قسمتی ہے
 کہ اُس کے لئے صرف قید کی سزا کافی سمجھ لی گئی ہے۔ درہ اُسے موت کی سزا ملنی چاہیے تھی۔ میں ایک
 خوبصورت عورت کی آنکھوں میں آنسو دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ لیکن تمہیں یہ نہیں بھانا چاہیے کہ تمہارے
 آنسوؤں سے تمہارے بھائی کے جرم کی تلافی ہو سکتی ہے۔“

ماہ بانو کا چہرہ طعنے سے تھما اٹھا اور اُس نے کہا: ”میرا بھائی آپ کے باپ سے زیادہ برتر
 یا جبرہ کار نہیں تھا۔ اگر آؤ میری سخت انہیں فریب دے سکتی تھی تو میرے بھائی کو بھی بے وقوف بنا

”تم کچھ اور کہنا چاہتی ہو؟“

لہ بالو کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ اُس نے بڑی مشکل سے اپنی سسکیاں ضبط کرتے ہوئے جواب دیا: ”میں بہت کچھ کہنا چاہتی ہوں لیکن ابھی وقت نہیں آیا۔“
رستم نے کہا: ”میں تمہارے بھائی کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کے علاوہ اگر کوئی اور خواہش ہو تو وہ پوری ہو سکتی ہے۔“

”میں اپنے بھائی کا معاملہ اُس دن دیکھی توت کو سوچتی ہوں جو یابوسی کی تاریکیوں کو ٹھیک دشنی چلاکتا ہے۔ میں اس دن کا انتظار کروں گی جب دخترانِ پادشہ کی خاک سے اپنے آنسو کا حساب مانگ سکیں گی اور جب عدل و انصاف کے دروازوں پر ننگی تلواریں کے پہرے نہیں ہوں گے۔“

رستم نے تھلا کر پوچھا: ”یہ باتیں تم نے کہاں سے سیکھی ہیں؟“

”مجھے سلام نہیں، لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ اس دنیا میں کوئی مجھ سے زیادہ مظلوم ہو اور اُس نے زیادہ تاریکیوں میں بیٹھنے کے بعد زیادہ روشنی کی فتاکِ ہواد میں نے آپ کے سامنے اُس کے افکار دہرا دیے ہوں۔“

”تمہارا نام؟“ رستم نے سوال کیا۔

”ایلان کے سپہ سالار ایک مظلوم اور بے میں محبت کے نام سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔“

”ہو سکتا ہے کہ میں مظلومیت کا احساس کم کرنے میں تمہاری مدد کر سکوں۔“

”جب تک میرا بھائی قید میں ہے میرا احساس کم نہیں ہوگا۔“

”یہی تمہیں کسی خوش فہمی میں مبتلا کرنا پسند نہیں کرتا۔ اُسے بھول جاؤ۔ اس کے بعد میں سوچوں گا کہ تمہارے لئے اور کیا کر سکتا ہوں۔“

لہ بالو نے گردن اٹھا کر رستم کی طرف دیکھا اور کہا: ”آپ مجھ پر صرف ایک احسان کر سکتے

ہیں۔“

کہو۔“

”آپ کسی کو یہ باتیں کر رہی تھیں کہ بہن آپ کو اپنی مظلومیت کی داستان سنانے آئی تھیں۔ یہ کہہ کر لہ بالو دروازے کی طرف ہٹ گئی۔
”مہربان! رستم نے گرجتی ہوئی آواز میں کہا۔
”لہ بالو مڑ کر دیکھنے لگی۔“

”تم کہاں رہتی ہو؟“

”آپ کو یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ اور اگر آپ ایران کے لئے میری طرف سے کوئی خطہ محسوس کرتے ہیں تو میں یہیں سے قید خانے میں جانے کے لئے تیار ہوں۔ آپ کے سپاہیوں کو میرا پیچھا کرنے کی ضرورت نہیں۔“

رستم کی قوت برداشت اچانک جواب دے گئی: ”یہ توقف لڑکی تم مجھے کیا بھتی ہو؟“
”یہ جگہ اس سوال کا جواب دینے کے لئے موزوں نہیں ہے۔ لہ بالو یہ کہہ کر باہر نکل گئی اور رستم ٹھٹھال سا ہر کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر اُس نے تالی بجاتی۔ ایک دھمکے سے میں داخل ہوا۔“

رستم نے کہا: ”تم اس لڑکی کے پیچھے جاؤ اور معلوم کرو کہ وہ کہاں رہتی ہے۔ اس کے بعد قید خانے کے داروغہ اور شہر کے کوتوال کو حاضر کرو۔ اور دیکھو لڑکی کو یہ شک نہیں ہونا چاہئے کہ تم اس کا پیچھا کر رہے ہو۔“

اور سلام کر کے باہر نکل گیا۔

لہ بالو آنسو بیاں ہوتی عمل سے باہر نکل تو باہر کوئی دو موزوں دروازے کے مڑ پر پہیل اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اُس نے مغموم بھی میں سوال کیا: ”رستم کیا کہتا ہے؟“

لہ بالو نے آہ بھر کر جواب دیا: ”کچھ نہیں، کاش میں اُس کے پاس نہ آتی۔“

پہیل نے اُس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا: ”آپ کو یابوسی نہیں ہونا چاہئے۔ مجھے یقین ہے

کہ نزدیک رستم کی نسبت زیادہ رحم دل ثابت ہوگا۔“

ماہ بانو نے جواب دیا: اگر یاسین کا باپ زندہ ہوتا تو ممکن تھا کہ میں زندہ گم کے دربار تک نہ لائی
حاصل کر سکتی لیکن اب مجھے کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

وہ کچھ دیر خاموشی سے چلتے رہے۔ پھر سہیل نے ٹرک دکھا کر کہا: ایک آدمی رستم کے محل
سے ہمارا پیچھا کر رہا ہے۔ آپ ذاتی چلتے کی کوشش کریں۔ ہمیں ابھی معلوم ہو جائے گا۔

ماہ بانو نے اپنی رفتار تیز کر دی۔ تھوڑی دیر بعد سہیل نے دوبارہ ٹرک دکھا کر اب اس کی رفتار بھی
تیز کر چکی تھی۔

ماہ بانو نے کہا: تم میرے آگے چلو اور لگے چوک سے دائیں ہاتھ ٹھٹھک جاؤ۔
سہیل نے اُس کے حکم کی تعمیل کی۔ وہ چوک سے دائیں ہاتھ مڑنے کے بعد ٹرک کے کنارے
ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو گئے۔ پھر ان کا پیچھا کرنے والا افسر بہت آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا آگے
بڑھ گیا تو ماہ بانو نے سہیل سے کہا: اب واپس چلو۔

وہ دوبارہ چوراہے میں پہنچے تو فوجی انسپری واپس ٹرک ان کا پیچھا کرنے لگا۔ ماہ بانو اچانک
ٹنگ گئی اور جب قریب آگیا تو اُس نے اچانک ٹرک اُس کے چوسے پر قبضہ کر لیا اور نگاہ ڈالتے ہوئے
کہا: تمہیں ہمارے پیچھے غار ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم واپس جا کر رستم کو یہ بتا سکتے ہو کہ زنجبخت کی کچھ
فوج بڑے مکان میں رہتی ہے۔

چند ثانیے زو جان کے منہ سے کئی بات نہ نکل سکی۔ وہ بائیں ہاتھ مڑا اور بھاگتا ہوا غائب
کی بھیڑ میں غائب ہو گیا۔



ماہ بانو دو پہر کے وقت اپنے بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ سہیل بھاگتا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور
اس نے کہا: کاؤس آگیا ہے۔

ماہ بانو اٹھ کر بیٹھ گئی: کون؟ ہمارا ٹرک؟
"جی ہاں، میں دریا کے پل سے گزر رہا تھا کہ اُس نے مجھے آواز دی لیکن میں سمجھا کہ وہ سدا پھر

اُس نے میرا نام پوچھا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میں اُسے جانتا ہوں۔ وہ کئی دنوں سے ہمیں تلاش کر
رہا تھا۔

"وہ کہاں ہے؟" ماہ بانو نے مضطرب ہو کر پوچھا۔
"وہ برآمدے میں کھڑا ہے۔"

ماہ بانو اٹھ کر بھاگتی ہوئی باہر نکلی۔ چند ثانیے بعد وہ آنسوؤں اور مسکراہٹوں کے ساتھ اس
عمر رسیدہ نوکر کی طرف دیکھ رہی تھی جسے وہ چھاپا کہہ کر پکارا کرتی تھی۔ اُس نے کہا: مجھے تمہیں نہ بھلی کہ میں
تمہیں دوبارہ دیکھ سکوں گی۔ تم کب آئے ہو؟

"جی ہاں، کئی دنوں سے تمہیں تلاش کر رہا تھا۔ ایک دن میں نے سہیل کو پکلی پر سے گھڑتے
ہوئے دیکھا۔ لیکن یہ گھڑے پر سوار تھا اور میں اس کا راستہ نہ روک سکا۔ پھر کئی روز ماضی اور پھر
لی گھروں کی خاک چھاننے کے بعد میں نے یہ سوچا کہ کیا پل ہی ایک ایسی جگہ ہے جہاں میں کسی
جان پہچان کو تلاش کر سکتا ہوں۔ آج میری خوش قسمتی تھی کہ سہیل کے ساتھ ملاقات ہو گئی۔ وہ نہ میں
واپس جانے کا ارادہ کر رہا تھا۔"

"اب تم کہیں نہیں جاؤ گے۔"

کاؤس نے کہا: بیٹی! سہیل نے مجھے زنجبخت کے متعلق جو خبر سنائی ہے وہ بہت اہم
ہے۔ کاش میں یہاں رہ کر اُس کی کوئی مدد کر سکتا۔

"آؤ ہم اطمینان سے بیٹھ کر باتیں کریں گے۔"

وہ ایک کٹہرہ کمرے میں داخل ہوئے اور کاؤس ماہ بانو اور سہیل کے بعد پر اُن کے سامنے
ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ ماہ بانو نے اپنی سرگزشت سنانے کے بعد کاؤس سے اپنی بستی کا حال پوچھا۔
تو اُس نے جواب دیا: میں چند مہینوں سے وہاں نہیں جا سکا اور میری غیر حاضری کے دوران وہاں
کئی انقلاب آچکے ہیں۔ ایک سربہ مسلمانوں نے ہمارا علاقہ خالی کر دیا تھا اور ایرانی لشکر نے
ان عربوں پر بہت سختی کی تھی جنہوں نے سابقہ جنگوں میں مسلمانوں کے ساتھ تعاون کیا تھا۔ اس

کے بعد مسلمانوں نے دوبارہ وہاں قبضہ کر لیا تھا۔ لیکن میں وہاں جا نہیں سکا۔
”تم کہاں رہے ہو؟“

کاؤس نے جواب دینے کی بجائے ہیل کی طرف دیکھا اور کہا: ”بیٹا اگر تم بڑا نہ مانو تو تھوڑی دیر کے لئے باہر چلے جاؤ۔ چند باتیں ایسی ہیں جو میں صرف ماہ بانو سے کہہ سکتا ہوں۔
ہیل پریشان سا ہو کر اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

کاؤس نے کہا: ”میں نہیں حسان کے متعلق بتانا چاہتا ہوں۔ وہ تمہارا دشمن نہیں تھا۔ اُس نے مجھے زنجبت کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا تھا کہ اگر تم واپس آ جاؤ تو تمہارا علاقہ تمہیں واپس مل جائے گا۔ لیکن بد قسمتی سے زنجبت کا دل اس کے متعلق صاف نہ ہو سکا۔ میں نے بڑی مشکل سے اُسے ایک ٹیڈ اڈ میں تلاش کیا تھا۔ اب میں یہ بتانے آیا ہوں کہ جب تم اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ دریا عبور کر رہی تھیں تو اُس نے کسی بُرے مارے سے تمہارا پیچھا نہیں کیا تھا۔ وہ تمہارے باپ کے لئے اپنے لشکر کے امیر کی طرف سے مارے علاقے کی سرداری کی پیش کش لے کر آیا تھا۔ لیکن زنجبت کو شاید یہ غلط فہمی ہو گئی تھی کہ وہ اُسے گرفتار کرنے کے لئے آیا ہے۔“

ماہ بانو نے آبدیدہ ہو کر کہا: ”تمہیں حسان کی صفائی پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں جانتی ہوں کہ وہ ہمارا دشمن نہیں تھا اور وہ دنیا میں کسی کے ساتھ بھی بُرائی نہیں کر سکتا۔“

کاؤس نے کہا: ”یہی اگر تمہیں یہ باتوں کہ میں اپنا گاؤں چھوڑنے کے بعد اس کے پاس چلا گیا تھا تو تم کیا خیال کرو گی؟“

”میں یہ خیال کروں گی کہ تم ہم سے زیادہ خوش نصیب ہو۔“

”اور اگر میں یہ کہوں کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں تو؟“

”تو بھی میں یہی خیال کروں گی کہ شاید تم نے وہ روشنی دیکھ لی ہے جس کی تلاش میں قبیلوں اور قوموں کے قافلے بھٹک رہے ہیں۔ لیکن تم یہ باتیں ہیل کی موجودگی میں بھی کہہ سکتے تھے۔ اُسے معلوم ہے کہ اُس کا بھائی مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو چکا ہے۔ اُس کی حکومت اوسیت کے یہاں

میں ہوئی تھی۔“

کاؤس نے کہا: ”حسان نے مجھے بتایا تھا لیکن اُسے اس بات کا یقین نہیں تھا کہ ہیل نے بھی اُسے پہچان لیا ہے۔“

ماہ بانو بولی: ”اگر تم ہیل کے لئے آئے ہو تو میں اُسے روکنے کی کوشش نہیں کروں گی۔ کاؤس نے کچھ دیر سر جھکا کر سوچنے کے بعد ماہ بانو کی طرف دیکھا اور کہا: ”میں فرض کروں گا حسان بذاتِ خود یہاں آجائے تو تم اُس کے ساتھ کیا سلوک کرو گی؟“

ماہ بانو کی سانس اچانک تیز ہو گئی۔ اُس نے کہا: ”اگر وہ بیمار ہو تو میں اُس کی تیمارداری کروں گی اور اگر وہ زخمی ہو کر میرے پاس آئے تو اُسے پناہ دیتے وقت مجھے جس بات کی پروا نہیں ہوگی کہ وہ نے زمیں کے قلم درندے سے اس کا پیچھا کر رہے ہیں۔ لیکن ایک فاجر کی حیثیت سے اس کا خیر مقدم کرنا شاید میرے بس کی بات نہ ہو۔“

”فرض کرو اگر اس وقت میری جگہ وہ تمہارے سامنے موجود ہو تو تم کیا محسوس کرتی؟“
ماہ بانو کی ہنسیوں آنسوؤں سے بھر پور ہو گئیں اُس نے بھڑائی ہوئی آواز میں کہا: ”میں مجھ کو لگتی کہ میں ایک خواب دیکھ رہی ہوں۔ لیکن تم بار بار کیوں پوچھتے ہو؟ تمہیں معلوم ہے کہ میں اُس سے نفرت نہیں کر سکتی۔“

کاؤس نے کہا: ”تم اُسے دیکھنا چاہتی ہو؟“

ماہ بانو کی رگوں کا سارا خون سمٹ کر اُس کے چہرے پر آ گیا۔ اُس نے لرزتے کانپتے اور ہچکچاتے ہوئے سوال کیا: ”وہ کہاں ہے؟“

”وہ یہیں ہے بیٹا۔ وہ میرے ساتھ آیا تھا۔ اگر تم اُسے دیکھنا چاہتی ہو تو آج شام یا پھر کل صبح الصبار دریا کے کنارے پہنچ جاؤ۔ میں پل کے قریب تمہارا انتظار کروں گا۔ لیکن تمہارا باپ ایسا بڑا چاہیئے کہ لوگ تمہاری طرف متوجہ نہ ہوں۔“

ماہ بانو نے خوفزدہ ہو کر کہا: ”لیکن میری خاطر۔“ اُس نے کہا: ”خود دل نہیں سنا بیٹے

میرے ساتھ ہوگا۔ لیکن مجھے کچھ باؤ اُسے دائیں میں کوئی خطرہ تو نہیں؟
 کاؤس نے جواب دیا۔ وہ ایک سپاہی ہے اور ایک سپاہی کی کوئی بہم خطرے سے خالی
 نہیں ہوتی۔ لیکن تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہ جس قدر بہادر ہے اسی قدر محتاط
 ہے۔ اب مجھے اجازت دیجئے۔

ماہ بانو اس کے ساتھ کمرے سے باہر نکل۔ ہسپتال برآمدے میں ٹہل رہا تھا۔
 ماہ بانو نے کہا: ہسپتال اُسے ڈیوڈ جی سے باہر چھوڑاؤ؟
 "یہ مجھے پاس نہیں رہیں گے؟"
 "نہیں انہیں شہر میں کوئی کام ہے۔"



غروب آفتاب کے وقت ماہ بانو ہسپتال کے ساتھ دریا کے پل کے قریب پہنچی تو وہاں
 لوگوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ وہ پریشان ہو کر ادھر ادھر دیکھ رہی تھی کہ ایک ماہی گیر سر پر پھیلیں
 کی ٹوکری اٹھائے آگے بڑھا۔ اور کہا: آپ پھیل میں گی؟
 یہ کاؤس کی آواز تھی اور ماہ بانو بدحواس سی ہو کر اُس کی طرف دیکھنے لگی۔ اُس نے ٹوکری اُٹار
 کر ماہ بانو کو دکھاتے ہوئے کہا: یہ پھیلیں ذرا چھوٹی ہیں لیکن میں آپ کو بڑی پھیل بھی دے سکتا
 ہوں آپ کو ہماری کشتی تک جانا پڑے گا۔

"ماہ بانو نے کہا: چلو!"
 کاؤس سر پر ٹوکری رکھ کر اُن کے آگے بڑھا۔ لوگوں کی بھیڑ سے ذرا دور اگر ماہ بانو نے
 پوچھا: وہ کہاں ہے؟
 کاؤس نے سامنے چند کشتیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ہماری کشتی ان کشتیوں
 سے تھوڑی دور آگے کھڑی ہے۔
 "تمہاری کشتی؟"

تھا تمہیں معلوم نہیں اگر وہ پکڑا گیا تو اُس کے ساتھ کیا سلوک ہوگا؟
 "مجھے معلوم ہے۔ لیکن وہ تمہارے لئے یہاں نہیں آیا۔ اُس نے مجھے یہ بھی نہیں کہا کہ میں نہیں
 اس کا پتہ دوں۔ وہ صرف یہ سوچ کر ناپا ہوتا تھا کہ تم بخیریت ہو اور میں نے اس یقین اور اطمینان کے
 ساتھ تمہیں اس کے پاس لے جانے کی ذمہ داری قبول کی ہے کہ تم ہمیں گرفتار نہیں کر دو گی۔ اب مجھے
 اجازت دو۔ وہ میرا انتظار کر رہا ہوگا۔"

"لیکن تم نے کہا تھا کہ تم کئی دنوں سے ہمیں تلاش کر رہے تھے۔ وہ اتنے دن کہاں رہا ہے؟"
 "مجھے اس سوال کا جواب دینے کی اجازت نہیں۔ سب سے تمہارے لئے یہ جانا کافی ہے کہ
 وہ دائیں میں ہے کار نہیں تھا۔ اب اُس کا کام ختم ہو چکا ہے اور کل غروب آفتاب کے بعد وہ
 یہاں سے روانہ ہو جائے گا؟"

"اس کا مطلب ہے اگر آج ہسپتال سے تمہاری ملاقات نہ ہوتی تو وہ چلا پتہ کئے بغیر واپس چلا جاتا؟"
 "ہاں جی! یہ ایک مجبوری ہے۔ وہ یہاں غلامیہ چیز نہیں ٹھہر سکتا۔ لیکن مجھے معلوم ہے کہ وہ تھکے
 تھکے کس قدر پریشان ہے۔ اگر آج ہسپتال نہ ملتا تو تمہاری تلاش کے لئے مجھے یہاں رونا پڑتا۔ میں
 نے کئی دن دائیں کی خاک پھانسنے کے بعد دریا کے کنارے زنجبٹ کے مکان کا پتہ کیا تھا لیکن
 وہاں کوئی نہ تھا۔ پڑوس کے لوگوں سے مجھے صرف اتنا معلوم ہوا کہ شاہ پور اور اُس کے وزیر کے قتل
 کے بعد زنجبٹ کہیں نہ پویش ہو گیا تھا۔ اور اُس کے بعد تم بھی وہاں سے غائب ہو گئی تھیں۔"
 "اگر ہم وہاں ہوتے تو کیا وہ ہمارے پاس آ جاتا؟"

"نہیں اُسے معلوم ہے کہ زنجبٹ اُسے دیکھنا پسند نہیں کرے گا۔ وہ صرف یہ جانا چاہتا تھا
 کہ تم بخیریت ہو۔"

"اب تم میرے پاس نہیں ٹھہر دو گے؟"
 "اگر حسان نے اجازت دی تو میں یہاں رک جاؤں گا۔"
 "ماہ بانو نے کہا: میں آج غروب آفتاب کے وقت دریا کے کنارے پہنچ جاؤں گی لوہے ہیں"

”ہاں ہم نے مائن پہنچتے ہی ایک کشتی اور چند جال خرید لئے تھے ادب اچھے خاصے
ہاں گریہیں چکے ہیں ہم نے ہاں گروں کی بستی میں ایک جھونپڑی بھی کرائے پر لے لی تھی۔ لیکن
وہاں صرف ہلو سے لڑ رہتے ہیں۔ حسان علم طور پر کشتی میں رہنا پسند کرتا ہے۔“
”وہ کئی اور نوکر بھی ساتھ لایا تھا؟“

”نہیں ہم نے یہیں سے چار تجربہ کار شکاروں کو ملازم رکھ لیا تھا۔“
”قریباً ایک میل دو چلنے کے بعد انہیں شام کے دھندلکے میں ایک کشتی دکھائی دی۔
حسان جو اس کشتی کے قریب کھڑا تھا تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھا اور اُس نے سہیل
کو گنگے دکھایا۔ پھر وہ ماہ بانو کی طرف متوجہ ہوا۔ آپ کشتی پر سوار ہو جائیں۔“
وہ کشتی پر سوار ہو گئے اور حسان اور کاؤس بائس اٹھا کر کشتی کو کھینچتے ہوئے کنارے سے
تھوڑی دُور لے گئے۔ پھر حسان نے ٹکر پھینک دیا۔ اور وہ کشتی کے درمیان چھپرے کے نیچے بیٹھ
گئے جو سرکنڈوں اور کجھڑ کے پتوں سے بنایا گیا تھا۔ کچھ دیر وہ چراغ کی دُھندلی روشنی میں
خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ بالآخر حسان نے کہا: اب ہم کنارے کی
نسبت زیادہ محفوظ ہیں اور آپ اطمینان سے باتیں کر سکتی ہیں۔ جب کاؤس نے مجھے یہ خبر
دی تھی کہ نہ نجات کا گھر خالی ہے تو مجھے مایوسی ہوئی تھی۔ تاہم مجھے یہ اُمید تھی کہ آپ اتنے
مصائب دیکھ چکے ہیں۔ میں نہ نجات کی گرفتاری کی وجہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔“

ماہ بانو نے آبدیدہ ہو کر کہا: میں آپ کو ساری داستان سناؤں گی لیکن اس سے پہلے
میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ کیا آپ میرے بھائی کو معاف کر سکتے ہیں؟
حسان نے جواب دیا: میں یہ کیسے نہیں سکتا ہوں۔ جب میں زخمی تھا اور دشمن میرا
پیچھا کر رہے تھے تو مجھے آپ کے گھر میں پناہ ملی تھی۔“

”لیکن اُس نے آپ کو سہیل کے متعلق غلط خبر دی تھی۔ گرفتار ہونے سے کچھ عرصہ قبل اس
نے کاؤس کے ساتھ اپنی ملاقات کا ذکر کیا تھا۔“

”لیکن اس کی وجہ یہ بھی تو ہو سکتی ہے کہ اُس نے سہیل سے جدا ہونا پسند نہ کیا ہو۔ میں آپ
کو یقین دلانا ہوں کہ اگر وہ اس وقت یہاں موجود ہوتا تو میں اُس کا شکریہ ادا کرتا کہ اُس نے سہیل
کے ساتھ ایک بھائی کا سالوک کیا ہے۔ مجھے صوفیاس بات کا افسوس ہے کہ میں فی الحال
اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ تاہم مجھے اُمید ہے کہ جب ہم دوبارہ ملیں گے تو میں آپ کی آنکھوں
میں آنسو نہیں دیکھوں گا۔ آج مجھے آپ کے پاس آنا چاہیئے تھا لیکن مجھے اندیشہ تھا کہ اگر کسی کو
شک ہو گیا اور میں پکڑا گیا تو آپ کو ایک نئی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔“

ماہ بانو نے جواب دیا: وہ میرے باپ کے بہترین دوست اور زرخفت کے عمن کا گھر ہے
اور اُس کی خواہی مجھے اپنی بہن سمجھتی ہے۔ اگر اُس کے نوکر دوں کو بھی آپ کے متعلق معلوم ہو جائے
تو وہ بھی پتلا ہر نہیں کریں گے۔“

”میں کل واپس جا رہا ہوں۔ تاہم جانے سے پہلے میں اس مکان کا راستہ دیکھ لوں گا۔ اب
مجھے نہ نجات کے متعلق بتائیے؟“

ماہ بانو نے مختصر اور مدِ نجات کی تخت نشینی اور نہ نجات کے رُوح پوش موجدانے کی داستان
بیان کر دی اور جب وہ خاموش ہو گئی تو حسان نے کہا: ایسے واقعات صرف اس معاشرے
میں جنم لیتے ہیں جہاں ایک انسان دوسرے انسانوں پر غلامی کا دعویدار ہو۔ لیکن قدرت کے
قانون میں ہر رات کے لئے ایک صبح ہوتا ہے اور میں آپ کو اس صبح کی بشارت دے سکتا
ہوں جس کی روشنی میں تم رسیدہ انسان نجات کا راستہ دیکھ سکیں گے۔ جب میں دوبارہ
یہاں آؤں گا تو ان انسانوں کا قافلہ میرے ساتھ ہوگا جنہیں اللہ نے اپنی زمین پر عدل و انصاف
کے پرچم نصب کر کے نئے منتخب کیا ہے۔ پھر ظلم و استبداد کے محل پر یونہی زمین ہو جائیں گے
اور قید خانوں کے دروازے کھل جائیں گے۔“

”آپ کو بویب کی فتح کے بعد اس غلامی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے کہ ایران کا راستہ
صاف ہو گیا ہے۔“

"ہمیں ایران کی قوت کا احساس ہے لیکن اس سے کہیں زیادہ ہم اپنے مقصد کی طاقت پر ایمان رکھتے ہیں۔"

"آپ کو معلوم ہے کہ زید گرد کے جھڑپے تلے پورا ایران جمع ہو رہا ہے؟"

"میری معلومات اس سے بہت زیادہ ہیں۔"

"آپ کل جا رہے ہیں؟"

"ہاں۔"

"اور ہیل کے متعلق آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے؟"

"ہیل میرا بھائی ہے لیکن کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ یہ اپنے متعلق خود فیصلہ کرے۔ اُن کی ٹیم میں ہیل کے چہرے پر مرکوز ہو گئیں اور وہ کبھی ماہ بانو اور کبھی حسان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ماہ بانو نے کہا: "ہیل! تم اپنے بھائی کے ساتھ جانا چاہو تو میں تمہیں روکنا پسند نہیں کروں گی۔"

"لیکن آپ؟" اُس نے بھرتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اگر مجھے کوئی خطرہ ہے تو یہاں رہ کر تم میری کوئی مدد نہیں کر سکو گے۔ موجودہ حالات میں شاید نجات بھی یہ پسند نہیں کرے گا کہ آئندہ کسی جنگ کے میدان میں تم ایک دشمن کی حیثیت سے اپنے بھائی کا سامنا کرو؟"

ہیل نے حسان سے مخاطب ہو کر کہا: "مجھے معلوم تھا کہ آپ مسلمان ہو چکے ہیں وہاں کے میدان میں مجھے شک ہوا تھا۔ شاید آپ نے مجھے پہچان کر زندہ چھوڑ دیا تھا۔ مجھے یقین نہ آ سکا۔ درنہ میں بھاگنے کی کوشش نہ کرتا۔ اب آپ مجھے ساتھ لے چلیں گے؟"

"ہاں" حسان نے اُسے پھر مگر لگے ٹکاتے ہوئے کہا۔

ماہ بانو نے حسان سے مخاطب ہو کر کہا: "اب میں آپ سے صرف ایک درخواست کرتی ہوں۔ اگر میں آپ کا کام ختم ہو چکا ہے تو آپ کو ایک ٹھکانے سے بھی یہاں نہیں ٹھہرنا چاہیے۔"

حسان نے جواب دیا: "میں ایک مشورہ زد نہیں کر سکتا۔ ہم صبح سے پہلے روانہ ہو جائیں گے۔ کاؤس اب تم ان کے پاس رہو گے۔ مجھے ایک جولان ساتھی مل گیا ہے۔ ہم آبادی سے باہر اس کشتی کو چھوڑ دیں گے۔ صبح ماہی گیروں سے کہہ دینا کہ کسی نے رات کے وقت کشتی کا رستہ کاٹ دیا تھا۔ اگر وہ تلاش کر لیں تو فروخت کر کے کچھ رقم ان میں تقسیم کر دینا۔ میرے پاس جو رقم بچ گئی ہے وہ بھی تمہارے پاس رہے گی۔"

ماہ بانو نے کہا: "اگر آپ کے پاس گھوڑے نہیں ہیں تو میں دے سکتی ہوں۔"

"نہیں! مجھ سے لئے غریب آدمیوں کی طرح پیدل سفر کرنا زیادہ آسان ہو گا۔ اب چلئے۔ آپ کو گھر چھوڑ آئیں۔"

حسان اور کاؤس کشتی کو کھیٹے ہوئے دوبارہ کنارے پہلے آئے اور حسان نے کہا: "ماہ بانو تم یہیں ٹھہرو! ہم ابیں گھر پہنچا کر واپس آجائیں گے۔"

ایک ساعت بعد ماہ بانو کو حسان اور ہیل فریبرز کے مکان سے ٹھوڑی دُور الوداع کہہ رہے تھے۔

ہیل نے ماہ بانو سے کہا: "معلوم نہیں یا مین میرے متعلق کیا خیال کرے گی؟"

ماہ بانو نے جواب دیا: "تم اس کی فکر نہ کرو۔ میں اسے سمجھاؤں گی۔"

حسان نے کہا: "مجھے یقین ہے کہ ہم بہت جلد دوبارہ ملیں گے۔"

"میں آپ کا انتظار کروں گی اور اگر مجھے کسی وجہ سے بھاگنا پڑا تو مصنفان کے قریب سرور کا گھر میری آخری جائے پناہ ہو گا۔ لب آپ دیر نہ کریں۔"

حسان نے کہا: "آپ اندر تشریف لے جائیں۔"

ماہ بانو خدا حافظ کہہ کر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھی اور ایک ثانویہ مڑ کر دیکھنے کے بعد ڈیوڈی میں غائب ہو گئی۔

"ہیل! حسان نے اُس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔"

سہیل نے اُس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا: بھائی جان اگر مجھے گھر سے نکلتے وقت یہ
علوم ہوتا کریں دوبارہ واپس نہیں جاسکوں گا تو میں اپنی تولد اور ذرہ ضرور اٹھائی تیتا۔
حسان نے جواب دیا: جب ہم اپنے مستحق و مستحقین کے تو تم تو اوروں اور نذہوں کی
کمی محسوس نہیں کرو گے۔ ہم ایران سے کافی اسلحہ حاصل کر چکے ہیں لیکن اس وقت ہمارے لئے
ہتھیاروں کے بغیر سفر کرنا زیادہ محفوظ ہو گا۔

باب ۲۶

ایک رات حسان اور سہیل حیرہ اور ذی فکر کے درمیان، اسلامی شکر کے پڑاؤ میں داخل ہوئے
حسان نے اپنے بھائی کو ایک سالار کے پاس چھوڑنے کے بعد مثنیٰ بن حارثہ کی قیام گاہ کا رخ کر
لیکن مجھے سے باہر ایک پیریدار نے اُسے بتایا کہ امیر شکر سرگئے ہیں اور طیبہ کی یہ ہدایت ہے
کہ انہیں بے آرام نہ کیا جائے۔ اگر کوئی نام بات ہو تو آپ اُن کے بھائی سے مل لیجئے، وہ ساتھ
والے غمے میں ہیں۔ حسان دوسرے غمے کی طرف بڑھا اور پھر دو منٹ بعد وہ معنیٰ بن حارثہ کے
سامنے کھڑا تھا۔

معنیٰ نے اُن کو مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا: تم کب آئے؟

”میں ابھی پہنچا ہوں۔ اور امیر شکر کو اپنی آمد کی اطلاع دینا چاہتا تھا۔“

اُن کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ وہ دوا کھانے کے بعد سرگئے ہیں۔ اگر تم کوئی اہم خبر ہے کہ

نہیں آئے تو انہیں جگنا ٹھیک نہیں ہو گا۔

حسان نے فکر مند ہو کر سوال کیا: وہ بیمار ہیں؟

معنیٰ نے جواب دیا: گوشہ کشی بغتوں کی بھاگ دوڑ کے باعث اُن کے زخم کی تکلیف

بڑھ گئی ہے۔ طیبہ ہمیشہ یہ کہتا تھا کہ اگر وہ چند دن آرام کریں تو اُن کا زخم ٹھیک ہو

سکتا ہے لیکن حسدیرہ کی جہم کے دوران انہیں آرام کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اب زخم کی سس

کے ساتھ انہیں بخار بھی ہو جا رہا ہے۔ آج طیبہ کی نئی دوا کا یہ اثر دیکھا ہے کہ وہ بخار کی ناز

پڑھتے ہی سو گئے ہیں۔ اگر تم مدائن کی صورت حال کے پیش نظر کسی فوری اقدام کا مشورہ دینا چاہتے ہو تو انہیں جگا دیا جائے۔

”نہیں انہیں جگانے کی ضرورت نہیں۔ ابھی کچھ عرصہ دشمن کی طرف سے کسی فوری اقدام کا اندیشہ نہیں۔ میں صرف سپہ سالار کی خدمت میں حاضری دینا چاہتا تھا۔“

”بیٹہ جاؤ!“ معنی نے کہا۔

حسان اُس کے قریب چٹائی پر بیٹھ گیا اور وہ دیر تک آپس میں باتیں کرتے رہے۔ اگلی صبح طلوع آفتاب کے وقت حسان مثنیٰ بن عمارہ کے سامنے پیش ہوا تو وہ نیچے کا سہارا لئے بیٹھا تھا۔ حسان اُس کے ہاتھ کا اشارہ پا کر اُس کے سامنے بیٹھ گیا۔

مثنیٰ نے سوال کیا: ”تم کب پہنچے؟“

”میں رات کے وقت پہنچ گیا تھا لیکن آپ کو بے آرام کرنا مناسب خیال نہ کیا۔ اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟“

”میں ٹھیک ہوں۔ تم مدائن کے حالات سناؤ؟“

حسان نے جواب دیا: ”مدائن میں بڑے زور شور کے ساتھ نئی جنگ کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اعداء میں اپنی ذاتی معلومات کی بنا پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ رومیوں کے خلاف کسریٰ پوزی کی فتوحات کے ابتدائی دور کے سوا اب ایران کبھی اس قدر متحد نہیں ہونے تھے۔ مدائن میں نیز گرم ہے کہ آئندہ جنگ میں رستم بذات خود ایران کے لشکر کی راہنمائی کرے گا۔ اگرچہ اس سے قبل ایران کے حالات ایسے نہیں تھے کہ وہ ہمارے خلاف اپنی پوری قوت کو متحد اور منظم کر سکتے۔ لیکن بزدل مرنے ایک بہت بڑے خلا کو پر کر رہا ہے۔ اب تخت کا کوئی دھریار اُس کے سامنے آنے کی جرأت نہیں کرے گا اور اگر نیرود گرو نے فرج کی قیادت رستم کو سونپ دی تو رستم کی پہل کو شیش ہوگی کہ ایران کا ایک سپاہی بھی جنگ کے میدان میں تیغچے نہ رہے۔ تاہم مجھے دشمن کی طرف سے کسی فوری اقدام کا اندیشہ نہیں۔ رستم کو مکمل تیاریوں کے لئے وقت کی ضرورت ہے۔“

مثنیٰ نے کہا: ”ہم جلد کے کٹے ہوئے ہتھیار کھانچ کر لائیں گے۔ اگر میرے پاس تھوڑی سی فوج اور مہلکی قوت آج میں مدائن میں ہوتا۔“

حسان نے کہا: ”میں نے سنا ہے کہ امیر المومنین نے آپ کو مصلحتاً فراہم کیا ہے؟“

”ہاں انہوں نے میری درخواست کے جواب میں کہا ہے کہ وہ بہت جلد کمک بھیج رہے ہیں۔ لیکن کاش میں خدیجہ کے لشکر کا انتظار کر سکتا۔ کل میں نے امیر المومنین کی خدمت میں ایک بار لکھ لکھ کر دیا تھا اور میں یہ چاہتا تھا کہ تم بھی آج ہی مدائن پر جاؤ اور اُس کے ساتھ جاملو۔ اگر خدیجہ سے کوئی لشکر بھیج سکے گا تو امیر المومنین کی خدمت میں میری طرف سے یہ عرض کر دو کہ میں توجہ دلانے کے لئے مدائن میں آ رہا ہوں۔ اگر لشکر نہیں آتا تو اسے جیل جلائے جانے والے کے ساتھ واپس آجلاؤ۔ ہم ذی قعدہ پہنچ کر تمہارا انتظار کریں گے۔ میں تمہیں اس لئے امیر المومنین کی خدمت میں مدد کرنا چاہتا ہوں کہ تم اُن کے سامنے ایران کی تازہ ترین صورتِ حالات بیان کر سکو گے۔ اب جا کر تیار ہو۔“

حسان کے دل میں کئی باتیں تھیں۔ وہ اپنے لڑاؤ اور غمزدگی کی صحت کے متعلق پوچھنا چاہتا تھا۔ وہ انہیں آرام کا مشورہ دینا چاہتا تھا۔ وہ کہنا چاہتا تھا کہ ایران کی فتح کے متعلق آپ نے جو خواب دیکھے تھے ان کی تعبیر کا وقت آ گیا ہے اور سب سے زیادہ وہ کچھ دیر ان کی صحبت میں بیٹھا اور ان کی باتیں سننا چاہتا تھا لیکن مضطرب نگاہیں اُسے یہ کہہ رہی تھیں: ”میرے دوست! مجھے معلوم ہے تم کیا کہنا چاہتے ہو لیکن میرے پاس باتوں کے لئے وقت نہیں۔“

حسان اُن کے دروازے کی طرف بڑھا، اڑکا اور مڑ کر دیکھنے لگا۔

مثنیٰ نے سوال کیا: ”تم کچھ کہنا چاہتے ہو؟“

”نہیں۔“ اُس نے جھجکے ہوئے جواب دیا۔

مثنیٰ اُن کے آگے بڑھا اور اپنا ہاتھ حسان کے کندھے پر رکھتے ہوئے بولا: ”میرے دوست! تمہیں میرے متعلق پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر ذی قعدہ پہنچ کر مجھے آرام کا وقت مل گیا تو میں تمہیں کی

ہدایات پر عمل کر سکوں گا۔ لیکن ایک انسان کی زندگی میں وہ وقت ضرور آتا ہے جب اُسے اپنے کام دوسروں کے سپرد کرنے پڑتے ہیں۔ ہمیں یہ بھی نہیں سوچنا چاہیے کہ ہمارے بعد شاہرہ حیات کے قافلے رک جائیں گے۔ میں اس قافلے کا نقیب ہوں جو دلائل کا راستہ دیکھ چکا ہے اور لگ رہی آخری منزل تک تہوار ساتھ دے سکا تو بھی میری روح کو یہ اطمینان ضرور ہوگا کہ وہ جو میرے بعد تہار دی راہنمائی کریں گے مجھ سے زیادہ اس ذمہ داری کے اہل ثابت ہوں گے اور ان کی نگاہیں دلائل سے آگے دیکھ سکیں گی۔ اور پھر نئے میدانوں کی دستوں میں ان کے قدموں کے نشان پیچھے آنے والے مسافروں کے لئے دشمنی کے مینار بن جائیں گے۔ اب تم مجاہد اور میری فکر نہ کرو۔

حسان نے دونوں ہاتھوں سے اُس کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "آپ کا ہاتھ گرم ہے۔ آپ کو زیادہ تکلیف تو نہیں ہے؟" شفیق نے جواب دیا: "مجھے صرف اس بات سے تکلیف ہے کہ میرے بعض ساتھی بھی کبھی یہ احساس دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ میری ذات میری زندگی کے مقصد سے زیادہ اہم ہے۔ دیکھو حسان! علق کا کوئی میدان ایسا نہ تھا جس میں قدم رکھتے وقت میں نے شہادت کی تمنا نہیں کی تھی۔"

حسان نے ایک ثانیہ کے لئے انسانی غلطیوں کے اس پہاڑ کی طرف دیکھا اور پھر اس کی نگاہوں کے سامنے آنسوؤں کے پرشے جاگ بھاگے۔ وہ اپنے خیمے سے باہر نکل کر اپنے دل میں یہ الفاظ دہرا رہا تھا "میرے دوست میرے بھائی میرے قائد! اللہ تبارک و تعالیٰ و ناصر ہو۔" ہیل کچھ فاصلے پر مجاہدوں کو تیر اندازی کی مشق کرتے دیکھ رہا تھا۔ حسان نے قریب جا کر اُسے آواز دی اور وہ بھاگتا ہوا اُس کے پاس آگیا۔ حسان نے کہا: "ہیل! میں دینے جا رہا ہوں۔"

"میں ابھی روانہ ہو جاؤں گا لیکن اگر شکر راستے میں مل گیا تو میں آگے جانے کی بجائے

اس کے ساتھ واپس آ جاؤں گا۔"

"اور مجھے ساتھ نہیں لے جائیں گے؟"

"نہیں۔"

ہیل کے چہرے پر اُداسی چھا گئی۔ حسان نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا: "تم میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں ایک دوست کے سپرد کرتا ہوں۔"

ہیل اُس کے ساتھ چل دیا۔ راستے میں اُس نے پوچھا: "وہ کون ہے؟"

"اُس کا نام عام بن عمر تھیں۔ وہ اور تم اُس سے بہت کچھ سیکھ سکو گے۔"

تھوڑی دیر بعد وہ نیزہ بازی کے میدان میں عام بن عمر تھیں کے ساتھ باتیں کر رہے تھے۔ حسان نے مختصر اُپراں کی تازہ صورت حال کے متعلق اُس کے سوالات کا جواب دینے کے بعد کہا: "عام بن! میں دینے جا رہا ہوں۔ یہ میرا بھائی ہے۔ اگر آپ اسے ایک سپاہی بنا سکیں تو مجھ پر سنا ہوگا۔ اس نے دلائل میں فوجی تربیت حاصل کی ہے اور اب مجھ امید ہے کہ یہ ایران کے تازہ حالات کے متعلق آپ کے ہر سوال کا تسلی بخش جواب دے گا۔"

"یہ دلائل میں تھا؟"

"ہاں لیکن میرے پاس اس کی سرگزشت سننے کے لئے وقت نہیں ہے۔ اسے سالار کا حکم ہے کہ میں فوراً روانہ ہو جاؤں۔"

"بہت اچھا آپ جائیں۔ لیکن میں صرف ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں دشمن کے ساتھ فیصلہ کن جنگ کی تیاری کے لئے کتنا وقت لے سکے گا؟"

"اگر میرے انداز سے غلط ثابت نہ ہوئے تو دشمن کی پیش قدمی سے پہلے دینے کا شکر ہماری مدد کے لئے پہنچ جائے گا۔ حسان یہ کہہ کر وہاں سے چل دیا۔"

تھوڑی دیر بعد جب وہ گھوڑے پر سوار ہو کر پڑاؤ سے نکل رہا تھا تو ہیل نیزہ بازی میں مصروف ہو چکا تھا +

جنہیں ایران کی جنگی تیاریوں نے پریشان کر رکھا ہے۔ تم انہیں یہ بتا سکتے ہو کہ میں صرف اسلام کے لشکر کے دستہ مہراؤں کی رہنمائی کر رہا تھا۔ تم سب سے پہلے بنو بکر کے پاس جاؤ اور انہیں میری طرف سے پیغام دو کہ انہیں ایران کے جاسوسوں کی باتیں سن کر ہراساں نہیں ہونا چاہیئے۔ عاصم بن عمر تمہیں نے کہا: اگر آپ اجازت دیں تو معنی کی جگہ میں قبائل کے پاس جانے کے لئے تیار ہوں۔

”نہیں“ شنی نے فیصلہ کن ہنچے میں جواب دیا: ”بنو بکر تمہاری بات نہیں سنیں گے۔ ویسے بھی تمہارا مستقر میں رہنا ضروری ہے۔“ پھر وہ ایک عمر رسیدہ سردار بشیر بن خصاصیہ کی طرف توجہ ہوئے: ”بشیر! مجھے معلوم نہیں کہ ایک گھڑی ایک پہر یا ایک دن بعد میری کیا حالت ہوگی۔ اس لئے میں اپنے حصے کی ذمہ داریاں تمہیں سونپتا ہوں۔“

حاضرین دم بخود ہو کر کبھی شنی اور کبھی بشیر بن خصاصیہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اُس نے غوم بچے میں کہا: ”اگر میں آپ کے خیمے پر پہرے سکوں تو اُسے بھی پلٹنے سے باعث سعادت سمجھوں گا لیکن ڈر ہے کہ میں....“

شنی نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے کہا: ”جب تک معد بن ابی وقاص یہاں نہیں پہنچے تمہیں ذی قار کے مستقر کی حفاظت کرنی پڑے گی اور میرا خیمہ اس مستقر سے باہر نہیں ہے۔ اب جاؤ اور مجاہدین سے کہو کہ وہ اپنی تلواریں تیز کر لیں۔ عاصم اپنے ساتھیوں کو سمجھاؤ کہ انہیں جنگ کی تیاری کے لئے جو وقت ملا ہے اُسے ضائع نہ کریں۔ وہ یکے بعد دیگرے خیمے سے نکل گئے لیکن حسان اپنی جگہ سے نہ ہلا۔

شنی نے اُن کی طرف دیکھا اور کہا: ”حسان! تم تھک گئے ہو گے۔ جاؤ آرام کرو۔ حسان کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن شنی بن حارثہ نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ دبے پاؤں باہر نکل آیا۔ شنی بن حارثہ کی بیوی سنہلی پردہ اٹھا کر خیمے کے عقب سے نمودار ہوئی اور اپنے شوہر کے قریب بیٹھ گئی۔

شنی بن حارثہ ذی قار کے مقام پر شدید بخار کی حالت میں خیمے کے اندر لیٹے ہوئے تھے۔ اور فوج کے چند سالار اُن کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ خیمے سے باہر گھوڑے کی ٹاپ سنا دی بھوری دیر بعد حسان داخل ہوا۔ شنی بن حارثہ کے مہجھانے ہوئے چہرے پر چانکنا نازگی آگئی اور وہ اٹھ کر بیٹھ گئے۔

حسان نے کہا: ”جناب! دینے کا لشکر آ رہا ہے اور اس کے امیر آپ کو سلام کہتے ہیں اور یہ پیغام دیتے ہیں کہ وہ بہت جلد پہنچ جائیں گے۔“

”امیر کون ہیں؟“

”سعد بن ابی وقاص۔ امیر المؤمنین بذاتہ خود لشکر کی رہنمائی کرنا چاہتے تھے لیکن صحابہ نے انہیں مشورہ دیا کہ موجودہ حالات میں آپ کا مدینہ سے باہر جانا مناسب نہیں۔ سعد بن ابی وقاص اُن معزز صحابیوں میں سے ہیں جنہیں کفو سلام کی ان جگہوں میں شریک ہونے کا شرف حاصل ہے جو عہد رسالت میں لڑی گئی تھیں۔ اُن کے متعلق یہ مشہور ہے کہ اسلام کے لئے پہلا تیراں کی کان سے نکلا تھا۔“

شنی نے دوبارہ نیچے پر سر رکھتے ہوئے کہا: ”میں ان کے متعلق سن چکا ہوں لیکن لاش میں انہیں دیکھ سکتا۔ اُن کے ساتھ کتنی فوج ہے؟“

حسان نے جواب دیا: ”وہ چار ہزار سواروں کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے تھے لیکن اُن کا خیال ہے کہ عراقی پیچھے سے پہلے اُن کے لشکر کی تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہو جائے گی لیکن انہیں نے راستے کے قلم قابل کو اُن کے ساتھ شامل ہونے کے حکام بھیج دیئے ہیں اور مدینہ میں بھی مزید لشکر بھرتی کیا جا رہا ہے۔ سعد بن ابی وقاص سیلف پہنچ کر مزید افواج کا منتظر کریں گے انہیں توقع ہے کہ جنگ سے پہلے لشکر شام کا ایک حصہ بھی اُن سے ملے گا۔“

شنی نے اپنے بھائی سے مخاطب ہو کر کہا: ”اب تم ان قابل کو فتح کی بشارت دے سکتے ہو۔“

وہ کچھ دیر خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ بالآخر شعی نے کہا: سنی اب تمہیں یہ شکایت نہیں رہے گی کہ میں تادم نہیں کرتا اب میں نے اپنے حق کا بوجھ بشیر کو سونپ دیا ہے اور میں جی بھر کر موسکوں گا۔ میرا خیال تھا کہ میں ماضی پر کچھ کرکام کروں گا۔ لیکن ماضی ابھی دودھ ہے۔ تمہیں یاد ہے جب میں نے پہلی بار یہ اعلان کیا تھا کہ میں ایران کے خلاف جنگ شروع کرنے جا رہا ہوں تو تمہارے خاندان کے جرگہ منس پڑے تھے۔ لیکن اب میرے سارے خواب پورے ہو رہے ہیں تم نے سنا ہے کہ امیر المومنین بذات خود لشکر کی رہنمائی کرنا چاہتے تھے لیکن صلبہ کے اصرار پر انہوں نے اپنا لادہ بدل دیا ہے اور اپنی جگہ اس جری انسان کو بھیج دیا ہے جو ہر لحاظ سے اس منصب کا اہل ہے۔

سنی نے کہا: میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ میری زندگی میں کوئی ایسا لمحہ نہیں آیا جب آپ نے کوئی بات کہی ہو اور مجھے یقین نہ آیا ہو۔

سنی میں تمہارا لشکر گزار ہوں کہ تم نے میرا دستہ روکنے کی کوشش نہیں کی۔
مجھے معلوم تھا کہ آپ کو اللہ کی راہ میں جہاد کے سوا اور کوئی راستہ پسند نہیں اور مجھے اس بات پر فخر ہے کہ آپ نے اس کٹھن راستے میں مجھے اپنی رفاقت کے قابل سمجھا ہے۔

حضرت شعی کچھ دیر اپنی رفیقہ حیات سے باتیں کرتے رہے۔ پھر جانک انہوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ تھوڑی دیر بعد طبیب خیمے میں داخل ہوا تو ان کے ہونٹ ہنسنے لگے تھے اور سانس تیز ہو رہا تھا۔ طبیب نے ان کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: ان کا بچاؤ زیادہ تیز ہو گیا ہے۔

شعی نے بے چینی سے کروٹیں بدلتے کے بعد آنکھیں کھول دیں اور طبیب کے اصرار پر دوا کے چند گھونٹ پی گئے۔ لیکن ان کا چہرہ یہ بتا رہا تھا کہ ان کی زندگی کا آخری سحر شروع ہو چکا ہے۔ باقی دن اور اس کے بعد رات کے پچھلے پرتک وہ موت و حیات کی کش مکش میں مبتلا رہے۔ پھر جب ذی قار کے پڑاؤ میں صبح کی اذان سنائی دے رہی تھی۔ انہوں نے آخری بار آنکھیں کھولیں۔ چند بار کھڑے شہادت پڑھا اور پھر ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئے۔

○

سعد بن وقاص کو مدینے سے اٹھارہ منزل سفر کرنے کے بعد تعلیق کے مقام پر شعی بن حارث کی وفات کی اطلاع ملی تو انہوں نے بشیر بن خصاصہ کو یہ حکم بھیجا کہ تم اپنے مجاہدوں اور شعی بن حارث کے اہل و عیال کو لے کر سیراف کے مقام پر ہم سے آؤ۔ چند دن بعد ذی قار سے مجاہدین کا قافلہ سیراف پہنچا تو سعد بن ابی وقاص بذات خود اپنے مستقر سے باہر نکل کے استقبال کے لشکر لے گئے۔ سعد بن ابی وقاص نے شہدائے مکی بیواؤں اور یتیم بچوں کو خیموں میں پہنچانے کا حکم دیا اور اس کے بعد شعی کے نامودہ نقاکے ساتھ اپنے خیمے کے سامنے ایک کٹناہ شایانے کے نیچے بیٹھ گئے اور ماضی کے واقعات اور مستقبل کے خدشات کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔

عاصم بن عمر بشیر بن خصاصہ اور شعی کے دوسرے نامودہ ساتھیوں سے باتیں کرنے کے بعد وہ معنی بن مدش کی طرف متوجہ ہوئے۔ "معنی تم ہر عمر کے میں اپنے جلیل القدر بھائی کے ساتھ تھے۔ اور میرے اس سوال کا جواب شاید تم سے بہتر کوئی اور نہ دے سکے کہ ہمارے لئے ماضی پہنچنے کا بہترین راستہ کون سا ہے؟ اور اگر آج تمہارا بھائی بھائی زندہ ہوتا تو وہ مجھے کیا مشورہ دیتا؟"

معنی بن حارث نے جواب دیا: "اس سوال کے جواب کے لئے مجھے قیاس آرائی کی ضرورت نہیں۔ اپنی علامات کے ایام میں انہوں نے مجھے جو ہدایات دی تھیں وہ میرے ذہن میں محفوظ ہیں وہ بار بار یہ کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارا مقصد ایمان کے کسی علاقے پر طغیان کرنا ہو تو یہ مشکل نہیں۔ میں ایک منشی بھر فروج کے ساتھ ماضی تک پہنچ سکتا ہوں۔ لیکن ہمارا اصل مقصد ایران پر مستقل غلبہ حاصل کرنا ہے اور یہ مقصد ایران کی عسکری قوت کو تباہ کئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہمیں جلد یا بدیر ایران کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ لڑنی پڑے گی۔ بومب کی جگہ کے بعد میرا خیال تھا کہ ہم ایران پر فتح حاصل کر چکے ہیں لیکن وہ یہ کہتے تھے کہ اگر رستم کی قیادت نے ایران کا انتشار ختم کر دیا ہو تو بومب کی جگہ فیصلہ کن ثابت ہو سکتی تھی اور ہمارے لئے ماضی فتح کر لینا مشکل نہ ہوتا۔ لیکن اب ایران کے حالات یکسر بدل گئے ہیں۔ نیکو گرد کی تخت نشینی کے بعد وہ بڑی تیزی کے